





۱۲/۹۰

PIR ۹۲۲۹  
بافر، باقرعلی، قرن ۱۴  
دیوان باقر / از افادات ... ملک الشعرا سید  
شاه باقر علی المخاطب به شاه شهید المحبت چشتی  
۱۳۱۵ قادری فخری اصدقی المتخلص به باقر قدس؛ مرتب و  
مدون کرده مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب. —  
تیدرآباد دکن: شمس الاسلام پریس، ۱۳۵۵ ق. = ۱۳۱۵.

چاپ سنگی.  
مقدمه ۱۶۸ صفحه‌ای عطا حسین به زبان اردو  
میشد.  
کتابنامه به صورت زیرنویس.

(ادامه روی برکه بعد)  
۱۰۰۳۱

۱  
۲  
۳  
۴  
۵  
۶  
۷  
۸  
۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰



۱۲۹۰

PIR

۹۲۲۹

ب/د

۱۳۱۵

باقر، باقرعلی، قرن ۱۴  
دیوان باقر / از افادات ... ملک الشعراء سید  
شاه باقر علی المخاطب به شاه شهید المحبت چشتی  
قادری فخری اصدقی المتخلص به باقر قدس؛ مرتب و  
مدون کرده مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب۔  
بیدر آباد دکن: شمس الاسلام پریس، ۱۳۵۵ق. = ۱۳۱۵.

۱۶۸، ۳۳۸ص.

چاپ سنگی.

مقدمه ۱۶۸ صفحہای عطا حسین به زبان اردو

میباشد.  
کتابنامه به صورت زیرنویس.

(ادامه روی برگه بعد)

۱۰۰۳۱



سر ۳

۱۱۳۲۴

# دیوان باقی

مرتب

مولوی سید عطاء حسین صاحب



مَرْغَبٌ مِنَ الدُّنْيَا وَإِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمًا

# دیوان باوند

— (از) —

افادات سلطان تسلیم سخنوری و سخندان شهنشاه مملکت فصاحت و بلاغت معانی  
سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلاء ہدایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقۃ الحق  
زین المعرفت قدوة السالکین مدۃ العارفین صدر الوصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشف السرائر علی  
ملک الشعرا حضرت سید شاہ باقر علی الخاطب بہ شاہ شہید المحبت حسی قادری فخری اصدقی  
المتخلص بہ باقر قدس اللہ تعالیٰ سرہ و نور اللہ مرقدہ  
شاگرد حضرت نجم الدولہ و میر الملک نواب اسد اللہ خان نظام جنگ  
المتخلص بہ غائب طاب اللہ تعالیٰ ثراہ  
و جعل الجنة مثواء

— مرتب و مدون کردہ —

مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب ام، اے۔ سی، ای  
ام، آر، اے، اس، بی۔  
ناظم تعمیرات و طیفہ یاب سرکار ابد قرارت سلطنت آصفیہ

—

قیمت کتاب دو روپیہ آٹھ آنہ سکہ انگریزی علاوہ محصول ڈاک۔  
کتاب کے لئے کاپیہ (۱) خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب محلہ رمنہ ڈاکخانہ بانگی پور۔ پٹنہ۔  
(۲) مولوی سید عطا حسین صاحب۔ محلہ رنگ پٹی۔ حیدر آباد دکن



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الرب الاكرم الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ  
وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى مَنْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ نُورَ الْقَلَمِ شَفِيعَ الْأُمَمِ تَرْجَمَانِ  
لِسَانِ الْقَدَمِ مَنبِغَ الْعِلْمِ وَالْحُكْمِ أَفْضَلَ الْعَرَبِ وَالْحُجْرَةَ الَّذِي أَوْتِيَ  
جَوَامِعَ الْكَلَمِ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَهَادِيَنَا وَشَفِيعَنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيَّ الْمَحْتَرَمَ  
وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ الَّذِينَ هُمْ سَفَنُ النِّجَاتِ وَنُجُومُ الْإِهْتِدَادِ فِي الظُّلُمِ  
الْمُنْتَلَكَةِ وَفَتْحَ مَسَاعِدِهَا أَوْ تَوْفِيقَ الْإِلَهِ رَفِيقِ حَالِ هَوَى كَهْضَتِ  
أَفْضَحَ الْفَضَى ابْلَغَ الْبَلَاغِ سُلْطَانَ الشُّعْرَاءِ وَالِدِي مَوْلَانَا سَيِّدَ بَاقِرِ عَلِيٍّ بِرِجْوَهِ خَفِيِّ  
چِشْتِ قَادِرِي فَخْرِي الْأَصْدَقِي الْمُتَخَلِّصِ بِهِ بِأَقْرَبِ رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ كَيْ مَنْتَشِرِ كَلَامِ كُورَاتِمِ الْحُرُوفِ  
عُطَا حَسِينِ جَمْعِ أَوْ بِصُورَتِ دِيَوَانِ مَرْتَبِ أَوْ بِطَبْعِ كَرَسَا - يَهْ مَقَالَهُ چُونَكِه دِيَوَانِ بَاقِرِ  
كِي تَرْتِيبِ أَوْ بِطَبَاعَتِ كَيْ صَمْنِ مِیْنِ لَكْهَاجَاتِ هَاسِ اسْ لَئِ كَافِي هُونَا كِه صَرَفِ حَضْرَتِ  
بَاقِرِ عَلِيهِ الرَّحْمَةِ كَيْ سَوَاخِ حَيَاتِ أَوْرَانِ كِي شَاعِرِي بِرِ تَبْرَهْ أَوْرَانِ كَيْ كَلَامِ كُورَاتِمِ جَمْعِ  
دِيَوَانِ كُورَاتِمِ كَرْنِ كِي كَيْفِيَّتِ قَلْبِنْدِ كُورِ جَاتِي - مَكْرِ خِيَالِ آيَا كِه اسْ مَوْقِعِ كُورَاتِمِ مِیْنِ لَكْ  
أَوْنِ كَيْ خَانْدَانِ أَوْرِ اسْلَافِ كَيْ حَالَاتِ بِهِي اِخْتِصَارِ كَيْ سَاقِ قَلْبِنْدِ كُورِ دُئِ جَاتِي تَا كِه  
نَهْ صَرَفِ حَضْرَتِ بَاقِرِ قُدْسِ سِرُّهْ كَيْ خَانْدَانِ كِي اِيكِ اِجْمَالِي تَارِيخِ مَرْتَبِ هُو جَائِ  
بَلَكِهْ مَقْبَضَائِ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ شَايِدِ يَهْ مَقْصُرُ نَكْرَهْ

مُطَبَّعًا  
شمس الاسلام پریس سالار جنگ بڈنگ  
چندراباد دکن



اون کی اولاد و احفاد کے لئے ذریعہ انتفاع و اقربار اور اون کے مراحل زندگی میں مشعل ہدایت ہو سکے۔ وہ لوگ تو جاچکے اور اون کے ساتھ اون کا تمدن اور طرز معشرت اون کی تہذیب اور اون کے اخلاق سب رخصت ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس مختصر مقالہ کے آئینہ میں اون بزرگوں کی تہذیب اون کے اخلاق اون کی خالص اسلامی طرز معشرت اور مخلوق کے ساتھ اون کی ہمدردی اور یاد الہی اور اتباع سنت نبوی میں اون کے انہماک کی جھلک نظر آئے اور اون کی اولاد و احفاد میں جو لوگ جو مر قابل رکھتے ہوں عکس پیر ہو کر منتفع ہوں اور فلاح داریں حاصل کر سکیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

صوبہ بہار میں گیا پٹنہ ریلوے لائن پر گیا سے چھ میل پٹنہ کی جانب چاکند نام کا ایک اسٹیشن ہے اس سے ڈیرہ میل جانب مغرب و شمال شاخیں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو پیر گبہ کے نام سے مشہور ہے حضرت باقر کا اور ان کی اولاد میں پانچ پشت اوپر تک بزرگوں کا مولد و مسکن یہی قریہ رہا ہے۔ ان کا نسب پیری حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گارونی پانی پتی سے اور نسب مادری حضرت سیدنا عبد الوہاب بن حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم غوث الثقلین سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان بزرگوں تک دونوں نسب نامے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

## نسب پیری

حضرت سید شاہ باقر علی بن حضرت شاہ وارث علی بن حضرت مخدوم شاہ محب اللہ بن مخدوم شاہ ہدایت اللہ بن مخدوم شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ہاہو (جنہوں نے پیر گبہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور

بن مخدوم برہان الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں (انہوں نے قصبہ بہار سے متقل ہو کر موضع دیورہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ برخوردار بن مخدوم شاہ اسحق بن مخدوم شاہ سلیمان بن مخدوم شاہ داؤد (پانی پت سے آکر قصبہ بہار میں سکونت پذیر ہوئے) بن مخدوم شاہ عبد القدوس بن مخدوم شبلی بن حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گارونی پانی پتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

## نسب مادری

والدہ حضرت سید شاہ باقر علی بنت حضرت میر سید عبد القادر بن میر سید عبد اللہ بن میر سید نعمت اللہ بن میر سید محمد باقر بن میر سید محمود عرف مودن بن میر سید علی بن میر سید جلال بن میر سید فیروز بن میر سید عثمان بن میر سید شمس الدین عرف سید جتین جو تقی بن میر سید نور الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید فکی الدین بن میر سید احمد بن میر سید صفوی بن حضرت سید عبد الوہاب بن حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسینی رحمۃ اللہ علیہم۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ رکن الدین عبد الرحمن الکبیر علیہ الرحمہ ابو جعفر عبد اللہ المنصور عباسی کے ظلم و ستم کے بدو مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے اور گارون میں آکر سکونت اختیار کی۔ (ابو جعفر عبد اللہ المنصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سلاطین عباسیہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاریخ الخلفاء میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کارناموں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس یہ ہے قتل خلقا کثیرا حتی استقام ملککما وهو الذی ضرب ابی خنیفہ علی القضاء ثم سجنہ فمات بعد ایام و قیل انه قتلہ بالسم۔۔۔ فقتلہما (یعنی محمد و ابراہیم ابنے عبد اللہ بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی ظا)



وجماعة کثیرة من آل البيت فإنا لله وإنا إليه راجعون.... واذی المنصور خلقاً من العلماء من خرج معهما وأمر بالخروج قتلًا وضرباً وغیر ذلک منهم أبو حنیفہ وعبد الحمید بن جعفر وابن عجلان.... وفي سنة (مائة و) ثمان وخمسين أمر المنصور نائب مكة بحبس سفیان الثوری وعباد بن کثیر فحبسا وتخوف الناس أن يقتلها المنصور اذ اورد الحج فلم یوصله الله مكة سالماً بل قدم مریضاً ومات وکفاهم الله شهراً -

**ترجمہ** (منصور نے) مخلوق کثیر کو قتل کیا یہاں تک کہ اس کے ملک کو استقامت نہ رہی اور اس نے قضا کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور قید کیا اور اسی قید میں انھوں نے چند روز بعد انتقال کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا.... حضرت محمد و حضرت ابراہیم کو (جو حضرت عبد اللہ بن حسن بن الحسن المجتبیٰ بن علی بن ابی طالب کے بیٹے تھے) اور ان کے ساتھ اہل بیت کی جماعت کثیر کو بھی قتل کیا پس إنا لله وإنا إليه راجعون..... اور ان علماء میں سے جماعت کثیر کو منصور نے قتل اور ضرب وغیرہ سے ایذا پہنچائی جنھوں نے ان دونوں (محمد و ابراہیم) کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کا فتویٰ دیا تھا ان میں حضرت ابو حنیفہ و عبد الحمید بن جعفر و ابن عجلان تھے..... اور ۵۸ھ میں نایب مکہ کو منصور نے حضرت سفیان ثوری و عباد بن کثیر کو قید کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو خوف ہوا کہ جب وہ حج کے لئے مکہ آئیں گے تو ان بزرگوں کو قتل کر دیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ صبح

وسلامت نہیں پہنچایا بلکہ وہ بیمار آیا اور مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے ان کو بچایا۔  
اون کی اولاد میں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ قطب الدین عبد الغزیز گاروہ میں بھی نہ رہ سکے اور سرخس چلے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عباسیہ کے اوائل زمانہ میں ان بزرگوں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی غالباً اسی وجہ سے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے خاندان میں ایما عن جدہ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ حضرت عبد الغزیز سرخس کی اولاد میں کوئی شخص :-

(۱) عباسیوں میں شادی بیاہ نہ کرے۔

(۲) سیاہ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔

(۳) سیاہ (مشکی) رنگ کا گھوڑا سواری میں نہ رکھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین عبد الغزیز سرخس کے فرزند حضرت خواجہ شہاب الدین عبد الرحمن ثانی کو سلطان محمود غزنوی نور اللہ مضجعہ اپنے ہمراہ ہندوستان لائے اور ۳۸۰ھ میں تھانہ کو فتح کر کے اون کو پانی پت کی حکومت اور قضاوت دی۔ انھوں نے پانی پت میں سکونت اختیار کی اور نواح کے ممالک فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے حالات کے ذیل میں حضرت عبد الرحمن ہشتی مرات الاسرار میں لکھتے ہیں :-

”وہ موقوفات شیخ جلال دیدہ ام کہ نوشتہ اند کہ قبل از آمدن بزرگان مخدوم بولایت ہندوستان یکے از سلاف او کہ قاضی محمد یوسف نام داشت

۱۰۰ھ حضرت عبد الرحمن ہشتی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور درویش کامل تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے استاد تھے۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ۱۰۰ھ میں انھوں نے اولیاء کے حالات میں ایک مبسوط کتاب مسمی بہ مرات الاسرار تصنیف کی۔



و بفضائل صوری و معنوی در سرزمین فارس کہ عبارت از گازرون است مشہور و معروف بود و بسیارے از مشایخ آن دیار تو لا بوسے داشتند و خاک آستانہ اور اسرمدیدہ خود ہا میا تختہ سلطان محمود بغایت اغراض اکرام آنحضرت را ہمراہ خود آوردہ حکومت و ریاست پرگنات نواحی قنوج مامور ساختہ و الا آن برہماں ریاست اولاد کثیر اوقیام دارند و اکثرے از آن خاندان بموجب دعائے خواجہ عبد اللہ خفیف کہ شیخ الاسلام بود بجایہ دینی و دنیوی و بفضائل علوم صوری و معنوی بوجود می آیند چنانچہ مشہور اند شجاعت و سخاوت و علوم ظاہری و باطنی۔ و از بزرگان شیخ جلال قاضی شہاب الدین (عبد الرحمن) نام در وقت سلطنت خوریان از گازرون آمدہ و قصبہ پانی پت سکونت اختیار نمودہ و قاضی محمد یوسف بالگرامی دو صد سال پیش از قاضی شہاب الدین مذکور بہرہا ہی سلطان محمود بقبوچ آمدہ حکومت قصبہ بالگرام مامور شدہ کا فران را علف تیغ بیدریغ ساختہ چراغ اسلام روشن ساختہ بود.....“

حضرت عبد الرحمن چشتی کی یہ روایت کہ قاضی شہاب الدین عبد الرحمن قاضی محمد یوسف سے دو سو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوستان شریف لائے غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شہاب الدین غوری نے ۸۵۰ھ میں تھوڑی راج پر فتح پاکر ہندوستان میں سلطنت قائم کی۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی ولادت ۸۶۰ھ سے دو چار سال قبل واقع ہوئی اور حضرت شہاب الدین عبد الرحمن اولیٰ سے دو سو پست اوپر ہیں۔ صرف پچپن یا ساٹھ سال میں دس پشتوں کا گزرنا محال ہے اس کے

علاوہ ان قدیم نسب ناموں میں جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی اولاد میں چند جگہ محفوظ ہیں بصراحت لکھا ہوا ہے کہ حضرت شہاب الدین عبد الرحمن کو سلطان غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے اور نیز یہی روایت حضرت باقر کے خاندان میں اباعن جد چلی آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں بزرگوں یعنی مخدوم شہاب الدین عبد الرحمن اور قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ تھانیس کے فتح (۸۵۰ھ) کے بعد حضرت عبد الرحمن کو پانی پت کی حکومت اور قضاوت دی گئی اور قنوج کی فتح (۸۵۹ھ) کے بعد قاضی محمد یوسف کو قنوج (جو قنوج کے قریب ایک شہر تھا) اور بلگرام کی قضاوت و حکومت دی گئی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین عبد الرحمن کا مزار مبارک پانی پت میں ہے اور معتقدوں کا زیارت گاہ ہے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا حضرت قاضی شہاب الدین عبد الرحمن کے بعد ان کی دسویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم طریقہ علیہ چشتیہ صابریہ کے پیشوا ہیں اور اپنے وقت کے کامل مکمل اولیا میں بہت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مخدوم اللہ دین سیر الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم صاحب کشف کرامات عالیہ و صاحب مقامات جلیلہ و رفیع الشان بود و در علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت عظیم العیال بود۔ انکی ولادت پانی پت میں ہوئی۔ سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا لیکن واقعات کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۸۶۰ھ سے دو چار سال قبل ہوئی والد ماجد خواجہ محمود نے محمد نام رکھا۔ پانچ سال

۸۶۰ھ حضرت اللہ دین حضرت مخدوم کے اولاد میں تھے۔ بزرگان سلسلہ چشتیہ صابریہ کے حالات میں سیر الاقطاب نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ۱۰۰۰ھ میں اسکی تالیف شروع کی اور اسی بادشاہ کے عہد میں ۱۰۰۰ھ میں ختم کی۔



کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اون کے عم بزرگوار نے انہیں آنکھوں میں تربیت میں لیا۔ اوائل عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا اس کے بعد بہت جلد تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں محبت الہی کا ان پر غلبہ شروع ہوا۔ بعض وقت بے اختیار ہو جاتے اور گھر چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت ان پر بہت مبذول ہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ خود حضرت مخدوم کے مکان پر آکر ان سے ملا کرتے تھے۔ مخدوم نے دو ایک بار ان سے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت قلندر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وقت آئیگا کہ تمہارے پیر یہاں پانی پت میں تشریف لائینگے اور تم کو مرید کیلئے اور تمہاری تکمیل انہیں سے ہوگی۔ علوم متداولہ کی تحصیل سے حضرت مخدوم کو فراغت ہو چکی تھی۔ اور جذبہ الہی جلد جلد بڑھتا جاتا تھا۔ آخر بتیاب ہو کر یکایک وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر انہوں نے سفر اختیار کیا۔ تقریباً تیس سال تک سفر میں رہے۔ اس زمانہ کے بہت اولیا سے ملے اور حجاز و شام میں برسوں سفر کرتے رہے ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ آتے اور مناسک حج ادا کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوتے پھر شام چلے جاتے۔ حجاز و شام کے اکابر محدثین کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے اور علم حدیث و رجال میں تبحر حاصل کیا طویل سیاحت کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔

حضرت مخدوم قدس سرہ کے پانی پت واپس آنے سے تین چار سال پہلے حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمہ یہاں تشریف لائے تھے۔ یہ بزرگ سید تھے اور ترکستان کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد طلب حق میں تہلک و تہلک وطن سے نکلے اور جابجا سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ اس ملک میں بھی جابجا

پھرتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین سعد گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کچھ مدت تک قیام کے بعد ان کو ارشاد ہوا کہ کلیر جاؤ۔ اس ارشاد کی بنا پر پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر پیران کلیر شریف آئے اور حضرت مخدوم جہاں علاؤ الدین علی احمد صابر چشتی کلیری قدس سرہ الغریب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے اور چند سال تک پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے حضرت مخدوم پاک نے بھی بہت ہی محبت اور شفقت سے ان کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ درجہ کمال تک پہنچایا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

”شمس الدین تو مرا فرزند زاری تھی سبحانہ تعالیٰ خواستہ ام کہ اس سلسلہ باز تو جارا باشد و تا قیامت برپا ماند۔“

وفات سے کچھ پہلے حضرت مخدوم پاک نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ میرے انتقال کے بعد پانی پت جا کر قیام کرو۔ چنانچہ ان کی رحلت (۱۳ ربیع الاول ۹۱۱ھ) کے تین روز کے بعد وہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور پانی پت تشریف لائے اور یہاں تک اختیار فرمائی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے وطن واپس آکر حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک کے تشریف آوری اور قیام پانی پت کا حال سنا اور باشتیاق تمام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور شدید مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں:-

”الغرض سے از ممتازان و محبوبان این طائفہ بود شاہ نے عظیم و طبع کریم و حاجت مستقیم



داشت و اتقدیر ریاضات و مجاہدات بر خود نہادہ بود کہ از غایت شد  
جو غنص امارہ او بصورتے مجسم شدہ از بدن مبارکش جدا افتاد و اما در استقامت  
او هیچ قوتی را نہ نیافت۔

تکمیل کے بعد ۸۰۰ھ میں حضرت شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم کو خلافت دیکر مجازت  
کیا اور اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت بھی انہیں سے متعلق کر دی اور آٹھ سال کے بعد  
۸۰۰ھ میں پانی پت میں متوجہ عالم بالا ہوئے قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے پیر کے حکم سے اور ان کے سامنے اپنے  
فیضان کو جاری کروایا تھا۔ پیر کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور طلبہ اور مریدوں  
کو علوم ظاہر و باطن سے مستفید فرماتے رہے۔ آخر عمر میں شدید استغراق کی حالت پیدا  
ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو حائیر  
و خدام میں سے کوئی شخص آواز بلند ان کے کان کے قریب حق حق حق کہتا۔ اس  
نام پاک کے سننے سے وہ ہوش میں آجاتے وضو کرتے اور نماز پڑھتے نماز کے بعد پھر  
استغراق کی حالت پیدا ہو جاتی۔ ان کا فیض بہت پھیلا اور سلسلہ علیہ چشتیہ صابریہ انہیں  
کے واسطے سے ابھی تک جاری ہے۔ مریدوں میں سے چالیس بزرگوں کو خلافت سے شرف  
فرمایا۔ ان کی رحلت ۱۲ ربیع الاول ۸۰۰ھ میں ہوئی۔ فرار مبارک پانی پت میں ہے پیر  
خلافت صرف انہیں کو دی۔ ان کا نام محمد تھا۔ خلافت دیتے وقت پیر نے ان کو جلال الدین  
لقب دیا اور اسی لقب سے وہ مشہور ہوئے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ بقول صاحب  
سیر الاقطاب ”عمر تشریفش از یک صد و ہفتاد سال زیادہ بود“ ممکن ہے کہ مؤلف سیر الاقطاب  
نے اس روایت کی تصدیق نہ کی ہو لیکن روایتوں اور واقعات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ ان کا سن شریف ایک سو تیس سال سے ضرور زیادہ تھا۔ اوس وقت کے اولیا کی عمر بہت  
ہوئی ہیں چنانچہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد کبیر کبیری کا (جو حضرت مخدوم جلال الدین  
محمد کبیر الاولیا کے ہم عصر تھے) سن شریف ایک سو اکیس سال تک پہنچا تھا (ولادت ۷۶۰ھ  
وفات ۸۲۰ھ) اور دوسرے بزرگوں نے بھی بہت طویل عمریں پائی ہیں۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے حالات کم و بیش متعدد کتابوں میں  
منقول ہیں اور مرات الاسرار اور سیر الاقطاب میں کس قدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں چونکہ  
ان کے مفصل سوانح حیات کا لکھنا یہاں پیش نظر نہیں ہے اس لئے جو کچھ لکھا گیا اسی پر  
اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ جو خلافت نامہ حضرت شاہ ولایت شمس الدین ترک نے ان کو لکھا  
دیا تھا اس کو نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں شاید ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہو  
اس سے ایسی باتیں معلوم ہو سکیں گی جو کسی تذکرہ اور کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اور اس  
علاوہ پیر کی خاص عنایت اور توجہ اور محبت کے جو حضرت مخدوم پر مبذول تھی اوس خلافت  
مطلقہ اور اجازت نامہ کی وسعت کا بھی اندازہ ہو سکیگا جس سے حضرت مخدوم ممتاز ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ  
رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة  
والسلام علی رسولنا محمد پر اور آلہ و صحابہ  
الرسول اعطی لا سدا للہ تعالیٰ وهو علیٰ  
وہو اعطی الخواجه حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز  
بسم اللہ الرحمن الرحیم سب تعریفیں اللہ کیلئے جو  
پروردگار عالمیان ہے اور عاقبت متقیوں کیلئے اور  
وسلام ہو ان کے رسول نیک محمد پر اور آلہ و صحابہ  
رسول نے عطا کیا اللہ تعالیٰ کے شکر اور وہ علی بن ابی طالب  
اور انھوں نے عطا کیا خواجہ حسن بصری کو قدس اللہ سرہ العزیز۔

۸۰۰ھ میں (فتح معجم دکنی) میں بایں جمہول (پٹنہ سے تشریف لے کر مغرب جانب ایک نہایت قدیم قصبہ ہے حضرت مخدوم  
شیخ کبیر قدس سرہ کا یہاں سکین تھا اور یہاں ان کا مزار ہے حضرت شیخ شرف الدین احمد قدس سرہ ان کے فرزند  
انہوں نے قصبہ بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی قصبہ میں ان کا مزار مبارک ہے۔



حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء

اور انھوں نے دیا خواجہ عبد الواحد زید کو اللہ تعالیٰ ان کو خوشبو کے

اور انھوں نے دیا خواجہ فضل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

اور انھوں نے دیا خواجہ ابراہیم دہم نور اللہ تعالیٰ مرقہ کے قبر کو روشن کرے

اور انھوں نے دیا خواجہ خدیجہ مرثیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مٹی کو خوشبو کے

اور انھوں نے دیا خواجہ مہیرہ البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

اور انھوں نے دیا خواجہ علو مشاد دینوری کو مع ولایت

دینور کے قدس اللہ تعالیٰ سرۃ الغریز۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین ابواسحق کو مع

ولایت شام کے اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قدوة الدین ابوالحسن کو مع

ولایت حثت کے اللہ تعالیٰ ان کی مٹی کو خوشبو کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ ابو محمد کو مع اس کے (یعنی ولایت حثت)

اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا ناصر الدین ابویوسف کو مع اس کے

قدس اللہ تعالیٰ سرۃ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ مودود محمد کو مع اس کے اللہ تعالیٰ

ان کی قبر کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ حاجی شریف زبیدی کو اللہ تعالیٰ

کی رحمت ان پر ہو۔

روضتہ  
وہو اعطی الخواجه عبد الواحد زید نور اللہ تعالیٰ

وہو اعطی الخواجه فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ

وہو اعطی الخواجه ابراہیم دہم نور اللہ تعالیٰ مرقہ

وہو اعطی الخواجه خدیجہ المرثیہ طاب اللہ تعالیٰ ثوابہ

وہو اعطی الخواجه مہیرہ البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وہو اعطی الخواجه علو مشاد دینوری مع ولایت

دینور قدس اللہ تعالیٰ سرۃ الغریز۔

وہو اعطی الخواجه قطب الدین ابواسحق مع

ولایت شام نور اللہ تعالیٰ روضتہ۔

وہو اعطی الخواجه قدوة الدین ابوالحسن مع

ولایت حثت طاب اللہ تعالیٰ ثوابہ۔

وہو اعطی الخواجه ابو محمد مع اللہ نور اللہ

تعالیٰ مرقہ۔

وہو اعطی الخواجه ناصر الدین ابویوسف

مع اللہ تعالیٰ سرۃ۔

وہو اعطی الخواجه مودود محمد نور اللہ

تعالیٰ قبرہ۔

وہو اعطی الخواجه حاجی شریف زبیدی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء

اور انھوں نے دیا خواجہ عثمان ہارونی طاب اللہ تعالیٰ

اور انھوں نے دیا خواجہ معین الدین حسن السجری مع

ولایت اجمیر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین بختیار راوشی کو

مع ولایت دہلی کے اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے

اور انھوں نے دیا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کو

مع ولایت اجودھن کے قدس اللہ تعالیٰ سرۃ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ علاء الدین علی احمد الصابر

مع ولایت کلیر کے

اور انھوں نے دیا اس فقیر کو مع ولایت پانی پت کے

اور میں نے خطہ مذکورہ میں اس کو قایم رکھا ہوں خطا کیا ہے

خرقت اور عصا و مقراض اور پیالہ اور حوالہ کیا

جو کچھ کہ میرے قلب میں اور میرے روح میں اور میرے جسم میں

اور میری آنکھ میں میرے بدن میں میرے ریحل میں میرے بن میں میرے

اور میرے اعلان میں ہر باطن میں میرے ظنی فریاد اور میرے خفیہ سرگرمیوں

ابن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں ان کو اسماء حسنہ کے کیا

کے خطاب سے اور وہ (خطبہ) جلال الدین ہند میں

ان کے خطبہ میں اپنے مقام پر قایم کرتا ہوں مع اس کے کہ

اور میں آج کی تاریخ سے کلام اور ارادت کے لئے

وہو اعطی الخواجه عثمان ہارونی طاب اللہ تعالیٰ

وہو اعطی الخواجه معین الدین حسن السجری مع

ولایت اجمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وہو اعطی الخواجه قطب الدین بختیار راوشی

مع ولایت دہلی نور اللہ تعالیٰ روضتہ

وہو اعطی الخواجه فرید الدین مسعود گنج شکر

مع ولایت اجودھن قدس اللہ تعالیٰ سرۃ

وہو اعطی الخواجه علاء الدین علی احمد الصابر

مع ولایت کلیر

وہو اعطی الفقیر مع ولایت پانی پت وانا

فی الخطۃ المذكورۃ واقیمہا وانا اعطیت

خرقۃ وعصا و مقراضا وکاسا وسلمت

ما فی قلبی وروحی وجسمی وعینی وبدنی

ورحلی ومکانی واسرارہ واعلانی طاب

وباطنی لابنہ القلبی وخلیفۃ اسرارہ محمد بن

ابن یعقوب وخطبتہ خطابا باسم من اسماء

الحسنی وهو جلال الدین وانا اقیمہ فی مقام

بھذہ الخطۃ مع سوادھا وانا لا اخلد

رجل من الرجال من بعد هذا التاريخ لاجل



الْقَلَسُوةَ وَالْإِرَادَةَ وَلَكُلِّ مَنْ هُوَ شَائِعٌ أَوْ  
وَحَرْقَهُ وَقَلَسُوةَ عَلَيَّ وَلَكِنِّي سَلَّمْتُهُ مَصِحِّحًا  
وَاجَزْتُ إِجَازَةً إِلَى شَيْخِ الْمَشَائِخِ قَطْبِ الْأَقْطَابِ  
بِذِرِ الزَّهَادِ شَيْخِ جَلَالِ الْمَذْكَورِ وَهُوَ  
أَعْلَمُ بِطَرِيقِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَنَا أَعْلَمُهُ فِي  
مَا بَقِيَ وَهُوَ أَسْبَقُ مِنْ هَوْلَاءِ الدَّرَجَةِ فَلَمْ  
يَلَهُ وَاجِرَتُهُ -

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا  
مردوں میں کسی مرد کا باقی نہیں بچا اور ان میں سے جو  
محب سے ارادت اور خرقہ اور کلاہ کی خواہش رکھتے ہیں  
میں نے ان کو صحیح طور پر تفویض کیا اور ان کے اجازت کے  
اجازت دی کہ رجوع ہوں یا شایخ المشایخ قطب الاقطاب  
شیخ جلال مذکور کے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے  
ہیں اور جو باقی رہا ہے اسکی میں ان کو تعلیم دوں گا اور وہ  
سے بہتر ہیں پس میں نے تم لوگوں کو ان کے تفویض کیا اور  
اون کو اجازت دی۔

خلافت سے شرف کرنے کے بعد باصرا تمام حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے حضرت  
مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کو نکاح کرنے پر مجبور کیا چنانچہ کربال کے ایک بزرگ خاندان  
میں انہوں نے نکاح کیا۔ دو صاحبزادیان اور پانچ صاحبزادے (حضرت عبدالقادر حضرت  
حضرت مخدوم شبلی حضرت کریم الدین اور حضرت عبدالاحد) پیدا ہوئے حضرت عبدالقادر  
والد کی موجودگی میں انتقال ہوا اس لئے حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ان کے دوسرے  
فرزند سجادہ نشین ہوئے لیکن کسی وجہ سے بہت جلد وہ سجادہ نشینی سے کنارہ کش ہو گئے  
اور حضرت مخدوم شبلی جو بقول صاحب مرات الاسرار از اعظم خلفائے والد بزرگوار  
است "سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت مخدوم عبدالقدوس  
سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ بڑے حضرت عبدالکبیر الاولیا تھے  
جو والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے دوسرے حضرت مخدوم شاہ داؤد قدس سرہ (حضرت  
باقر کے جد اعلیٰ) جن کا اس وقت شباب کا زمانہ تھا اور اس وقت سلوک باطنی کے ساتھ  
علوم ظاہر کی تحصیل میں بھی مشغول تھے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے فرزند ان

انشہ میں امیر ممیور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس کو بالکل برباد کر دیا۔ حملہ کی خبر یا کبریت  
شرفاً علما سادات اور اکابر صوفیہ دہلی چھوڑ کر دور دراز مقامات پر چلے گئے اور حملہ کے  
بعد قتل اور اسیری سے بچ گئے انہوں نے بھی دہلی کو خیر باد کہا۔ دہلی جو علم و فضل کا مرکز  
تھا بالکل اجڑ گیا اور علما اور فضلاء اس سے کوئی باقی نہیں رہا۔ برسوں کے بعد سلطان سکندر لودھی  
نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک علمی حیثیت سے اس شہر کو فروغ  
ہو سکا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے جو پور میں ایک نئی سلطنت موسوم بہ سلطنت شرفیہ قائم ہو چکی  
تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی نے اپنے زمانہ سلطنت (۱۵۵۶ء تا ۱۵۷۵ء) میں اس کو بہت فروغ  
دیا۔ علما و فضلاء کو دور دور سے طلب کر کے جمع کیا اور جو پور کو علم و فضل کا مرکز کر دیا۔  
لیکن ان کے انتقال کے بعد ہی اس سلطنت کا زوال شروع ہوا اور جو پور بھی علما و فضلاء  
خالی ہو گیا۔ اس وقت تمام ہندوستان میں صرف بہار کا ایک خطہ محفوظ رہ گیا تھا جہاں  
علم کا فیضان جاری تھا اور جا بجا اچھے اچھے علما موجود تھے۔ زمانہ قدیم سے خطہ بہار علم کا  
مرکز رہا ہے۔ بودہ اور ہندوؤں کے زمانہ میں قصبہ بہار کے قریب جو ادین بڑی بڑی درگاہیں  
زمانہ وراثت تک قائم رہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا علما و فضلاء  
سادات و مشایخ دور دور سے آکر اس خطہ میں جا بجا سکونت پذیر ہوئے چنانچہ اس وقت  
سے تیرھویں صدی کے آخر تک علم و فضل کے اعتبار سے خطہ بہار بہت ممتاز رہا اور  
اس کے قریہ قریہ سے علم و فضل کا فوارہ جوش مارتا رہا۔

طریقت کا دار و مدار سنت نبوی کے علم و عمل پر ہے۔ اکابر طریقت خود بلند پایہ  
عالم ہوئے ہیں اور ہمیشہ مریدوں کو تحصیل علم کے لئے تاکید کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام  
شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اندریں راہ علم درجہ



اولیں وارد حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز قدس اللہ سرہ الغریب سہیل کی عمر میں حضرت ختم المشیائخ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد غلبہ حال سے مجبور ہو کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو پڑھنا چھوڑ دوں تاکہ ہمہ تن یکسو ہو کر مشاغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ میں کسی مرید کو تحصیل علم سے دست بردار ہونے کا حکم نہیں دیکرتا۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل علم کے لئے پانی پت سے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دہلی اور جونپور علم سے خالی ہو چکے تھے اس لئے لاچار بہار کی جانب انکی توجہ منقط ہوئی۔ وطن اور اہل وطن کو چھوڑا اور بہار کی جانب روانہ باوجودیکہ خطہ بہار علم کا مرکز رہا ہے مگر کسی بادشاہ کے عہد میں کوئی درسگاہ اور طلبہ کی اقامت کے لئے دارالاقامت تعمیر نہیں کیا گیا۔ علما اپنے اپنے گھروں یا قریہ کی مسجد میں خالصاً وجہ اللہ درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ کسی بزرگ کے علم و فضل کی شہرت شکر بے سرو سامانی کے ساتھ آتے اور اس قریہ کے اہل قدرت و اہل خیر حضرت حسب موقع حسب حیثیت دو دو چار چار طالب علموں کے خور و نوش اور جملہ محتاج کے کفیل ہو جاتے اور اگر گنجائش ہوتی تو اپنے گھروں میں ورنہ محلہ یا قریہ کے مسجد میں ان کے قیام کا انتظام کر دیتے۔ مایحتاج سے بے فکر ہو کر طلبہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد جب قصبہ بہار میں پہنچے ایک سید صاحب ان کے ضروریات کے کفیل ہوئے اور اپنے مکان کا ایک بیرونی حجرہ ان کو سکونت کے لئے دیا وہ اطمینان کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

سید صاحب کو صرف ایک صاحبزادی تھیں جو سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں لیکن کھنکھنے نہ ملنے کے باعث ان کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکے تھے اور اسی سبب سے ان کو اور ان کے حرم کو بہت فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد کو سید صاحب کے مکان میں رہتے دو دیرہ سال ہو چکے تھے کہ سید صاحب کو کسی طرح حضرت مخدوم کی خدمت خاندانی شرافت کا بلکہ خود اُنکی بزرگی اور قدس اور واصل الی اللہ ہونے کا حال یکایک منکشف ہو گیا۔ انہوں نے اپنی حرم کو مطلع کیا اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ لڑکی حضرت مخدوم شاہ داؤد سے منوب کر دی جائے۔ دو تین روز کے بعد سید صاحب نے حضرت مخدوم سے گفتگو کی وہ سکر بے حد متفکر اور پریشان ہو گئے اور اقرار یا انکار کچھ نہ کر سکے اقرار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب کو بہار میں سید شہور تھے لیکن حضرت مخدوم کو ان کے حسب و نسب کے متعلق مطلق واقفیت نہ تھی اور جب تک اس کے چاہت سے کامل اطمینان نہ ہو لیتا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ انکار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب نے ان کو مثل اپنے فرزند کے آرام سے رکھا تھا اور طہر سح اوں کے خبر گیراں رہے تھے انکار کرنا سرسرا حسان ہندی کے خلاف تھا۔ ان وجوہ سے حضرت مخدوم نے اول اپنی غریبہ وطنی اور طالب علمی کا عذر پیش کیا لیکن جب سید صاحب نے ان عذرات کو قبول نہیں کیا تو مجبور ہو کر غور کرنے کے لئے دو تین روز کی ہملت طلب کی۔ حضرت باقر کے خاندان میں یہ روایت ایابن جعد مسلسل چلی آرہی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ داؤد علیہ الرحمۃ اوس روز اس قدر پریشان ہوئے کہ نہ کھانا کھا سکے نہ بیتی پڑھ سکے اور رات کو عشا کے بعد ہی بستر پر لیٹ گئے۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوں کو مشرف کیا اور فرمایا "فرزند تم فکر مند اور پریشان نہ ہو سید صاحب واقعی سید



ہیں اور میری اولاد میں ہیں تم اون کا پیام قبول کر لو" حضرت مخدوم کو اس ارشاد نے بالکل مطمئن کر دیا اور صبح ہوتے ہی سید صاحب پر رضا مندی کا اظہار کیا۔ اونہوں نے متبسم ہو کر کہا "صاحبزادے میرے کہنے سے تم کو اطمینان نہیں ہوا جب وہاں سے ارشاد ہوا تو تم مطمئن ہوئے۔ چند روز کے بعد سید صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مخدوم سے کر دیا گیا اور اس پابندی کی وجہ سے وہ پھر پانی پت نہ جاسکے اور قصبہ بہار میں ایک محلہ بیگن آباد تھا وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت مخدوم شاہ داد و رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے والد حضرت مخدوم شاہ عبدالقدوس حضرت شاہ محمد قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت ملی تھی۔ اون کے پوتے حضرت مخدوم شاہ اسحق کو جو کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے (حضرت مخدوم شیخ شعیب قدس سرہ العزیز نے آغوش تربیت میں لیا یہ بزرگ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بھلی میری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین قدس سرہ کے فرزند تھے۔ شباب کے زمانہ میں عم بزرگوار سے مرید ہو کر ریاضت میں مشغول ہوئے اور بہت جلد ان پر جذب کاغلبہ ہوا اور سالہا سال تک قائم رہا۔ مخدوم الملک کی رحلت (کنسٹنٹ) کے بعد اون کے خلیفہ رستین حضرت مخدوم مظفر شمس بھلی مکہ معظمہ چلے گئے چند سال کے بعد واپسی میں عین میں ٹہرے۔ وہاں بیمار ہوئے اور اپنے برادر زادہ حضرت مخدوم حسین بن شیخ نور الدین بن بھلی کو خلافت دے کر ۲۷ جمادی الاول ۱۱۸۸ھ کو عدنان میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم بہار آئے اور سجادہ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اون کے انتقال (۱۲۲۸ھ) کے بعد اون کے فرزند اور خلیفہ حضرت شیخ حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ شعیب کو ان کی سجادہ نشینی کے زمانہ میں جذب سے افاقہ ہوا اور تکمیل کے لئے اون کی

جانب متوجہ ہوئے اور ان سے خلافت حاصل کی۔ اون کا آخر زمانہ تھا کہ حضرت مخدوم شاہ اسحق اون کے آغوش تربیت میں آئے اور تعلیم و تربیت کے بعد سلسلہ علیہ فردوسیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت باقر کے خاندان میں حضرت شاہ اسحق قدس سرہ سے ایک اس سلسلہ میں اباعن جد خلافت چلی آرہی ہے۔

گیا سے تین میل شمال کے جانب بیتھو نامی ایک موضع ہے حضرت سید السادات سید اشرف جہانگیر سہستانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار قصبہ کچھوچھو ضلع جونپور میں ہے) کے ہمشیر زادہ کے اولاد میں ایک بزرگ یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ان بزرگ کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ بیتھو میں صاحب سجادہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ اسحق قدس سرہ کے پوتے حضرت برہان الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں کی شاہی ان کی صاحبزادی سے ہوئی اور وہ بہار سے تشریف لاکر بیتھو میں سکونت پذیر ہوئے لیکن اہل خانہ کے انتقال کے بعد اس موضع میں قیام نہ کر سکے اور اپنے دونوں فرزند حضرت شاہ نور اور شاہ منصور (جو حضرت باقر کے اجداد میں ہیں) کو ہمراہ لے کر دیوڑھ چلے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی موضع میں (حضرت شاہ کوہنگر اے عالم آخرت ہوئے اون کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ ماہرو (ین مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ سرور بن مخدوم شاہ منصور بن مخدوم برہان الدین عرف بندگی اخوند میاں) دیوڑھ سے پیر گڑھ آئے۔ اوس وقت یہ جگہ صرف چند جھوڑیوں کی بستی تھی اور اوس کا نام بھی کچھ دوسرا تھا۔ چونکہ یہ جگہ تنہائی کی تھی اور دیوڑھ سے قریب بھی تھی اون کو پسند آئی تاکہ اپنے عزیزوں سے قریب رہ کر تنہائی میں فارغ البالی سے مجاہدہ اور عبادت الہی میں مصروف رہے موضع دیوڑھ پیر گڑھ سے جانب غرب مایل بہ شمال نو کوس پروتا ہے۔



رہیں۔ بعد میں مستقل طور پر وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے اور ان کے قیام کے باعث اس بستی کا نام پیر گنج شہور ہوا۔

حضرت باقر کے والد ماجد حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ (بن شاہ حبیب بن شاہ ہدایت اللہ بن شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہر) نے ابتدائی تعلیم پیر گنج میں حاصل کی اور بعد طلب علم کی غرض سے لکھنؤ چلے گئے۔ اور وہیں نواب سعادت علی خاں کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور لکھنؤ میں حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) بیسویں سال کے درجہ کا دریاۓ فیض جاری تھا۔ حضرت شاہ وارث علیؒ ان کے حلقہ درس میں داخل ہوئے۔ شاگرد کی ذہانت اور شوق تحصیل علم اور ان کی صفات برگزیدہ کو دیکھ کر استاد ان پر بہت مہربان ہوئے اور نہایت توجہ اور محبت سے تعلیم دی۔ چند سال میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور سند فضیلت لیکر وطن واپس تشریف لائے۔ ان کے والد ماجد حضرت شاہ حبیب اللہ قدس سرہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بڑے چچا حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سجادہ ارشاد پر تھے اور ان کا فیض ظاہری و باطنی جاری تھا۔ تحریر مرقومہ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ اسحق قدس سرہ کو حضرت مخدوم شیخ شعیب علیہ الرحمۃ نے سلسلہ فردوسیہ میں خلافت دی تھی اور ان سے یہ سلسلہ ان کے خاندان میں جاری ہوا۔ حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو اس سلسلہ میں خلافت ان کے والد ماجد حضرت شاہ ہدایت اللہ سے ملی تھی لیکن ان کی طلب باقی رہی اور پٹنہ جا کر حضرت مولانا محمد منعم پاک ابوالعلائی نقشبندی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۲۳۱ھ) سے بیعت کر کے ۱۰۳ سال کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہ کر سلسلہ ابوالعلائیہ

حضرت شاہ اہل اللہ  
قدس سرہ کا  
خلافت حاصل کرنا

نقشبندیہ اور قادریہ میں ان سے خلافت حاصل کی اور ان کی رحلت کے بعد پیر گنج واپس تشریف لائے۔ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ لکھنؤ سے پیر گنج واپس آ کر عمر بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور تحصیل کمالات باطنی میں بہت محنت و مجاہدہ کیا تکمیل کے بعد حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ نے ان کو سلسلہ فردوسیہ اور سلاسل ابوالعلائیہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت دی اور چند ماہ بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۳۲ھ کو پیر گنج پیر سال متوجہ مقصد صدق عند ملک مقتدر ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

حضرت شاہ حبیب اللہ کی رحلت

حضرت باقر کے اجداد میں ہر بزرگ حضرت شاہ اہل اللہ اور حضرت شاہ حبیب اللہ قدس سرہ ہما تک دنیا سے بالکل کنارہ کش رہے اور شرف ولایت سے محتار رہے ان بزرگوں کے عمر کا ابتدائی تحصیل علم میں صرف ہوا اور ان کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کے جانب متوجہ ہوئے باطنی تکمیل کے بعد خلافت حاصل کی اور بقیہ تمام عمر طلبیہ اور مریدانہ کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں صرف کر دی۔ یہ لوگ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہے اور عمر کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ ان کا ذریعہ معاش محض بقدر مایحتاج زراعت اور کاشتکاری رہا۔

حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ کی ولادت کے پہلے ہی ایٹ انڈیا کمپنی کا تسلط بنگال اور بہار پر ہو چکا تھا اور نظم انگیزی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اس زمانہ میں اور اس کے بہت برسوں بعد تک اصلاح کی اعلیٰ خدمتوں پر تو صرف انگریز ہی مامور ہو کر تھے لیکن ان کی ماتحتی میں ذیلی خدمتوں کے لئے جیسے سب ججی اور ویٹی کلکری وغیرہ) اعلیٰ اور ذلی اثر خاندان کے ذوی علم اور ذوی وجاہت مسلمانوں کی تلاش رہا کرتی تھی اور جس طرح

حضرت شاہ وارث علیؒ  
ملازمت قبول کرنا



ہو سکتا گورنمنٹ اکثر ایسے ہی لوگوں کو رخصتی کر کے ان خدمتوں پر مامور کرتی تھی۔ حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے خاندان کی بزرگی اور برگزیدگی سے گورنمنٹ کے حکام پہلے ہی سے واقف تھے۔ تکمیل علوم کے بعد لکھنؤ سے جب وطن واپس آئے تو اوس کے علم و فضل کی کیفیت بھی حکام مقامی تک پہنچی اور اون کی جانب سے اُن پر سرکاری ملازمت کے قبول کرنے کا تقاضا شروع ہوا۔ خاندانی قدیم طریقہ کے خلاف اوہوں نے خود کو دنیا کے کاروبار میں پھنسانا نہیں چاہا اور چند سال تک برابر انکار کرتے رہے آخر اون پر اس قسم کی مجبوریاں عاید کی گئیں کہ اوہیں ملازمت قبول کرنی ہی پڑی اور گورنمنٹ نے سررشتہ عدالت میں خدمت دے کر اون کا تقرر ضلع شاہ آباد کے مستقر آ رہا کیا۔ ضلع شاہ آباد میں اوس وقت بہت بڑے زمیندار باؤکنورنگہ کے والد تھے۔ وہ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ سے ملکر اون کی بزرگی و برگزیدگی اور اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی زمینداری کی زمین میں سے ایک قطعہ شہر آ رہ کے باہر شرقتی جانب بطور مذکر کے عقیدتاً پیش کیا اور قبول کرنے پر مصر ہوئے۔ اوہوں نے قبول کیا اور اوس کے ایک مختصر حصہ پر اپنی سکونت کے لئے سفال پوش خام مکان تعمیر کیا اور بقیہ حصہ کو قطعہ قطعہ کر کے لوگوں کو دے کر ایک محلہ بنام ناظر گنج آباد کیا جو اب بھی موجود ہے۔ تقریباً بیس سال تک ملازمت کی اور تمام مدت ملازمت آ رہ ہی میں رہے۔ اکیاون یا باون سال کی عمر تھی

شہ۔ کنورنگہ اور اُن کے آباد اجداد ضلع شاہ آباد آ رہ کے موضع جگدیس پور کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے زمیندار تھے۔ شہ کے خد میں انگریزی دیسی فوج باغی ہو کر آ رہ آئی اور ان فوجیوں نے باؤکنورنگہ کو زبردستی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں باغی فوج خود بھی برباد ہوئی اور کنورنگہ نے بھی زخمی ہو کر دنیا کو خیر باد کہا۔

کہ اسپہال کبھی میں مبتلا ہوئے۔ جب علالت زیادہ ہوئی تو پیرنگہ تشریف لے گئے اور وہاں ۹ ارجب المرجب ۱۲۲۹ھ کو جسم کے دن نماز صبح کے وقت رگڑ لے عالم جاودانی ہوئے کی رحمت نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور پیرنگہ کی آبادی کے باہر جانب جنوب اپنے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ اور عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہا کے جوار میں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

حضرت شاہ وارث علی نے گورنمنٹ قبول کر لی تھی لیکن تمام عمر اوہوں نے اپنی قدیم خاندانی روش ہی کو قائم رکھا۔ آ رہ میں سکونت کے لئے جو مکان تعمیر کیا تھا وہ مٹی کی دیواروں کا سفال پوش مکان تھا۔ اسی میں مقیم رہے اور پختہ مکان کی تعمیر کبھی خیال نہیں کیا۔ پیرنگہ میں اون کو موروثی مکان کا جو حصہ ملا تھا وہ مختصر سا تھا جب اولاد ہوئی اور مکان کی تنگی زیادہ تکلیف دینے لگی تو ارادہ کیا کہ اوس قدیم مکان پر مٹی کی دیواروں کی ایک بالائی منزل تعمیر کریں تاکہ تنگی رفع ہو جائے۔ اون کے بڑے بھائی حضرت شاہ بندہ علی صاحب قدس سرہ نے منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر بالافانہ تعمیر کرو گے تو نفس اور شیطان چونکہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت تم اون سے دھوکا کھاؤ اور تمہارے دل میں برادری کے غریب لوگوں پر ایک گونہ تفوق کا خیال گزرے۔ بھائی کے فرماتے ہی اس ارادے سے باز آئے اور پھر کبھی اوہوں نے اس مکان میں اضافہ یا اس کے علاوہ دوسرے مکان کے تعمیر کا ارادہ نہیں کیا۔ ملازمت کے زمانہ میں دوستوں کے مجبور کرنے سے چند گاؤں خرید لئے تھے مگر جب تک زندہ رہے اُن کی آمدنی میں سے ایک پیسہ اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں صرف نہیں کیا۔ جو کچھ وصول ہوتا اپنی برادری کے لوگوں اور دوسرے اہل حاجات کی ضرورتوں میں صرف



کر دیتے اور ان کا دسترخوان ہمیشہ بہت وسیع رہا اور کسی سائل کے سوال کو رو نہیں کیا۔ کسی وقت اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنے پہنے کا کپڑا سائل کو دیدیتے اور خود تکلیف ادا کر دیتے اور مریدین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ انہوں نے ہمیشہ جاری رکھا جو طلبہ ان سے پڑھتے ان کے تمام ضروریات کے وہ کفیل ہوتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے نیم شب کے بعد سے اشراق تک نماز ذکر شغل اور ملاقات قرآن پاک میں مصروف رہتے اور ایک لمحہ بھی یاد الہی اور مشغولی باطن سے خالی نہیں جاتا۔ لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی حسن خلق اور خلوص کے ساتھ ملتے۔ وہ نہایت با مذاق حاضر جواب اور زندہ دل تھے اور ان کی حاضر جوابی کی نہایت لطیف لطیف باتیں میں اپنے بزرگوں سے سنی ہیں لیکن ان کو یہاں قلمبند کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ان کی تھوڑی صحبت بھی اوٹھائی تھی وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے اخلاق و خلوص و محبت اور برگزیدگی کو تمام عمر نہیں بھولے راقم کی سترہ اٹھارہ سال کی عمر تک چند اشخاص جو ان کی صحبت میں رہے تھے زندہ تھے ان کے سامنے جب کبھی ان کا ذکر آتا وہ بے حد متاثر ہو جاتے اور دیر تک نہایت صحبت اور عقیدت کے ساتھ ان کے اخلاق اور ان کے محاسن کا ذکر کرتے رہتے۔ ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے ان کی خدمت گاری کی تھی ان کا ذکر جب ان کے سامنے ہوتا تو ان کی آنکھوں سے بعض وقت بے اختیار آنسو جاری ہو جاتا۔ اللہ اللہ وہ کیسے مخلصانہ اخلاق ہوں گے جن کا اثر ان کے ملتے والوں کے قلوب میں دایماً قائم رہا اس میں شک نہیں کہ وہ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٍ کے منظر تھے بلازمت قبول کرنے کی وجہ سے اپنے ہم عصر بزرگوں میں حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ دنیا و خیال کے جاتے تھے مگر ان دنیا دار جیسے اس زمانے کے بڑے بڑے دین دار بھی نظر نہیں آتے۔

حضرت شاہ وارث علی کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ یار اللہ بن مولانا محمد اعظم بن مولانا احمد کبیر بن حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور کی صاحبزادی تھیں اور ان کی ہم جد تھیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی شادی حضرت مولانا میر سید عبدالقادر بن سید کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ بزرگ موضع میران بیگہ لکھا ور کے رہنے والے اور حضرت سیدنا سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی اجمیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں تھے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال ہوئے کہ ان کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سید فیروز بہاں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوئے اور ان کی اولاد اس موضع میں آباد ہے۔ حضرت شاہ وارث علی کے انتقال کے بعد ان کی اہل خانہ تقریباً چالیس سال بقید حیات رہیں اور سال ۱۲۸۹ھ میں پیر بیگہ میں انتقال کیا اور ان کے قبر کے متصل دفن ہوئیں۔ حضرت شاہ وارث علی نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی پیر بیگہ میں خاندان ہی کے ایک صاحب حضرت شاہ منور علی سے ہوئی اور ان کے صرف ایک ہی فرزند شاہ محمد اکرم صاحب علیہ الرحمہ زندہ رہے انہوں نے بیٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں مکان تعمیر کر کے سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں سال ۱۳۱۰ھ میں اکہتر سال کی عمر میں انتقال کیا اور ان کے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم ان کا جنازہ پیر بیگہ لائے اور آبائی قبرستان میں دفن کیا۔ دوسرے فرزند حضرت سید شاہ حسین علی خاں بہادر تھے۔ ان کے بعد ایک صاحبزادی تھیں جنکی شادی موضع کاظم میں شاہ رمضان علی صاحب سے ہوئی اور انکی اولاد اسی موضع میں سکونت پذیر ہیں

۱۔ موضع میران بیگہ لکھا در سادات کی بستی ہے۔ پیر بیگہ سے بیس میل جانب شمال یاں بھرت اور گیا بیٹنہ روئے ہیں۔  
۲۔ جہاں آباد سے چار میل پر واقع ہے۔



چوتھے فرزند حضرت سید شاہ باقر علی باقر تھے۔

حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ کے بڑے فرزند سید شاہ حسین علی خان بہادر  
۹ ابرزی الحجۃ ۱۲۲۱ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۰۶ء شب یکشنبہ طلوع صبح سے ایک گھنٹہ پیشتر صبح  
کبرہ میں پیدا ہوئے۔ اوایل عمر میں تعلیم میں مشغول ہوئے اور طلب علم ہی کے زمانہ میں والد  
سے مرید ہوئے اور سلاسل فردوسیہ اور ابوالعلائی نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں  
خلافت لی۔ والد کی رحلت کے بعد وہ پیر گاہ میں مقیم رہے لیکن بہت جلد اون پر نوکری کے  
لئے تقاضہ شروع ہوا اور ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں ملازم ہو گئے ۱۸۵۰ء (۱۲۶۳ھ)  
میں جب غدر ہوا وہ ضلع سارن چھپرہ کے سب ڈویژن سیوان پر متعین تھے اون کے  
حسن انتظام کے باعث وہاں کا خزانہ اور کچھری بلکہ سار سب ڈویژن غدر کے آفات  
محموظ رہا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اون کی کارگزاریوں کا بہت کچھ اعتراف  
کیا اور خان بہادری کا خطاب دے کر بھدہ ڈپٹی کلکٹر ہی اون کو آ رہے کے صدر سب ڈویژن  
پر متعین کیا۔ جب تک وہ ملازم رہے اپنے فرائض کو نہایت احتیاط سے انجام دیتے رہے  
لیکن نوکری سے وہ ہمیشہ کارہ رہے چنانچہ ۱۸۵۸ء (۱۲۷۱ھ) میں اونہوں نے استعفاء  
دے دیا لیکن گورنمنٹ نے منظور نہیں کیا۔ چند سال کے بعد کچھ خانگی ضروریات کا غرض  
کر کے ۱۸۶۲ء (۱۲۸۰ھ) میں جب وہ بھاگل پور میں اسٹنٹ کمشنر تھے پھر استعفاء دیا لیکن  
اب بھی منظور نہیں کیا گیا اور ایک سال کی رخصت پوری تنخواہ پر دی گئی آخر کار ۱۸۶۳ء  
کی ملامت کے بعد ۱۸۶۵ء (۱۲۹۱ھ) میں نشن مے کر خدمت سے بیکدوش ہوئے  
پانچ چھ سال کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

شہ موضع کٹرہ گیا پٹنہ ریوے لاین کے اسٹیشن پٹلا کے قریب سادات کی بستی ہے۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کشیدہ قامت مناسب الاعضا اور صبح اللہ حضرت شاہ حسین علی  
تھے ان کا سینہ چوڑا چہرہ کبابی آنکھیں بڑی اور خوبصورت اور وارثی گہنی اور لمبی  
چہرہ سے نہایت درجہ بزرگی اور بزرگی ظاہر ہوتی تھی۔ اُس زمانہ کے تمام اقسام کے  
کے فنون سپہ گری میں کامل تھے۔ گھوڑے کی سواری میں میر کریم اللہ صاحب مرحوم (جن کا  
حال بعد میں بیان کیا جائے گا) کے شاگرد رشید تھے اور صاحب کمال تھے۔ انتقال سے  
چند سال پہلے اون کے دونوں ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری پیدا ہو گئی تھی جس  
وہ چلنے پھرنے بلکہ نشست و برخاست سے بھی بالکل معذور ہو گئے تھے لیکن دماغ کی قوت  
اور سماعت اور بصارت رحلت کے وقت تک ویسی ہی قائم رہی جیسی کہ جوانی میں تھی۔

وہ بڑوں کا بہت احترام کرتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے اپنے  
برابر کے لوگوں سے نہایت گرمجوشی اور محبت سے ملا کرتے اور ان کی صحبتوں میں بہت  
زندہ دلی کا اظہار کرتے۔ عزیزوں اور قرابت داروں کی ہر طرح خیر لیتے رہتے اور ان کی  
ہر ضرورت کے وقت امداد کرتے اہل برادری کے نادار لوگوں کی پوشیدہ طور پر امداد  
کر کے اون کی لڑکیوں کی شادی کرا دیتے۔ جب تک رعشہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے  
سے معذور نہیں ہوئے اون کا ہمیشہ معمول رہا کہ اشراق کے بعد ایک بیالی چپا پی کر  
ہاتھ میں لکڑی لے کر گھر سے نکلے اور تمام بستی میں پھر کر پہلے ہر عزیز و قرابت دار کے گھر جا  
اور سب کی خیریت اور ضرورت دریافت کرتے اوس کے بعد دوسرے اہل بستی کے  
گھروں پر جا کر اون کی خیریت دریافت کرتے نوبے تک گھر واپس آتے اور چاشت  
کی منازکے بعد پھر چائے پیتے اور باہر کے برآمدہ میں آکر بیٹھ جاتے اس  
وقت جو لوگ آتے اون سے ملنے چونکہ طبیب بھی تھے اس لئے اہل بستی کا

حضرت شاہ حسین علی کے  
اطلاق و عادات



علاج بھی کر لیتے تھے اور ان کو اپنے پاس سے دوائیں دیتے تھے جو بیمار اُن کے پاس نہیں آسکتا تھا خود اُس کے گھر جا کر اُس کو دیکھ لیتے تھے۔ چونکہ صائب رائے تھے اس لئے لوگ ان کے پاس آتے اور اپنے معاملات میں رائے لیتے اور اُن کو تہایت صائب رائے ملا کرتی۔ ملازمت کے حالت میں بھی وہ طلباء کو درس دیتے اور اہل طلب کو مرید کرتے تھے۔ پیرنگہ اور اطراف کے بستیوں کے بہت لوگ اُن سے مرید تھے اُن کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت یاد الہی میں مشغول رہتے تھے پیشین کے بعد اُن کا معمول رہا کہ رات کو کھانا کر سارے نوبتے استراحت فرماتے۔ دو بجے بیدار ہو جاتے اور اشراق کے وقت تک نماز و وظائف اور اشغال وادکار میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد بستی میں گشت کرتے چاشت کے وقت واپس آکر چاشت کی نماز پڑھتے اور چار پی کر برآمدہ میں بیٹھتے۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر قیلو کہ کرتے دو بجے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور عصر تک تلاوت کلام اللہ شریف میں مصروف رہتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر برآمدہ میں تشریف لاتے اور مغرب تک لوگوں سے ملتے رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک وہ ذکر مراقبہ اور اشغال میں مصروف رہتے۔ سخاوت اور شجاعت صبر اور تحمل، رضا اور تسلیم میں وہ اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے۔

حضرت شہید شاہ حسین علی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے دئے کی اولاد اور اولاد کے بیٹے سب اولاد میں بڑی تھیں اُن کی شادی قصہ ارول میں شاہ شجاعت حسین صاحب جم سے ہوئی اُن کے اکلوتے فرزند سید شاہ محمد قاسم صاحب اپنے والد کی جگہ ارول میں سجادہ نشین ہیں۔ بیٹوں میں سب میں بڑے شاہ عبدالغنی صاحب تھے اُن کے بعد دوسرا

شہ گیارہ کے راستہ میں اور گیارہ سے ۴۴ میل پر قصبہ بون ندی کے کنارے واقع ہے سادات اور شاہین کی سب

محمد رشید پھر مولوی محمد تقی پھر مولوی شاہ محمد تقی اور سب میں چھوٹے مولوی محمد ذکی تھے جن کی شادی حضرت باقر کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ پیشین لینے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کے صبر و تحمل رضا و تسلیم کا امتحان شروع ہوا۔ وہ رعشہ کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ہاتھ پاؤں سے بالکل معذور ہو گئے اور اس کی وجہ سے آخر عمر تک سخت تکلیف اٹھاتے رہے باوجود اس کے اُن کے معمولات نماز روزہ و ردو وظائف اور اشغال ظاہری و باطنی میں مطلق کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور رحلت کے وقت تک اس حالت پر استقامت کے ساتھ قائم رہے جسمانی تکلیف کے علاوہ وہ اُن صاحب میں مبتلا ہوئے جو انسان کے لئے سخت ترین ابتلا ہے۔ ۱۲۹۰ھ میں اُن کے چھوٹے فرزند مولوی محمد ذکی دق میں مبتلا ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اُن کے بعد اُن کے بڑے فرزند مولوی عبدالغنی (جو سررشتہ ایفون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے) انتقال کر گئے۔ پھر بیٹی اور بیوی کا انتقال ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُن کے بہت محبوب فرزند مولوی محمد تقی (جو سررشتہ عدالت میں مامور ہو کر گیا کے سب ڈویژن اورنگ آباد پر متعین ہوئے تھے) ایک روز پکیری سے آکر عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے کرتے بیمار ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس پیرانہ سالی اور جسمانی معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین بیٹوں کا پے درپے انتقال ہوا مگر اُن کو ذرا غم نہ ہوا اور صبر و استقامت رضا اور تسلیم کا دامن اُن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ مولوی محمد تقی کا جس وقت انتقال ہوا اُن کے چچا حضرت باقر قدس سرہ ینٹن میں تھے۔ بڑے بھائی نے اس حادثہ کی اطلاع اُن کو تار دے کر کی۔ ان بھتیجے کو وہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے خیر کے سنتے ہی بیتاب ہو کر پیرنگہ روانہ ہو گئے۔ عصر کے



وقت بھائی کے پاس پہنچے وہ حسب معمول برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ ہوئے تھے حضرت باقر نے بھائی کو سلام کیا اور ان کی بڑھی معصوم صورت دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور جس وقت قدموں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ نے فرمایا "ہاں ہاں باقر صبر صبر جناب باری کار شاد دیا و کرو فرماتا ہے :-  
وَلَنبَلُوْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ  
وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۚ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۚ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَندُونَ ۝  
یہ وقت صبر اور استقامت کا ہے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی التجا کرو اور ثنایت قدم رہو۔ اللہ اللہ پیری اور معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین جوان نہایت صالح اور سعادت مند بیٹے داغ مفارقت دیتے ہیں اور باپ اپنے چھوٹے بھائی کو رضا و تسلیم کی ہدایت کرتا ہے :- رضا اور تسلیم صبر و استقامت کی یہ حالت صرف اولیاء اللہ ہی میں پائی جاسکتی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اس بشارت کے مصداق ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا يَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبَشِّرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ۝  
نَحْنُ اَوْلٰیوْكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهٰی اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدْعُوْنَ ۝ نَزَّلَا مِنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کی رحلت پیر گیم میں ۱۳ اردی ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۱۸ء یکشنبہ کو صبح کے چار بجے نماز صبح کے آغاز وقت سے ایک گھنٹہ پہلے آج

حضرت شاہ حسین علی  
کی رحلت

نماز ظہر کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اس کے بعد پیر گیم کی مسجد کے متصل دفن کئے گئے۔  
اون کی رحلت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اون کی عادت تھی کہ عشا کی نماز کے بعد وہ کھانا کھا کر سو جاتے تھے جس صبح کو اون کا انتقال ہوا اس شب کو کھانا نہیں کھایا اور نماز عشا کے بعد خدمتکاروں کو جو رات کی خدمت پر متعین تھے فرمایا کہ تم لوگ حسب معمول حجرہ کے باہر بیٹھو اور مجھے جائے نماز پر بیٹھا رہنے دو۔ آدھی رات کے کچھ بعد خدمتکار کو بلایا اور استنجا کر کے وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ تین بجے شب کو خدمتکار کو کہا کہ تفتی کو بلا لاؤ۔ خلاف معمول طلبی پر مولوی محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور فوراً حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ مرنے کا بھی ہے اب میرا بھی وقت آچکا ہے اور جانے والا ہوں۔ شاہ محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور رونے لگے۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو اس کے بعد چند منٹ تک اون سے گفتگو کر کے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "تفتی کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا" اونہوں نے عرض کیا کہ ابھی تو دیر ہے۔ اس کے بعد آدھے گھنٹہ تک پھر مراقب بیٹھ رہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا شاہ محمد تقی صاحب نے کہا کہ نہیں۔ اونہوں نے حکم دیا کہ جاؤ یا ہر آسمان کو دیکھو وہ گئے اور آ کر عرض کیا کہ ابھی تو ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ یہ سکر حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمام عمر نماز وقت پر پڑھی ہے آج جب ہملت نہیں ہے تو قبل از وقت ہی سہی یہ لکھ کر اونہوں نے صبح کی سنت اور فرض نمازیں ادا کیں اور مراقب بیٹھ گئے اور گھر کا عالم جاودانی ہوئے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے بعد اون کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک مولوی نذیر احمد شاہ علی



محمد رشید صاحب جو سررشتہ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے اور ملازمت ہی کے زمانہ میں ۹ شوال ۱۲۱۶ء مطابق ۲۰ فروری ۱۸۹۹ء کو دوشنبہ کے روز پیرگبہ میں انتقال کیا اور والد کے قریب دفن ہوئے۔ دوسرے مولوی شاہ محمد تقی صاحب تھے انہوں نے تکمیل علوم اور سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد پیرگبہ میں قیام رکھا اور کسی ملازمت کی جانب توجہ نہیں کی۔ ان کی رحلت ۸ رمضان المبارک ۱۲۱۶ء مطابق ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء چہار شنبہ کے روز پیرگبہ میں واقع ہوئی اور یہ بھی اپنے والد ماجد کے قبر کے نزدیک دفن کئے گئے۔ مولوی محمد رشید صاحب لا ولد رہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے اکلوتے فرزند حکیم افتخار حسین صاحب گیا میں مطب کرتے ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب کے فرزند پیرگبہ میں ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب مرحوم کے بڑے فرزند شاہ واعظ الدین محمد رضی رحمہ اللہ ۱۹ ربیع الاول ۱۲۹۲ء مطابق یکم جون ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ تجارت کی عرض سے امریکہ گئے تھے وہاں صوبہ پنسیلوانیا کے شہر ڈی ٹرایٹ میں بتاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲۲ء مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۰۸ء کو جمعہ کے دن انتقال کیا ان کے سب میں چھوٹے بھائی مولوی سید شاہ زین العابدین ندوی اتفاقاً وہاں ان کے پاس موجود تھے انہوں نے پچھتر و تھنیں کی اور جنازہ میں اس شہر اور قریب وجوار کے شہروں کے رہنے والے ممالک غیر کے جس قدر مسلمان تھے شریک ہوئے۔ مولوی شاہ زین العابدین سے بڑے دو بھائی اور ہیں جن میں ایک مولوی شاہ خیر الدین مطلب کرتے ہیں اور دوسرے ملازم ہیں۔ مولوی محمد ذکی صاحب مرحوم نے دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے۔ ان میں سے ایک تو والد کی رحلت سے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گیا اور دوسرا جس کا نام محمود اختیار تھا چودہ سال کی عمر میں بیمار ہوا۔ اثنائے علالت میں بیان کیا جاتا

کہ دو ایسے کسی طرح نہ مل گیا جس کے پینے سے اس کی ہلاکت واقع ہوئی۔ یہ بچہ حضرت باقر کا نواسہ تھا اس کے انتقال سے اس کو بہت رنج ہوا۔ دیوان باقر کے قطعاً میں قطعہ (۲۷) اسی بچے کے انتقال کے متعلق ہے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے مولوی شاہ محمد تقی مرحوم کو سلسلہ قادریہ میں مرید کر کے قادریہ و چشتیہ و قزوینیہ طریقوں میں خلافت دی۔ ان کے فرزند مولوی شاہ واعظ الدین محمد رضی دادا سے مرید ہوئے اور اپنے والد سے ان تینوں طریقوں میں خلافت حاصل کی انتقال کے چند روز پیشتر انہوں نے چھوٹے بھائی مولوی شاہ زین العابدین ندوی کو سلسلہ قزوینیہ میں مرید کیا اور تینوں سلسلوں میں خلافت دی۔ مولوی زین العابدین ۱۲۱۶ء میں پیدا ہوئے اور ابھی نوجوان ہیں مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی ہے اور فارغ التحصیل عالم ہیں۔ امریکہ کے قیام کے زمانہ میں چند مختلف فنون کو سیکھا اور سندیں حاصل کی ہیں۔ طول اللہ عمرہ

ملک الشعراء شہید محبت الہی حضرت سید شاہ باقر علی المتخلص بہ باقر علیہ الرحمۃ ہشتم ماہ محرم الحرام ۱۲۱۶ء مطابق ۱۹ جون ۱۸۷۵ء کو کشتہ کے روز طلوع صبح صادق کے وقت پیرگبہ میں پیدا ہوئے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا والدین کے سب میں چھوٹے فرزند تھے اور اس قدر کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے اس لئے والدہ ماجدہ نے غیر معمولی شفقت مادرہ کی ساتھ ان کی پرورش کی۔ پانچویں سال کی عمر میں ان کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور قرآن پاک ان کو والدہ ماجدہ نے جوذ پڑھایا اس کے بعد ایک استاد ملازم رکھے گئے جنہوں نے گلستانِ بسک فارسی پڑھائی



اوس کے بعد عربی شروع کرائی گئی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اوسوں نے صرف و نحو میں شرح جامی اور منطق میں شرح تہذیب اور فقہ میں قدوری اور شرح وقایہ تک نصاب کو ختم کیا۔ اوس کے بعد عربی کے درس کا سلسلہ رک گیا اور حضرت باقر نے فطری زبان اور سبب کے باعث فارسی کی جانب بطور خود توجہ کی اور اس زبان کی متداول کتابوں اور کتب لغت اور شعراء کے دواوین کا مطالعہ شروع کیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں زبان فارسی کی لغت اور ادب اور شعراء کے کلام پر کامل تحقیق کے ساتھ حاوی ہو گئے اور شریعی کہنے لگے۔

اس زمانہ میں شرفا کی اولاد کو جس طرح علم کا حاصل کرنا ضروری تھا اسی طرح فنون سپہ گری کو بھی سیکھنا کم و بیش لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ گیا اور پٹنہ کے ضلع میں لکڑی اور کھلہ پٹا اور بانا کا بہت رواج تھا اور شریفیوں کی ہرستی میں اس فن کے ایک دو استاد (جو خلیفہ کہے جاتے تھے) ضرور موجود رہتے تھے جو لڑکوں کو ان فنون کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ پیرگیہ میں بھی اوس وقت اس فن کے ایک استاد و مداری خلیفہ نامی تھے۔ نو دس سال کی عمر میں حضرت باقر گنگوہیہ کے فنون میں اون کے شاگرد ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اون کے عزیزوں میں ایک بزرگ میرزا محمد صاحب پیرگھوی نے جو اس فن میں نہایت کامل تھے اون کی تعلیم شروع کی اور بہت جلد اون کو کامل کر دیا۔

فنون سپہ گری کی تعلیم

حضرت باقر کے دور کے رشتہ داروں میں میر کریم اللہ صاحب نامی ایک بزرگ تھے اون کا مکان گیا میں حضرت باقر کے مکان کے متصل تھا۔ پیرگیہ کے قریب ایک موضع پڑی، میں اون کی زمینداری تھی جس کی آمدنی پر اون کی گذر تھی۔ یہ بزرگ فنون سپہ گری کے جملہ اقسام میں اور گھوڑے کی سواری اور کوڑا مارنے کے فن میں بیکٹائے روز گارتھے۔ تمام صوبہ بہار میں اون کے پانگ کا ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اون کو ایون کھانے کا شوق تھا اور

میر کریم اللہ صاحب حضرت باقر کے فنون سپہ گری کا مالک تھا

ایونیوں کا اُن کے گھر مجمع رہا کرتا تھا لیکن ایونی ہونے کے باوجود اون کی تہجد اور صبح کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دبیلے پتلے آدمی تھے لیکن قوت بہت رکھتے تھے اسی سال کی عمر میں ۱۲۹۶ء میں اون کا انتقال ہوا۔ اس عمر میں بھی اون کے قوی ایسے تھے کہ اُن سے کچھ پہلے تک روزانہ تین چار شاگردوں کو لکڑی اور تلوار کی مشق کرا کر کھکھکاتے تھے اون کی بہادری اور مختلف فنون سپہ گری میں اون کے کمال کے عجیب عجیب قصے میں نے والدی حضرت باقر علیہ الرحمۃ سے سنے ہیں لیکن اون کو قلعہ بند کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے لکڑی اور گنگوہیہ کے فنون کی تکمیل کے بعد حضرت باقر علیہ الرحمۃ میر کریم اللہ صاحب مرحوم مغفور کے شاگرد ہوئے اور نو دس سال تک بہت محنت کر کے تیر اندازی شمشیر زنی پھیک بانک بنوٹ گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی اور کوڑا مارنے کے فن میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھے جو کچھ آتا تھا میں باقر کو سب کچھ سکھا دیا اور وہ میرے برابر ہو گئے“ ان فنون کے ساتھ ساتھ حضرت باقر نے کشتی کا فن بھی سیکھا لیکن اس فن میں اُن کے استاد کا حال راقم کو معلوم نہیں ہوا۔ بانک اور بنوٹ کے جاننے والے اوس وقت بھی کم تھے اور اب شمالی ہند میں ان دونوں فنون کا جاننے والا شاید ہی کوئی باقی رہا ہو۔ حیدر آباد دکن میں تیس چالیس سال قبل تک اون کے جانتے والے متعدد آدمی موجود تھے اب یہاں بھی شاید نہاد رہا کرتے رہ گئے ہیں۔ یہ دونوں فن تھے جو صرف شریفوں ہی کی اولاد کو سکھائے جاتے تھے اور ان میں بھی صرف اون لوگوں کو جن کے علم اور ضبط نفس کی قوت کی جانب سے استاد کو اطمینان ہوتا تھا۔ کوڑا مارنے کا ایک خاص فن تھا جس کا جہارت رکھنے والا کوڑے سے قریب قریب تلوار کا کام لے سکتا تھا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم کے زمانہ میں اس فن کا جاننے والا صوبہ بہار میں بجز اون کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور



اونھوں نے بجز حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے یہ فن پوری طرح کسی کو نہیں سکھایا۔ گھوڑے کی سواری میں اب چابک یا پتلی بیت ہاتھ میں رکھنے کا رواج ہو گیا ہے۔ چالیس سال قبل تک چابک سوار سواری کے وقت ہاتھ میں کوڑا رکھا کرتے تھے۔ سوت کے نہایت مضبوط تاگوں کی باریک ڈوریاں بٹ لی جاتی تھیں ان ڈوریوں کو باہم بٹ کر تقریباً تین فٹ لمبی گاڑ دم چابک بنائی جاتی تھی جو ایک جانب نر انگشت کے برابر موٹی اور دوسری جانب باریک ہوتی تھی۔ اس چابک کو موٹی بیت کے دو فیٹ کے ٹکڑے میں اس مضبوطی باندھ دیتے تھے کہ کبھی نکل نہیں سکتی تھی۔ صوبہ بہار کی اصطلاح میں اسے کوڑا کہتے تھے۔

ایک ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے حضرت باقر کے کوڑے زنی کے کمال کی صوبہ بہار میں شہرت ہو گئی۔ گیا میں جس جگہ اون کا مکان تھا اوس سے تھوڑے فاصلہ پر لب شرک ضلع کا محبس واقع تھا اسی لئے اس محلہ کا نام ابھی تک محلہ پرانا جیل خانہ ہے۔ دسمبر ۱۸۵۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت باقر محبس کے سامنے ٹرک پر گھوڑا پھیر رہے تھے جیل کے دروازہ کے سامنے پولیس کا ایک سپاہی پہرہ دیر ہا تھا۔ گھوڑا پھیرتے دیکھ کر قریب آیا اور نہایت تنگناہ لبجے میں گھوڑا پھیرنے سے منع کیا اونھوں نے کہا کہ ہم تو ٹرک پر گھوڑا پھیر رہے ہیں اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔ وہ اوس زمانے کے پولیس کے سپاہی تھے اپنے حکم کے خلاف ایسا جواب سننے کی تاب اونہیں کہاں ہو سکتی تھی بے تکلف گالی دے بیٹھے۔ حضرت باقر سننے ہی بے اختیار ہو گئے اور ایک کوڑا اوس کے کمر پر مارا وہ گر گیا اور انہوں نے گھوڑے کو گھر کی جانب موڑا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم اپنے گھر میں بیٹھے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کوڑے کی آواز اون کے کانوں تک پہنچی خیال کیا کہ گھوڑے کو مارا اور بے ساختہ چلا اوٹھے "مارڈالا اس لڑکے نے گھوڑے کو" اور آواز کی جانب دوڑے

کوڑے سے مارنے کا  
ایک ناگوار واقعہ

راستہ میں حضرت باقر نے اور واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے فرمایا "تم نے غضب کر دیا اسی وقت اسی حالت میں آ رہے روانہ ہو جاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے وہاں پہنچ جاؤ" حضرت باقر نے بھی واقعہ کی سنگینی کا احساس کیا اور اسی گھوڑے پر اسی وقت آ رہے روانہ ہو گئے۔ اوس زمانہ میں ریل نہیں تھی اور گیا سے آ رہے تک کوئی پختہ سڑک بھی نہیں تھی۔ خام رستہ براہ بکھاری ارول اور سہارن پور ریل سے کسی قدر زیادہ کا فاصلہ تھا۔ ارول اور سہار کے درمیان ہون ندی واقع ہے جس کا عرض تین میل ہے۔ موسم سرما میں بھی پانی بہت رہتا ہے اور پانی کے دونوں جانب دور دور تک نہایت نرم ریت پھیلی رہتی ہے۔ حضرت باقر شائبہ چلے گئے گھوڑا قہمتی اور مضبوط تھا صبح کی نماز کے وقت اوس نے آ رہے پہنچا دیا۔ وہاں پہنچ کر بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علیخان بہادر (جو آ رہے کے صدر ڈیویژن پر ڈپٹی کلکٹر تھے) کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اونھوں نے اطمینان دلایا اور اپنے پاس ٹہرا لیا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ سپاہی گرم یونیفارم پر موٹی باناٹ کا اور کوٹ پہن کر پہرہ دیر ہا تھا۔ کوڑے کا ضرب اس قدر شدید تھا کہ اوس نے اور کوٹ اور گرم باناٹ کے کوٹ کو کاٹ کر سپاہی کے کمر میں گھراڑ حسمہ ڈال دیا وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرے سپاہی اوس کو اٹھائے گئے اور جیلر نے دو احانہ بچھ دیا۔ ڈاکٹر نے تلوار کے زخم کا صمد اقسامہ دیا اور حضرت باقر پر مقدمہ قائم ہوا اور کچھ دنوں دوران کے بعد خارج ہو گیا اور حضرت باقر کی براوت ہو گئی۔ اوس وقت کے معمولی لوگ بھی اہل کمال کے عجیب قدر شناس ہو کرتے تھے دوران مقدمہ میں سپاہی کو معلوم ہوا کہ اون کو تلوار کا نہیں بلکہ کوڑے کا زخم لگا تھا تو نہایت متعجب ہوئے اور مقدمہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا لیکن قانوناً اس کی اجازت نہیں ملی۔ ختم مقدمہ کے بعد انہوں نے ایک ہینہ کی رخصت لی اور چلتے ہوئے



آرہ آئے اور حضرت باقر سے ملکر بہت دیر تک اُون کا ہاتھ چومتے رہے اور اُون کے کمال کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت باقر نے اُون کو اپنے پاس بٹھرایا اور بہت خاطر و مدارات کی وہ پیاری جب تک زندہ رہے سال میں ایک دو بار آکر اُون سے مل لیتے تھے اور حضرت باقر اُون کی انتقال کے بعد اُون کی اولاد کے برسوں خبر گیریاں لے رہے۔ اس واقعہ کی شہرت تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں پھیل گئی اور مولوی باقر صاحب کا کوڑا "جایجا خلیل" ہو گیا اُون واقعہ کو جاننے والے ابھی تک کچھ لوگ زندہ اور موجود ہیں۔

حضرت باقر کا فن عجیب تھا اور اُون کے استاد کا حال

حضرت باقر نے پنجہ کشی کا فن بھی بہت محنت سے سیکھا تھا اور کمال حاصل کیا تھا۔ اُون کے استاد (راقم کو اُن کا نام یاد نہیں رہا) ضلع پٹنہ کے ایک موضع کے رہنے والے تھے آدمی اور حقیقت نہایت غابد و زاہد اور بہت ہی بزرگ تھے لیکن وضع عجیب و غریب رکھی تھی نہایت حسین اور خوشنود جوان تھے ہاتھوں میں ہندی لگاتے تھے اور دانتوں میں مستی ملتے تھے سر کے بال بہت بڑھائے رکھتے تھے اور اس میں خوشبو تیل خوب لگائے رہتے تھے ذر کے کام کی ٹوپی گلبدن اور کادانی کا کرتہ اور انگرکھا شروع کا پانچواں اور زرین ہوتا پہنا کرتے تھے۔ ظاہری طریقہ اُنہوں نے ایسا رکھا تھا کہ لوگ اُون کی جانب اچھا خیال نہیں رکھتے تھے اور عیاش سمجھتے تھے۔ حضرت باقر راقم سے فرماتے تھے کہ میں ایک روز پٹنہ آنے کے لئے مقام اشیش پر ٹھکرتے سے آنے والی گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ جب گاڑی آئی تو اس میں استاد کو بیٹھا ہوا دیکھا اور انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور نہایت کمزور و ناتواں دیکھ کر مزاج کی کیفیت پوچھی استاد نے فرمایا کہ برادر میں بنگالہ کے ایک دیہات میں تھا ایک بنگالی عورت بتلا ہوئی اور اس نے بھانجوا ہش کا اظہار کیا قطعی انکار کی وجہ سے وہ سیدھا راض ہوئی اور اس قدر ایذا اور تکلیف مجھے پہنچائی کہ میں بیمار ہو گیا۔ دو ماہ کی علالت میں جب

حالت خراب ہوئی تو بارگاہِ آلمی میں میں نے التجا کی کہ اگر موت آچکی ہے تو اس قدر قوت مرحمت ہو کہ گھر والدہ کے پاس پہنچ جاؤں حق سبحانہ و تعالیٰ نے التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ گھر جا رہا ہوں وہاں بچکر دو چار روز میں رخصت ہو جاؤں گا، میں نے کچھ تشفی آمیز باتیں کیں لیکن اُنہوں نے فرمایا کہ میری موت آچکی ہے اور چند روز میں تم سُن لے گے۔ بختیار پور کے اسٹیشن پر وہ اتر گئے اور میں پٹنہ آیا۔ چند روز کے بعد اُون کی رحلت کی خبر سنی اور معلوم ہوا کہ اُون کی موت اوس طرح ہوئی جیسے اولیا کی موت اکثر ہوا کرتی ہے۔ حضرت باقر استاد کی اصلی حالت سے واقف تھے اور جب تعزیت کے لئے اُون کے گھر گئے تو اُون کی والدہ سے اُون کے حالات مفصل طور پر معلوم ہوئے۔ اُون کی والدہ نے فرمایا کہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں اُون کو شب بیداری کی عادت ہو گئی تھی عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں بند ہو جاتے تھے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے تھے پچھلی رات کو مسجدہ میں جاتے اور صبح تک اس قدر روتے کہ جاننا نہ بھگ جاتی تھی۔ چھت سے ایک رسی لٹکا رکھی تھی کبھی جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سر کے بالوں کو (جن کو اسی غرض سے بڑھا رکھا تھا) رسی سے باندھ دیتے تھے تاکہ تکلیف ہو اور نیند نہ آئے۔ والدہ سے اُون نے اقرار لے لیا تھا کہ اُون کا راز کسی پر افشا نہ کریں اور وہ متاثر بھی نہیں ہوئے اس لئے کہ اُون سے الگ راز قائم رہے گا اور نہ کیسوی باقی رہے گی۔ اُون کے انتقال سے ایک سال کے بعد اُون کی والدہ نے اپنے دو عزیزوں کو بلا کر کچھ روپیہ دیا کہ اُون کے فرزند کی قرینہ کر دی جائے۔ اینٹ وغیرہ جمع ہونے کے بعد جب مزدوروں نے کام شروع کیا تو اُون کی قبر کھل گئی اور ان کی نعش نہایت محفوظ حالت میں دیکھی گئی اور کفن بھی نہایت سفید اور محفوظ پایا گیا بستی کے لوگوں کو خبر ہوئی سب نے آکر دیکھا آخر اُون کی والدہ کی اجازت سے



قریب ذکر دی گئی اور پختہ نرسن سکی

امراؤ خاں صاحب  
حضرت باقر کا  
بندوق بازی کا فن  
مائل کرا۔

۱۹۹۷ھ (۱۸۱۹ء) میں حضرت باقر ضلع موہتھاری میں متعین تھے اور قصبہ بڑا  
اون کا مستقر تھا۔ ایک مرتبہ وہ بقیانگے وہاں امراؤ خاں صاحب بھوپالی سے ملاقات  
ہوئی۔ یہ بزرگ اوس وقت چالیس سال عمر کے تھے اور بندوق چلانے کے فن میں بہت  
بالکمال تھے اون کا ایک کمال یہ تھا کہ کسی درخت سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر اوس کی  
بانب پیچ کر کے اور گولی بھری ہوئی بندوق کندھے پر رکھ کر کھڑے ہو جاتے درخت پر کوئی  
چڑیا جس وقت بولتی اوس کی آواز پر بندوق سر کرتے اور گولی سے اوس کو گرا دیتے پھر  
پھرتے وہ ہمارا جیتیا کے پاس اس امید پر آئے تھے کہ اون کے کمال کو دیکھ کر وہ لازم  
لیں گے۔ یہ ہمارا جیتیا بہت سمر آدمی تھے، فارسی اور عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اہل  
کمال کے قد و ادا تھے اور برلنے اخلاق کے نمونہ تھے امراؤ خاں صاحب کے کمالات  
کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کسی وجہ سے لازم نہیں رکھ سکے اور معقول انعام و اکرام کے  
ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت باقر اون سے بقیانگے میں اے اون کے کمال سے واقف ہوئے اور  
اون کو اولوں کے بیات آٹھ ہزار بیسوں اور ملازموں کو ہمراہ لے کر بڑا ہڑوا آئے اور چار  
پانچ ماہ تک اون کو اولوں کے ساتھیوں کو نہایت احترام اور آرام سے اپنے پاس ٹھہرا کر  
اون سے بندوق کا فن سکھا۔ حضرت باقر سے رخصت ہو کر امراؤ خاں صاحب آ رہ آئے  
اور آ رہ سے ڈمراؤن گئے۔ ہمارا جیتیا ڈمراؤن نے اون کو اپنے پاس رکھ لیا وہاں وہ آخر  
عمر تک رہے اور ۱۹۹۷ھ عریا ۱۸۱۹ء میں وہاں انتقال کیا۔

حضرت باقر نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں امراؤ خاں صاحب سے بندوق کا فن سکھا

بندوق بازی اور  
دوسرے فنون سپہ گری  
کے حاصل کرنے سے  
حضرت باقر کا فن

یہ قصبہ بقیانگے سے چودہ میل جانب جنوب واقع ہے

تھا اور ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی ہمانداری اور خاطر و مدارات میں بہت روپیہ صرف  
کیا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اس عمر میں اور اس قدر روپیہ صرف کر کے اس فن کو کھینے  
کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ اون کو شکار کا مطلق شوق نہیں تھا اس لئے لوگ اور بھی زیادہ  
تعجب ہوتے تھے لیکن کسی کو ان سے پوچھنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ بہت دنوں کے  
بعد ایک روز اون کے چند دوست اون کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اثناء گفتگو میں  
فنون سپہ گری کا بھی ذکر آیا۔ حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسلمان کو لازم ہے کہ جہاں تک  
ہو سکے فنون سپہ گری کو سکھے اولوں میں مشق کو قائم رکھے ہمارے اعمال کے بدولت جہاد  
شرف سے ہم بالکل محروم ہو چکے ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل منقطع نہیں ہوا ہے ممکن ہے  
کہ کسی وقت اوس کی عنایت مبذول ہو اور جہاد کا موقع ہاتھ آئے فنون سپہ گری اوس وقت  
کام آئیں گے ورنہ جو شخص ان سے ناواقف ہے وہ یا تو پست ہمت ہو کر پیچھے رہ جائیگا  
یا مفت میں جان دے گا۔ حضرت باقر نے جس وقت یہ کہا اوس وقت لوگوں کو معلوم  
ہوا کہ ان فنون کو اس قدر محنت اور شغف سے حاصل کرنے میں ابن کی نیت کیا تھی سچ ہے  
لذیت المؤمن خیر من عملہ اور انما الاعمال بالنیات و انما لكل امرئ ما نوى  
حضرت باقر قدس سرہ کی عربی تعلیم ملتوی ہو گئی تھی اوس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ مطلق  
اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے بعد اون کو سپہ گری میں اون کی مرضی کے مطابق ہستا  
نہیں مل سکے مزید برآں فنون سپہ گری اور گھوڑے کی سواری کی مشق میں اون کو اہٹاک ہو  
گیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اونہوں نے عربی کی درسیات کی تکمیل کی جانب پھر  
توجہ کی اور اون کو استاد بھی اون کی مرضی کے مطابق مل گئے یہ بزرگ موضع بیتھو  
کے رہنے والے مولانا مہدی حسن صاحب علیہ الرحمۃ تھے اونہوں نے ابتدا کی درسی

حضرت باقر کے استاد مولانا  
مہدی حسن اور استاد  
فاضل القضاۃ مولانا فضل الرحمن



کتابیں صوبہ بہار کے علماء سے پڑھیں اوس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ اوس زمانہ تک کلکتہ میں بڑے بڑے علماء و فضلاء موجود تھے اور علوم قدیمہ کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ اوس وقت کے علماء میں سب سے زیادہ فاضل و متبحر قاضی القضاۃ مولانا فضل الرحمن بن مولانا محمد واجد برہدوانی تھے۔ یہ بزرگ علم و فضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت سید عبد الرحمن چشتی صابری لکھنوی کی مشہور کتاب کلمۃ الحق کی نہایت عالمانہ شرح موسوم بالتشید فی مبانی کلمۃ التوحید <sup>۱۶۹</sup> میں لکھی اور <sup>۱۷۰</sup> سالہ میں کلکتہ میں طبع کرائی تھی۔ مولانا جہدی حسن علیہ الرحمۃ کلکتہ پہنچے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدایہ کا سبق شروع کیا اور معقولات کی کتابیں بھی پڑھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاضی القضاۃ صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولانا جہدی حسن صاحب کی ذہانت اور جودت طبع کو دیکھ کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ معقولات کے پڑھانے کے لئے خود بخود راضی ہو گئے۔ مولانا نے فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام تفسیر اور اصول تفسیر اور حدیث کی دو تین کتابیں اور حساب اور ریاضی کی سبب متداول کتابیں اُن سے پڑھ کر نہایت فیض حاصل کی۔ حضرت قاضی القضاۃ صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی لیکن جہدی حسن کی ذہانت اور ذکاوت نے میری توبہ توڑ دی۔

حضرت باقر کا علوم عربیہ تکمیل کرنا

<sup>۱۷۲</sup> سالہ میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے مولانا جہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیرنگہ میں پڑھنا شروع کیا لیکن <sup>۱۷۳</sup> سالہ میں آہ چلے آئے اور درس ملتوی ہو گیا اوس سال جب غدر ہوا حضرت باقر آہ سے پیرنگہ چلے گئے اور درس کو پھر جاری کیا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد حضرت باقر کے بڑے بھائی حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ سیوان سے

متبدل ہو کر آہ آئے اور حضرت باقر بھی مولانا جہدی حسن صاحب کو ہمراہ لے کر آہ آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اور اُن سے پڑھنا شروع کیا۔ اور تین سال میں تمام متداول کتابیں ختم کیں۔ مولانا جہدی حسن صاحب مرحوم کو حضرت شاہ حسین علی صاحب نے ایک ملازمت بھی دلوادی جس کی وجہ سے وہ سات آٹھ سال آہ میں مقیم رہے اوس کے بعد ترک ملازمت کر کے بیٹھو چلے گئے اور وہاں <sup>۱۷۳</sup> سالہ میں رہا ہی ملک بقا ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعة آقا داور شاگرد میں بے حد محبت ہو گئی تھی حضرت باقر جس قدر شوق سے پڑھتے تھے اوسی قدر محبت اور توجہ سے مولانا انہیں پڑھاتے تھے حضرت باقر اپنی آخر عمر تک استاد کے علم و فضل اور اُن کی عنایت اور شفقت کا بہت ہی محبت سے ذکر کیا کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ راتوں کو استاد استراحت فرماتے اور میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا جب کبھی ایسا مضمون پیش آجاتا جس کے حل میں دشواری ہوتی میں بے تکلف جاتا اور استاد کا پاؤں دبا کر اوں کو بیدار کرتا وہ فوراً اٹھ بیٹھے اور نہایت مسرور ہر ہر مطالبہ بیان فرمادیتے۔ حضرت باقر کو استاد کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ اُن کے رحلت کا ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو اس دیوان کے (صفحہ ۲۹۵) پر ہے اوس کے ایک ایک مصرعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد کے انتقال کا حضرت باقر کو کس قدر صدمہ ہوا۔

حضرت مولانا جہدی حسن علیہ الرحمۃ کے اکلوتے فرزند مولانا عبد العظیم صاحب بسمل تخلص اپنے وطن بیٹھو میں قیام فرما ہیں اور اُن کے فرزند ارجمند گیا میں بیرسٹر ایٹ لا ہیں۔

حضرت باقر قدس سرہ العزیز بڑے پایہ کے اور بہت ہی وسیع النظر اور صاحب تحقیق عالم ہوئے۔ فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام فلسفہ اور معقولات کی سب درسی کتابیں جیسے اقام علوم حضرت باقر کی دست نظر



اونہوں نے بالاستیعاب پڑھی تھیں فقہ کی درسی کتابوں کے علاوہ فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خاں اور رد المحتار کا چند بار مطالعہ کیا تھا اور مولانا عبدالحی بحر العلوم کی شرح مسلم البشت کے مضامین اون کو تقریباً حفظ تھے تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی اور تفسیر احمدی استاد سے پڑھی تھی اون کے علاوہ تفسیر کبیر تفسیر مدارک تفسیر روح البیان اور چند دوسری تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف اور صحیح مسلم شریف استاد سے پڑھی تھی بقیہ کتابوں کو پڑھ کر سند کے حاصل کرنے کا اونہیں موقع نہیں ملا عقاید میں شرح مقاصد اور شرح موافق مولانا مہدی حسن صاحب سے پوری پڑھی تھیں اور تجرید طوسی کی دونوں شرحیں (توحیحی اور لایحیحی) کا مطالعہ کیا تھا اور جہاں جہاں دشواری پیش آئی استاد سے حل کیا تھا فلسفہ وغیرہ میں دریات کے علاوہ شیخ بوعلی سینا کی تفسیر اور اشارات اور علامہ قطب الدین شیرازی کی شرح حکمۃ الاشراق استاد سے پڑھی تھیں اور اشارات کی دونوں شرحیں (رازی اور طوسی) کا مطالعہ استاد کی موجودگی میں کیا تھا۔ صدر الدین شیرازی اور میرزا قردادا کی اکثر تصانیف پر اون کو عبور تھا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی مولانا مہدی حسن صاحب سے پڑھی تھیں اور صحاح جوہری اور قاموس کا از اول تا آخر چند بار مطالعہ کیا تھا جس سے عربی لغات پر وہ خوب حاوی تھے۔ ریاضی میں ملا عصمت کی شرح خلاصہ الحساب اور تحریر افلیکس اور تشریح الافلاک اور شرح جعفی اور محقق طوسی کی شرح محبلی مولانا سے پڑھی تھی۔ طب کی سب درسی کتابیں بھی قانونچہ سے قانون شیخ تنک اونہوں نے پڑھی تھیں مگر اس فن میں ان کے اساتذہ کا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا تصوف کی کتابوں پر اون کی نظر بہت وسیع تھی۔ قوت القلوب۔ معرف۔ رسالہ قشیریہ۔ فتوح الغیب۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا جو تصوف اور سلوک اور حقائق اور معارف کی اصولی اور جامع کتابیں ہیں چند بار مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ تصوف کی صد کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اون کو بہت ہی ذہین اور قوی الحافظ پیدا کیا تھا اس لئے جو کچھ وہ پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے اور مشکل ترین مسائل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ درس دینے کا موقع اون کو بہت کم ملا اور ملازمت اور دوسری مشاغل کے باعث درسی کتابوں کی فراغت بھی نہیں رہی لیکن بارہا دیکھا گیا کہ کسی مسئلہ کے بحث کے وقت وہ کتاب کے مضمون کا حوالہ دیدیتے اور بعض وقت اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے صفحات بھی بتا دیتے تھے۔ شہرت سے بچنے کی وہ بہت کوشش کرتے تھے بریں ہم اون کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف خطہ بہار میں بلکہ صوبہ بنگال میں بھی پھیل گئی تھی اپنا وقت اونہوں نے کبھی ضائع ہونے نہیں دیا۔ فرصت کے وقت مختلف علوم کی کتابیں اور شعرا کے دواوین دیکھا کرتے تھے۔ علوم و فنون کی کتابوں کی اشاعت کا بہت خیال تھا۔ غدر کے دو چار سال بعد کلکتہ میں چند علمائے ایک مجلس موسوم بہ جماعت اشاعت علوم قائم کی جس کے صدر مولانا محمد وجیہ الدین نائب الصد مولوی سید کریم علی الحسنی اور مولوی سید زین الدین حسین خاں بہار مولوی سید اعظم الدین حسین خاں بہادر (نواب عوام الملک سید حسین بگرامی مرحوم کے والد اور چچا) تھے اور حضرت باقر اس "جماعت" کے خاص رکن تھے اور اس کے قیام کے اصل محرک بھی وہی تھے۔ اس مجلس نے عربی اور فارسی کی بہت سی مفید کتابیں طبع کرائیں جن میں امام جلال الدین سیوطی کی تمام الداریہ لقراء النقایہ اور ابن یمن کے قطعات راقم کی نظر سے بھی گزری ہیں۔

حضرت باقر کی گفتگو اور تقریر نہایت سلسل اور مدلل اور صاف صاف ہوتی تھی



جس مسئلہ کو وہ بیان کرتے اس طرح سلاست اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کو ذہن نشین ہو جاتا اور کسی طالب علم کو چون و چرا کی گنجائش نہیں ملتی میری عمر جب کم تھی راتوں کو اپنے قریب سلاتے اور نماز روزہ کے سائل کو اس لطیف طریقوں پر بیان فرماتے کہ میرے ذہن نشین ہو جاتا اور یاد رہ جاتا۔ اسی کم عمری کے زمانہ میں منطق کے اصطلاحات اور ان کے معانی کو قصہ کے پیرایہ میں یاد کر دیا تھا "ایک بادشاہ تھا اس کا نام تھا علم اس کے دو بیٹے تھے جن کا نام تھا تصور اور تصدیق الخ"

حضرت باقر نے خط نسخ اور خط نستعلیق کی بھی مشق کی تھی اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے خصوصاً خط نسخ کے بہت اچھے خوشنویس تھے۔ اس فن کو انھوں نے منشی واصل حسین صاحب سے سیکھا تھا۔ یہ بزرگ اگر وہ قریب کے رہتے ولے تھے کسی وجہ سے وطن سے آ رہے اور یہاں متبادل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور عدالت میں کسی خدمت پر مامور ہو گئے تھے۔ آخر عمر تک وہ اسی شہر میں رہے اور ۱۲۹۶ھ ہجری (۱۸۷۹ء) میں موضع دولت پور میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ اپنے فن میں یکٹائے روزگار تھے اور صوبہ بہار میں ان جیسا خوش نویس کوئی نہیں تھا خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں کامل تھے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے پیر حضرت مولانا شاہ قیام صلیا قدس اللہ سرہ کے مرید تھے۔ اس حیثیت سے حضرت باقر سے ان کو بہت محبت تھی اور فن خوشنویسی کی مشق ان کو کمال توجہ سے کرنی تھی۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ پنجہ کش خوشنویس نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت باقر دونوں میں صاحب کمال تھے۔

عمر ۸۷ء کے فرو ہونے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علیہما السلام بہادر علیہ الرحمہ آ رہے

حضرت باقر کا ملازمت قبول کرنا

نہ یہ ہونے آ رہے تھے یں یں شمال کی جانب آ رہے۔

قبل ہو گئے تھے ان کی قیام کی وجہ سے حضرت باقر اپنے استاد حضرت مولانا امجدی کو ہمراہ لے کر آ رہے آ گئے۔ اس اقامت کے زمانہ میں حضرت سید شاہ حسین علی صاحب جب کبھی انگریز افسروں کی ملاقات کو جاتے تو حضرت باقر کو بھی ہمراہ لیجاتے۔ ایک مرتبہ لفٹیننٹ گورنر دورہ پر آئے حضرت شاہ حسین علی صاحب نے حضرت باقر کو ان سے ملایا ان کی وجاہت دیکھ کر اور مقامی افسروں سے ان کے حالات کو سن کر لفٹیننٹ گورنر نے ملازمت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت باقر ان کا کہنا مال نہیں کے اور ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) میں سررشتہ ایفون میں ان کو گماشتہ کی خدمت دی گئی اور آ رہے ہی میں متعین ہوئے ۱۲۸۲ھ میں ان کا تبادلہ ضلع موہن پوری میں بڑھوا کے مقام پر ہوا وہاں سے ۱۲۸۴ھ میں تبدیل ہو کر پٹنہ آئے چار سال کے بعد ان کا تبادلہ کیا ہوا وہاں ۱۲۸۹ھ (۱۳۰۶ء) تک مامور بکار رہ کر پٹنہ پر سبکدوش ہوئے۔ چونکہ ان کے اہل و عیال کی منتقل سکونت آ رہے میں تھی اس لئے پٹنہ لے کر آ رہے چلے آئے اور آخر عمر تک یہاں قیام پذیر رہے۔

حضرت باقر کشیدہ قامت تھے قد چھ فیٹ تھا اعضا ورزشی اور نہایت متناسب حضرت باقر کا طبیہ تھے پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔ آنکھیں بڑی اور نہایت حسین تھیں اور حیا اور مروت اور شجاعت سے لبریز نظر آتی تھیں دونوں ابرو گہنے اور لمبے ہوئے تھے ناک لمبی تھی ہونٹ باریکی پائل تھے۔ دانت مسلسل اور لمبے ہوئے اور نہایت چمکدار تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور کتابی تھا دار بھی گہنی تھی جس کو وہ ترشہ کر شرعی حد کے مطابق ایک مشت سے کچھ زیادہ رکھتے تھے، سر کے بال بطریق سنون گردن تک رکھتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں سر اور دار بھی مونچہ کے بال سفید ہو گئے تھے اس لئے اس وقت سے انھوں نے خضاب لگانا شروع کیا تھا اور ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۳ء) تک لگاتے رہے ان کے چہرہ سو علم و وقار



رحیب و شجاعت تقویٰ و برگزیدگی اور سرور و اطمینان قلب ظاہر ہوتا تھا۔ ہاتھ قوی اور ہتھیلیاں پر گوشت اور انگلیاں لمبی اور موٹی تھیں اور باوجود بوجہ کشی کی مشق کے اون کی ہتھیلیاں اور انگلیاں نرم تھیں۔ شانہ اور سیت بہت عریض تھا اور پیٹ کسی قدر نکلا ہوا تھا پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور قوی تھیں اور پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ گھوڑے کی سواری چونکہ کم عمری میں شروع کی تھی اور بہت عمر تک کرتے رہے تھے اس لئے رانوں کی ہڈیوں میں اندر کی جانب خم آگیا تھا آخر عمر میں جب مسلسل علالتوں کی باعث دیے ہوئے تھے ان ہڈیوں کا خم ظہر میں بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ چونکہ جسمانی ورزش بہت کی تھی اس لئے طاقت بھی بہت رکھتے تھے۔ برہنہ و اس ایک مرتبہ دورہ پر جانے والے تھے اور سامان ایک بیل گاڑی پر پہلے روانہ ہونے والا تھا۔ ملازمین کسی دوسرے کام میں مصروف تھے اور ڈھائی من کا چاول کا ایک قیلہ گاڑی پر رکھا نہیں گیا تھا اونہوں نے اس کو نہایت آسانی سے اٹھا کر گاڑی پر رکھ دیا۔ ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) سے اون کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء) میں دونوں آنکھوں کی روشنی بالکل زائل ہو گئی اس سال پٹنہ میں ایک کمال سے ایک آنکھ قرح کرائی مگر قرح اچھا نہیں ہوا اور وہ آنکھ خواب ہو گئی اور پانچ سال تک اس آنکھ میں درد رہا اور انہوں نے بے حد تکلیف اٹھائی۔ آخر کار شعبان ۱۳۱۵ھ (جنوری ۱۸۹۹ء) میں لکھنؤ جا کر ڈاکٹر عبد الرحیم جو آنکھ کے علاج میں بہت ماہر تھے علاج کرایا اور اچھے ہوئے اور آنکھ کے درد کی شدید تکلیف سے اونہیں نجات ہوئی۔ اس آنکھ کی مشارکت سے دوسری بھی خواب ہو گئی اور قرح کے قابل نہیں رہی اس لئے آخری عمر تک وہ بینائی سے بالکل معذور رہے۔

حضرت باقر کا لباس

حضرت باقر قدس سرہ کا لباس تمام عمر ایک ہی وضع کار ہا سر پر سنہرے محل کی ٹوپی اور

علماء کے وضع کا عامہ جسم پر میل کا کرتا اور اس وقت کے وضع کا بندہ دارا نگر کہ اس عجب کبھی کبھی عبا کے نیچے صدری بھی پہن لیتے تھے۔ پاؤں میں بہار کی وضع کا چوڑی دار پانچا اور دھلی کا سادہ چوتاپہنتے تھے لباس اکثر بہت قیمتی پہنتے تھے اور چونکہ نہایت قناریا اعضا تھے اس لئے جامہ زیب بھی بہت تھے۔ خاندان کی قدیم وصیت کی پابندی میں سیاہ رنگ کا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ یو دو باش میں تکلفات سے نہایت نفور رہے لیکن مکان اور فرش وغیرہ نہایت صاف اور ستھرا رکھتے تھے اور ذرا سی کثافت بھی اونہیں بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لطیف اور اچھی اور خوش ذائقہ غذا کا اونہیں شوق تھا۔ بہترین باورچی جو مل سکتے ملازم رکھے جاتے تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا اور دونوں وقت سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے اور جو خود کھاتے وہی کھاتا اون کے تمام ملازمین کو دیا جاتا تھا کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی کھانا پکاتے اور اچار اور مربے اور شربت کے بنانے میں بہت دخل رکھتے تھے۔ چاہنے کا بہت شوق تھا کلکتہ میں جو بہترین چار مل سکتی تھی سنگائی جاتی تھی اور صبح کو اشراق کے بعد اور شام کو بعد عصر گھر کے سب لوگوں کو اور دوست آشنا کو جو ملاقات کو آتے ہمراہ لے کر ناشتہ کرتے اور چاہ پیتے اور پلاتے۔ ناشتہ میں بسکٹ میوہ اور دو ایک قسم کا حلوا ہوا کرتا تھا۔ اچھے اچھے کھانے اور اچھے فرش فروش کا مشق اون کو تقریباً پچاس سال کی عمر تک رہا اس کے بعد محبت اور یاد الہی میں انہماک اور انجذاب باطنی کا غلبہ جیسے جیسے بڑھتا گیا ان چیزوں کی جانب سے اون کی طبیعت ہٹتی گئی یہاں تک کہ چند سال کے بعد یہ حالت ہو گئی تھی کہ کسی چیز کی جانب توجہ باقی نہیں رہی تھی نہ کھانے کی نہ کپڑے کی نہ فرش فروش کی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے، جیسا کپڑا ملتا پہن لیتے اور بغیر سیر کے خالی تخت پر سو جاتے۔ پان کھاتے تھے



لیکن صرف دو وقت کھانا کھانے کے بعد حقہ تبا کو اور زردہ وغیرہ کا اوٹھیں کبھی شوق نہیں ہوا لیکن یہاں اور دوستوں کے لئے تکلف کا حقہ اور تبا کو ہمارے کہتے تھے۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز صوفی شرب حنفی المذہب سنی تھے اور اہل سنت کے عقاید میں نہایت استوار تھے احکام دین کو قرآن سنت اجماع امت اور قیاس شرعی پر منحصر سمجھتے تھے اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول کی محبت اور اتباع کے بغیر ہدایت اور

نجات کو ناممکن خیال کرتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عقیدت رکھنے کا جب تذکرہ ہوتا تو اکثر یہ چار حدیثیں تلاوت فرمایا کرتے

(۱) اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلِیْنِ (خَلِیفَتَیْنِ) کِتَابُ اللّٰهِ جَبَلٌ مَّمْدُودٌ حَمَائِیْنِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَدَّتِیْ اَہْلَ بَیْتِیْ وَ اَنْھَا لَنْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یُرِدَّ اَعْلٰی السَّمٰوٰتِ

(۲) مَثَلُ اَہْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مِّنْ رَّکْبَہَا نَجَّوْا مِنْ تَخْلُفٍ عَنَّا عُرُقُ

(۳) اَصْحَابِیْ کَالْبُحُوْرِ یَاھِمُّ اَقْدَیْمُ اَھْتَدِیْمُ (۴) اللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا یُخْذُوْہُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَجْمَعُوْا فِیْہِیْ اَجْمَعُوْا مِنْ اَبْغَضَہُمْ فِیْ بَعْضِیْ اَبْغَضَہُمْ

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فضیلت علی الترتیب الخلافت اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے

خلفائے راشدین اور اصحاب رسول کے خلاف کسی کی کوئی بات سننے سے بیتاب ہو جاتے تھے۔ ایک بار حضرت غالب کا فارسی دیوان دیکھ رہے تھے اون کی نظر سے

یہ رباعی گزری :-

شرطت کہ ہر ضبط آداب رسوم خیز و جب از بنی امام معصوم  
زاجماع چکوئی بکلی باز گرائے مہ جائے نشین ہر باشت نہ نجوم

اس کو پڑھ کر وہ بہت آزرده ہوئے اور مکرر میٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میں سامنے آگیا مجھے بلایا اور بٹھا کر دیوان میرے جانب پڑھایا اور فرمایا دیکھو تو غالب نے یہ کیا لکھ دیا

کیا یہ صریح تبرا نہیں ہے۔ حضرت غالب کی شاگردی پر اوٹھیں ہمیشہ فخر رہا اور اون کی مدحت اور ان کے ساتھ اظہار عقیدت میں بیسیوں شعرا ان کے دیوان میں نظر آئیں گے

تاہم اوں سے ضبط نہ ہو سکا اور اسی وقت اس رباعی کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جواب دیوان میں شریک ہے۔ (صفحہ ۲۹۰)

حضرت باقر علیہ الرحمۃ صوفی تھے چشتیہ طریقہ میں اون کو بیعت تھی او چشتیہ وقادریہ جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت سے حضرت باقر کی محبت و محبت۔

علی ابن ابی طالب اسد اللہ غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ختم ہوتے ہیں اور صوفیوں کے تمام فیضان باطنی اور تمام مدارج ولایت اور معرفت الہی کا سرچشمہ

اور انہیں کی ذات پاک ہے اس لئے مقتضائے جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا حضرت باقر قدس سرہ کو اون کی اور اون کی اولاد کی ذات پاک کے ساتھ بے حد محبت

تھی اور اس میں وہ ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ اون کے کلام میں اون کے دل سے بے ساختہ نکلے ہوئے بکثرت ایسے اشعار ہیں جو آیت شریفہ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کو یاد دلادیتے ہیں چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں :-

باعترت و اصحاب بودوئے نیازم در بار گہ آل نبی بسندہ یریم  
آگہ نیم از تفرقہ حاصل محصول دائم کہ سگت در گہ صدیق و امیرم  
از دست برد و دل خیر باطلع الشمس ہم مست کنند ز فرمہ خم غدیرم

اللہ شاہ ہے اس حدیث شریف کی جانب :- ما طلعت الشمس علی رجل خیر من ابی بکر (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲)



تنگ آمد ز شورش روباہ سیرتا  
فریاد من بخت شیر خند اگر شبت  
بر سرم شکست دوشینہ آمد از کرم  
مشکل مار از لطف خویش آساں کرد  
ہمیت شان رخت شکر قیصر شکند  
زور بازوئے توشا ہا و خیر شکند  
فناں ز لطف بہ نظارہ رخت آئے  
دلہم بھر تو یا بو تراب امی سوزد  
تصیب اوست سر و اجام کوثر  
کدشت عمر و نہ شد سر بہ قہمت چشم  
کے شدت عشق حید رامد  
مرید حضرت عشق خم جو دہی نام  
زگر و راہ شہنشاہ بو تراب دین  
بندہ عشق خم روئے مابو دسویئے علی  
کہ حب آل عبا ہست دین ایم  
میکشی مار اسوت جنت نیدانی مگر  
سجدہ گاہ مابو محراب ابوئے علی  
آتش دو رخ چہ سوز دیک ہوئے مرا  
رشتہ جاہم بود از تارگیسوئے علی  
فرض شد ہم بر مسلمان عشق بابوئے علی  
نقش شد تار و دل من بپوشے علی  
کشف شد سر خفی بد بسم اللہ تمام

(وفی روایت خیل من عمر) (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بہتر شخص پر انقاب طوع نہیں ہوا اور ایک روایت میں عمر سے بہتر شخص پر بھی آیا ہے)۔ خود ہی نے شاہنامہ کے دیباچہ میں جہاں خلفائے راشدین کے مناقب بیان کئے ہیں اسی حدیث کی جانب اشارہ کر کے کہا ہے۔

چہ گفت آن خداوند تنزیل وحی  
خداوند امر و خداوند نہی

کہ خورشید بعد از سولای مہ  
نابید بر کس ز بوجہ بہر

۱۱ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روز غدیر خم کی منزل پر مقام ہوا وہاں جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں ارشاد ہوا من کنت مولاً فعلی مولاً۔

یا نگاہ عشق را در غایت تصوی رساند  
عاشق روئے بنی شد عاشق روئے علی  
باقر از سیر جہاں فرسودہ شد پائیم  
بعد ازین دست من است و دامن کو علی  
حضرت باقر قدس سرہ سنت اور حقیقت میں نہایت پختہ تھے لیکن تعصب سے  
نہایت نفور رہتے تھے۔ کتب مینی کا او نہیں ہمیشہ شوق رہا اور جب تک آنکھوں سے معذور  
نہیں ہوئے تھے اور انجذاب باطنی نے ان کو کلیتہً محو فی الذات نہیں کر دیا تھا فرصت  
کے وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے علوم و فنون اور تصوف کی کتابوں کے علاوہ مقلد غیر  
مقلد شیعہ، سنی اور دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی بکثرت ان کی نظر سے گزری تھیں  
لیکن اسی کتابوں کا مطالعہ صرف تعفن کے طور پر اور مذاہب مختلفہ کے خیالات و عقائد  
و دلائل کے معلوم کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ مباحثہ اور مناظرہ سے ان کو ہمیشہ نہایت نفرت  
رہی۔ اگر کوئی شخص مباحثہ کے طور پر کسی مذہبی مسئلہ پر ان کے سامنے گفتگو شروع کرتا تو اس  
کو فوراً نہایت لطیف طریقہ پر روک دیتے تھے جس طرح وہ اپنے معتقد علیہم ہر گونہ کے  
خلاف شان کسی بات کے سننے کی تاب نہیں لاسکتے تھے اسی طرح دوسرے فرقوں کے بزرگوں  
کے خلاف شان کوئی بات اپنی زبان سے نکالتی نہ تو جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کی  
زبان سے سن سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی ایسی باتیں شروع کرتا تو فوراً یہ آیت تلاوت فرماتے  
وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورہ انعام)  
ان کی دوستی ہر فرقہ کے لوگوں سے تھی اور جس سے بھی نہایت غلصت تھی۔ ان کے  
دوستوں میں ہندو و انگریز غیر مقلد شیعہ سب ہی تھے۔ آ رہ میں سادات بلگرام کا ایک  
خاندان آباد ہے ان لوگوں سے ان کو جس قدر محبت تھی ویسی کم کسی سے تھی۔ ان میں  
ایک بزرگ سید حسن مگر می صاحب بلگرامی اور دوسرے سید فرزند احمد صفیر صاحب اولی

حضرت باقر کا تعصب  
نفور رہنا۔



عمومیں بڑے تھے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے خود اپنے بزرگوں کا۔ سید نور الحسن صاحب عرف نواب میاں بگلرامی اور اُن کے بھائی سے انہیں اس قدر محبت تھی جیسے اس زمانہ میں سگے بھائیوں سے ہوا کرتی تھی۔

حضرت باقر اپنے بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ویسا ادب اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے مدت میں جب حاضر ہوتے تو بہت تعظیم سے آداب بجالاتے اور اُن کے ہاتھوں کو چومتے اور جب تک وہ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے تو بہت مودب ہو کر دیو زانو بیٹھتے اور اُن کے ساتھ گفتگو میں کبھی پیش قدمی نہیں کرتے وہ خود جب کچھ استفسار فرماتے تو نہایت ادب سے جواب دیتے اور اگر خود کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت لے کر عرض کرتے ورنہ خاموش مگر متوجہ ہو کر بیٹھتے رہتے۔ اسی طرح علی قدر مراتب وہ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ اُن عزیزوں کا بھی جو رشتہ میں چھوٹے لیکن عمر میں بڑے تھے پاس ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت باقر کے والد ماجد کے دو خدنگاروں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے جب کوئی صاحبِ اون کے پاس آتے تو وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور خود اُن کے روبرو مودب بیٹھتے اور ناشتہ اور چاء سے اون کی تواضع کر کے اون کو رخصت کرتے۔ زمانہ کا انقلاب دیکھئے۔ حضرت باقر کو اون کے والد کے خدمت گاروں کا جس قدر ادب کرتے میں نے دیکھا ہے اس کا عشرِ عشر بھی آج کل کے نوجوان اپنے باپ کا نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے عزیزوں سے اور دوستوں کے لڑکوں سے وہ نہایت ہی ندرگانہ شفقت اور محبت لیکن وقار کے ساتھ ملتے تھے اور بغیر حلوا یا شیرینی کھلائے ہوئے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت باقر کا اپنے  
بڑوں چھوٹوں اور  
دوستوں کے ساتھ  
طرزِ معاشرت

حضرت باقر دوستی میں نہایت استوار تھے۔ جس سے دوستی کا تعلق ہو گیا تمام عمر قائم رہا۔ بزرگوں کے سامنے نہایت با ادب اور چھوٹوں کے سامنے با وقار رہتے لیکن برابری کے دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ اور نہایت محبت اور اخلاص سے ملتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتوں میں اپنی زندہ دلی خوش مذاقی لطیف گوئی بذلہ سخی اور حاضر جوابی سے دوستوں کو خوش اور محفوظ کیا کرتے۔ آ رہ میں سا لہا سال تک یہ معمولی رہا۔ کہ ہر اتوار کے روز عصر کے وقت شہر کے دس بارہ دوست اون کے مکان پر جمع ہوتے ناشتہ اور چاء اور میاں پناہ مرحوم کی قوالی سے مغرب کے وقت تک اون کی تواضع کی جاتی اور بعد مغرب سب کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے۔ حضرت باقر دوستوں کی مجلس میں بے تکلف رہتے لیکن جب تک بیٹھتے دو زانو یا چار زانو بیٹھتے تھے۔ بے تکلف سے بے تکلف دوست کے سامنے بھی وہ پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھتے۔ اون کی مجلس ہر قسم کی غیبت اور لغو و فحش گفتگو سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ خود اون کی زبان غیبت اور فحش اور دشنام سے کبھی لڑ نہیں ہوئی۔ اجلاف اور اراذل کی صحبت سے اون کو ہمیشہ اجتناب رہا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص کسی کام یا ضرورت سے اون کے پاس آتا تو خندہ پیشانی سے اس کی باتیں سن کر اس کا کام انجام دیتے اور رخصت کر دیتے تھے۔

حضرت باقر سخاوت میں اپنا نظیر بہت کم رکھتے تھے۔ بیوہ، یتیمی، مساکین اور حضرت باقر کی سخاوت

۱۳۔ میاں پناہ علی صاحب مرحوم قوال تھے۔ شہرام کے رہنے والے تھے لیکن اپنے عزیزوں کے ہمراہ زیادہ تر آ رہ میں رہتے تھے۔ حضرت باقر کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ ستار دلازی اور گاہ میں سفر صوبہ بہار میں بلکہ دور دورا پناہ نہیں رکھتے تھے۔



طلبہ کی پرورش کرتے تھے۔ کوئی سائل اون کے پاس سے خالی نہیں جاتا تھا۔ کوئی مہمان آتا تو بہت خوش ہوتے اور اس کو احترام اور آرام کے ساتھ بٹھراتے اور بہت خاطر و مدارا کرتے۔ حکیم ڈاکٹر مولوی سید عبدالسبحان عرف فرید شاہ وارثی صاحب سلمہ آبگاہ کے رہنے والے راقم کے قریبی رشتہ سے بھتیجے ہیں۔ ۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸ء) میں وہ پٹنہ کے ڈاکٹر کی مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۸۲ھ میں جب حضرت باقر کا بڑا بیٹا واسے پٹنہ تیار دلہ ہوا تو وہ اون کے پاس قیام پذیر ہوئے ایک خط میں اونہوں نے حضرت باقر کی جہاں نوازی کا ایک واقعہ مجھے لکھا جو اوٹھیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں:۔۔۔ ۱۸۸۲ھ میں دادا صاحب رحمہ اللہ یعنی حضرت باقر پٹنہ آگئے۔۔۔ اوس وقت مجھ سے ایک بہت خوب کام لیا گیا یعنی ایک عرب دادا صاحب کی ملاقات کو آئے سو اتفاق سے اوس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا مجھے پچاس ساٹھ روپیہ کا قیمتی شال کا ایک چھوٹا دیکر کہا کہ اسے بیچ لاؤ چاہے کتنی قیمت ملے۔ مجھے بازار میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے اس لئے میں واپس لایا خنکی کے لہجہ میں ارشاد فرمایا میں نے تو کہہ دیا تھا جو کچھ بھی ام لیں بیچ لاؤ۔ پندرہ روپیہ میں بیچ لایا پانچ روپے تو عرب صاحب کی دعوت میں بیچ ہوئے اور دس روپے نقد دیکر رخصت کئے گئے۔۔۔ حضرت باقر کو تین گاؤں بلا شرکت غیرے اون کے والد کے وارثت میں ملے تھے اون کی آمدنی کے علاوہ اونہیں ملازمت بھی تھی جسکی تنخواہ کے علاوہ گورنمنٹ سے تہہ کارگزار پر سالانہ یکیشین بھی اور مقدار میں ملا کرتا تھا لیکن انہوں نے یہ

لے گیا کا شہر بیگلوئی کے غریب کنارہ پر واقع ہے۔ اس مذی کے شرعی کنارہ پر موضع آبگاہ واقع ہے۔ یہ موضع سادات کی بستی ہے اور یہاں کے سادات سے حضرت باقر کی قربت داری ہے شمس العلماء، نواب سید دادا امام صاحب مرحوم نے آخر عمر میں یہ سکونت اختیار کی تھی اور یہیں اون کا انتقال ہوا۔

پرایوں میٹوں اور بیواؤں فقر اور مساکین پر سب کچھ صرف کر دیا یہاں تک کہ پر گہ گیا اور آ رہ میں اون کا ذاتی مکان تک نہ رہا اور عمر کا آخری حصہ انہوں نے کرایہ کے مکان میں کاٹا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ جس طرح سخاوت میں بے مثل تھے شجاعت میں بھی بے نظیر تھے ملازمت کے زمانہ میں اپنے حکام بالادست کا ادب کرتے تھے مگر کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور ان سے میا کا نہ ملا کرتے تھے اس نے انگریز حکام بھی ان کی بہت عزت کئے تھے ۱۸۵۷ء میں جب انگریزی ویسی فرج باغی ہو کر آ رہ آئی اور آ رہ میں غدر ہو گیا انگریز حکام ایک مکان میں محض ہو گئے مولوی سید اعظم الدین حسین خاں (نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے چچا) بھی جو آ رہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اون کے ساتھ اس مکان میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت باقر اوس وقت آ رہ میں تھے اور گو اون کی عمر اوس وقت صرف پچیس سال کی تھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی دخل نہیں ہوئے تھے بریں ہم آ رہ کے مکان عہدہ دار اون کے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ رائے یہ قرار پائی کہ فوراً آ رہ چھوڑ دینا چاہئے اور جس قدر جلد ہو سکے اس ضلع کی حد کو عبور کر کے ازول پہنچ جانا چاہئے چنانچہ اسی شب کو یہ سب لوگ جن کی تعداد بارہ تیرہ تھی آ رہ سے روانہ ہو گئے۔ صبح کو یہ سب لوگ جا رہے تھے کہ ایک گاؤں کے قریب کنورنگھ کے علاقہ کے ساتھ ستر راہ چوتوں نے اس جماعت کو گھیر لیا اور تلواریں نیام سے نکال کر سب کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت باقر تلوار لے کر آگے بڑھے اور پہلے بہت کچھ فہمائش کی۔ لیکن جب اون لوگوں نے حملہ ہی کرنے

تھا یہ مکان اب بھی موجود ہے اور گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے اور آ رہ مونس کے نام سے مشہور ہے لارڈ کرزن نے ایک تختی پر ان تمام انگریز اور ویسی آدمیوں کے (جو اس میں تھیں ہوئے تھے) نام کندہ کر کر نصب کر دیا ہے۔



کا ارادہ کیا تو یہ تنہا اون سب سے مقابل ہوئے۔ اون میں سے کچھ لوگ زخمی ہو کر گرے باقی سب بھاگ گئے اون کی شجاعت اور وہ فن جس کو اونہوں نے برسوں محنت کر کے سیکھا تھا اون کے اور اون کے سب ہمراہیوں کے کام آیا اور سب لوگ خیریت سے اردل پہنچ گئے۔ ایک وقت حضرت باقر گیا سے آ رہے تنہا یکہ پر آ رہے تھے رات کے وقت ڈاکوؤں نے یکا یک گھیر لیا وہ لڑے اور سب کو بھگا دیا۔ اون کے شجاعت اور بہادری کے بہت سے واقعات ہیں جن کے جاننے والے چند لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔

حضرت باقر قدس سرہ العزیز دنیا طبعی سے باطنی طور پر جب بہت محبوب تھے تو ذکر کی قبول کر لی تھی لیکن مدایح اور اضافہ تنخواہ کے لئے کوشش کا کرنا تو درکنار اس جانب اون کو کبھی خیال تک نہیں آیا اور کسی کے پاس دنیا کی غرض لے کر نہیں گئے۔ جس میں بڑے بڑے امیر تھے اون کو دو مرتبہ ترقی دی گئی لیکن اونہوں نے شکریہ ادا کیا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس خدمت پر وہ ۱۸۵۹ء میں مامور ہوئے تھے تمام مدت ملازمت اسی پر رہے۔ ۱۸۸۹ء میں جس وقت اونہوں نے پنشن لی اس وقت تک اون کی موروثی جائیداد بالکل جا چکی تھی اس کے باوجود اونہوں نے صرف پنشن کی رقم پر قناعت کی اور گو اون کے وسیع تجربہ کے لحاظ سے ایک عارضی خدمت پیش کی گئی لیکن اونہوں نے معذرت کیا اور انکار کر دیا۔ دنیا داری کی صورت میں ہرگز نہ دوا عراض عن الدنیا کی ایسی شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی بعض اشعار میں اونہوں نے دنیا کی جانب سے کٹاؤ کا اشارہ کیا ہے یہاں دو نقل کئے جاتے ہیں۔

قانع باندہ است بنان جوین خشک  
باقر برائے حیفہ دنیا زبازفت  
باقر رحمت حق باد بر آئیں کہ چوین  
طالب حیفہ دنیا زور مال

حلم اور عفو میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمۃ آپ اپنی نظیر تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص نہایت معاملات میں بالکل بے مقصد ہو اور دنیا سے اعراض کلی رکھتا ہو اس کو دنیا کے معاملات میں کسی سے کچھ سروکار نہ ہو اس کو دینی اور دنیوی معاملات میں نہ کسی سے نفرت ہو سکتی ہے نہ مخالفت اور دشمنی۔ چنانچہ حضرت باقر خود کسی کے مخالف اور دشمن نہیں ہو سکتے تھے اور نہیں ہوئے لیکن مقتضائے وکذلک جعلنا لکل نبی عدا واً شیطاناً الإنسان یلین یوحی بعضہم الی بعض خوفاً القول غوراً کبھی کبھی اون کے مخالف اور دشمن پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ اون لوگوں نے جن میں اون کے بعض عزیز بھی تھے اونہیں مسلسل سالہا سال تک بے حد ایذا میں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ انکو وہ چاہتے تو بہت سخت انتقام لے سکتے تھے مگر اونہوں نے ان لوگوں کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہیں کیا اولاً ان کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی شکایت میں کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا بلکہ بعض وقت اپنے کسی دوست یا عزیز کو ان معاملات کے متعلق اون لوگوں کی شکایت کرتے سنا تو منع کیا اور فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہمیشہ یاد رکھو۔

از خدا دان خلاف دشمن و دوست  
کہ دل ہر دو در تصرف اوست

ایک مرتبہ پیر گہ میں ایک شخص نے اون کو زہر کھلا دیا۔ اون کے ایک قریبی رشتہ دار ڈاکٹر سید ابوالحسن صاحب مرحوم وغیرہ اس وقت اتفاقاً پیر گہ میں موجود تھے۔ زہر کے اثر سے حضرت باقر کی حالت نازک ہو گئی اور بظاہر مرنے میں کوئی بات باقی نہیں رہی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا اور بہت مشکل سے اون کی جان بچ گئی۔ صحت کے بعد ہر چند

۱۸۹۰ء بزرگ قدیم زمانہ کے گلہ کے پاس کے ہوئے ڈاکٹر تھے اور گیا میں طلب کرتے تھے۔ حضرت سید شاہ نور علی صاحب (جن سے حضرت باقر کی بڑی ہمشیر منسوب تھیں) چھوٹے بھائی تھے اور قریبی رشتہ سے حضرت باقر کے بھائی بھی ہوتے تھے۔



لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ کس نے زہر دیا لیکن اونھوں نے اپنے  
جد اعلیٰ حضرت سبط اکبر سید شباب اہل الجنت جگر سید الکوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم امیر المؤمنین امام المسلمین سیدنا و مولانا امام شہید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پوری اتباع کی  
اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اون کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو اس وقت  
بقید حیات تھیں استغفار فرمایا لیکن اونھوں نے مان کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت عجز  
سے آئیدہ ہو کر معافی مانگی اور نہ بتایا۔ قراین سے لوگوں کو آخر معلوم ہو ہی گیا کہ کس نے  
زہر دیا تھا لیکن خود اونھوں نے کبھی کسی پر اس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دشمنوں کی جانب سے  
لا پرواہی کا اظہار اونھوں نے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ یہاں دو شعر نقل کئے جاتے

ہیں۔

زبس گر دید صلح کل سرشت طبع بے کینم نہ دارم فتنے اندر دوستان و دشمنان خود  
بکیش من نبود مستیاز دشمن و دوست کیکہ دشمن من شد عزیز من باشد

صبر و شکر رضا و تسلیم کے صفات میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمہ یگانہ روزگار تھے سخت  
سے سخت بیماریوں کی تکلیف کو نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے  
اور اس حالت میں جب کوئی اگر اون کی مزاج پر سی کرتا تو احمد اللہ ایسے صمیم دل سے  
کہتے تھے کہ اون کے چہرہ پر نہایت دوست دوڑ جاتی تھی۔ ۱۲۹۵ھ (۱۸۸۱ء) میں اون کے  
سینہ میں ایک عجیب قسم کا درد شروع ہوا۔ عشا کے وقت شروع ہوتا اور تھوڑی دیر میں  
بہت بڑھ جاتا اور صبح کی نماز کے وقت تک باقی رہتا۔ دن کے وقت نہیں ہوتا۔ بعض وقت  
درد کی اس قدر شدت ہوتی کہ ٹھنڈا پسینہ جاری ہو جاتا اور نبض کی حرکت رک جاتی۔ اس  
بیماری میں وہ ساڑھے تین مہینے مبتلا رہے اس کے بعد صحت ہوئی۔ پھر ۱۳۰۵ھ

صبر و شکر  
رضا و تسلیم

(۱۸۸۶ء) میں اون کے سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں میں زخم پیدا ہوئے اور بڑھتے بڑھتے  
بہت بڑھ گئے ہر وقت اون میں درد رہتا تھا اور کبھی کبھی خون جاری ہو جاتا تھا یہ تکلیف  
اون کو تقریباً پانچ مہینے رہی ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں اون کے داہنے پاؤں کی ہڈی  
میں درد شروع ہوا اور چار پانچ ماہ تک رہا اس کی شدت سے بعض وقت وہ بیہوش  
ہو جاتے تھے۔ ان شدید بیماریوں میں وہ نہایت صابر رہے اور خداوند تعالیٰ کا شکر کرتے  
رہے۔ پہلی دو بیماریاں اون کی ملازمت کے زمانہ میں ہوئی تھیں لیکن باوجود اس قدر  
تکلیف کے جو اونھوں نے اٹھائیں اپنا کام برابر انجام دیتے رہے۔

اولاد کا مرنا انسان کے لئے نہایت سخت ابتلا ہے۔ حضرت باقر کی بہت سی  
اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) اون کے سامنے فوت ہوئے تقاضائے بشریت سے اون  
کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا تھا لیکن اون کی استقامت اور رضا و تسلیم میں ذرا  
فرق نہیں آتا تھا۔ پیر کے ساتھ اون کو جس قدر محبت تھی اور اون کی وفات میں جس قدر غم  
تھی وہ نہ اس زمانہ میں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ پیر کی رحلت جب ہوئی اون کی قلب پر کیا  
گزری اس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن ظاہر میں جو حالت پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ تمام دن  
آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہا اور دو روز تک نہ وہ کچھ کھانے اور نہ پانی سکے اور نہ کسی  
سے کوئی بات کی۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت باقر قدس سرہ کا خاندان صوفیوں کا خاندان گزرا ہے اون کے اجداد بڑے حضرت باقر کو  
پایہ کے عالم اور عارف ہوتے آئے۔ حضرت باقر کو ابتدا سے عمر سے بزرگوں ہی کی صحبت  
رہی اور شریعت اور طریقت ہی کی آب و ہوا میں اون کی نشوونما ہوئی۔ اون کا فطری  
رجحان بھی اسی جانب تھا۔ اون کے شباب کے زمانہ میں گیا اور پٹنہ کے ضلع میں اچھے



ایسے بزرگ موجود تھے اور حضرت باقر اون سے ملا کرتے تھے لیکن پیر کامل کی تلاش باقی رہی۔ پیر وہ پیر کامل کی شناخت کے متعلق مجھ سے دو تین بار جو کچھ ارشاد فرمایا اوس کا خلاصہ لکھنا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ فرماتے تھے۔

مرو کامل کی شناخت بتدی کے لئے نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ ہر خطہ و ہر آن باریک بینی میں شیخ کامل کے لئے دل سے دعا کرتا رہے حق سبحانہ و تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے دعا پر اگر صدق دل سے مداومت کی جائے تو وہ قبول کر ہی لیتا ہے۔

طالب حق کے لئے ایسا پیر رہیہ لازم ہے جو ظاہر و باطن کے کمالات میں کامل و مکمل ہو تاکہ وہ مرید کی تربیت کما حقہ کر سکے اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ ظاہری حیثیت سے پیر کو ان تین صفات سے متصف ہونا ضرور ہے۔

(۱) قرآن و حدیث و فقہ و عقاید کا عالم ہو

(۲) اہل سنت و جماعت کے صحیح عقاید کا بلا افراط و تفریط و بلا تعصب پورا پابند ہو۔ اوس کے اوقات معمور ہوں اور فراغ و واجبات و سنن و فرائض و مستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے محظورات اور مکروہات اور بدعات اور عقاید فاسدہ سے قطعاً مجتنب ہو۔

(۳) اوس کا مسلک اور سلسلہ طریقت از ابتدا تا آخر صحیح ہو اور وہ خود بھی صحیح الاجازت ہو۔

پیر کو قرآن حدیث فقہ اور عقائد کا عالم ہونا ضرور ہے اگر کتاب سنت و اقیقت نہ ہوگی تو احکام الہی اور سنت نبوی کی اتباع کیونکر ہو سکے گی ایسے بزرگان سلف مرید کو یا صراحتاً تمام علم کے حاصل کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو ظاہری علم نہیں رکھتے تھے یہیں ہم عرفان الہی اور کمالات باطنی میں کامل تھے ان لوگوں کو علم من لدنی دیا گیا تھا مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور ان کی مثال حجت نہیں ہو سکتی۔

ان صفات سے متصف اگر کوئی بزرگ مل جائے تو اون کے ہاتھ پر بیت تو یہ جایز ہے لیکن سلوک باطن کی رہبری کے لئے پیر طریقت میں کمالات باطنی اور عرفان کامل کا ہونا بھی ضرور ہے تاکہ مرید کو سلوک باطن میں سید ہے راستہ پر لیجا کر منزل مقصود تک پہنچا سکے لیکن ان کمالات باطنی کا پہچاننا بتدی کے لئے محال ہے اور صرف فضل الہی ہی طالب کو ایسے پیر تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر ایک صورت ہے جس سے ممکن ہے کہ طالب مرشد کامل کو پاسکے وہ یہ ہے کہ طالب اگر کسی ایسے بزرگ کو پائے جو متذکرہ بالا تینوں صفات ظاہری سے متصف ہو تو چاہئے کہ عقیدت کے ساتھ بغرض استفادہ (نہ کہ امتحان کی نیت سے) اون کی خدمت میں حاضر ہو اور دل کو متوجہ کر کے بیٹھے اگر اوس کے قلب پر ہمیت حق کا غلبہ پیدا ہو اور اندر حل شانہ کے سوا تمام اشیاء کا خیال اوس کے دل سے محو ہو جائے اور چند صحتوں میں اوس کو یہی کیفیت حاصل ہوتی رہے تو اوس کو سمجھنا چاہئے کہ اوس بزرگ کے یہاں اوس کا حصہ ہے اور اوس کی باطنی مکمل



اون سے ہو چکی اور اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو اون بزرگ سے اس کو یہ عقیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اون کے یہاں اس کا حصہ نہیں ہے۔

کمال باطنی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے (۱) محبت الہی اور (۲) تخلقوا باخلاق اللہ و تخلقوا باخلاق الرسول۔ محبت الہی کے ساتھ سنت نبوی کی اتباع قولاً و فعلاً و حالاً جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی سالک کو اسی قدر زیادہ تقرب بارگاہ رسالت کے ساتھ اور اس ذریعہ سے بارگاہ الہی کے ساتھ ہوتا جائیگا۔

حضرت باقر کو جس زمانہ میں پیر کی تلاش تھی اس زمانہ میں ایک بزرگ حضرت شاہ قیام صدق چشتی قادری فخری قدس اللہ سرہ الغریز کی شہرت صوبہ بہار میں بہت ہو رہی تھی۔ وہ حضرت سید ابوالعباس سعید الدین قمی القادری القتب پیر صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت سید صادق قدس سرہ قبضہ سادہ ہوا کے رہنے والے اور حضرت قادری قمی علیہ الرحمہ کے سلسلہ سے حضرت سیدنا سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی اجمیلانی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں تھے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے سادہ ہوا سے دہلی تشریف لائے۔ اون کے دہلی آنے سے کچھ قبل سن ۱۱۹۹ھ میں حضرت مولانا فخر الدین محمد بنی چراغ چشت قدس اللہ تعالیٰ سرہ الغریز اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لا چکے تھے اور اون کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ہو رہی تھی حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ ان کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اون کے

حضرت شاہ قیام  
صدق چشتی

مدرسہ میں داخل ہوئے اور بعد چندے مرید بھی ہو گئے اور تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدات باطنی میں مشغول ہوئے چند سال کے بعد حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے سید صاحب کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کبریہ کی زبانی اجازت دے کر سفر کا حکم دیا اور حج اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ چلتے وقت یہ بھی ہدایت فرمائی کہ واپسی میں بخارا ہوتے ہوئے شاہ حب اللہ بخاری سے ملنے آنا۔

حضرت غواص بحرلی مع اللہ سید شاہ حب اللہ بخاری علیہ الرحمہ کا مولد اور سکون بخارا تھا تحصیل علم کے بعد پیر کی تلاش میں گھر سے نکلے اور باجائیا حاکم گئے ہوئے دہلی پہنچے یہاں آکر اونہوں نے حضرت مولانا فخر الدین محمد بنی قدس اللہ سرہ کا شہرہ سنا اور اون کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور آٹھ دس سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے۔ اثنائے قیام دہلی میں حضرت سید صادق علی شاہ اور حضرت سید شاہ حب اللہ بخاری میں باہم بے حد اتحاد ہو گیا تھا جب حضرت شاہ حب اللہ قدس سرہ پیر سے رخصت ہو کر بخارا واپس جانے لگے حضرت مولانا نے حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ کے نام کا خلافت نامہ لکھ کر انہیں دیا اور فرمایا کہ صادق علی بخارا آئیں گے اون کو دیدیجیو۔

پیر سے رخصت ہو کر حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برسوں مختلف ممالک میں سفر کرتے رہے بالآخر حجاز پہنچے اور گیارہ حج ادا کئے۔ بارہویں حج کے ارادہ سے حجاز میں ٹہرے تھے کہ ایک پیر بجائی سے ملاقات ہو گئی اور ان سے حضرت مولانا فخر الدین محمد بنی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۲۴ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ) کا حال معلوم ہوا اسی وقت اونہوں نے ہندوستان کا قصد کیا اور روانہ ہو گئے پیر کا حکم یاد تھا سفر کرتے ہوئے



بخارا پہنچے اور حضرت سید محب الشیخاری سے ملے انہوں نے پیر کا مرحمت کیا ہوا خلافت نامہ انہیں دیا۔ بخارا میں قلیل قیام کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی آئے وہاں سے یورپ کا سفر کیا اور ڈھاکہ گئے اور چند سال تک بنگالہ اور چھٹا ناگپور اور بہار میں سفر کرتے رہے، سفر کرتے ہوئے ایک مرتبہ وہ ضلع برہمان کے قصبہ میا پور تشریف لائے اور وہاں کے ایک ذی وجاہت بزرگ حضرت قاضی شیخ محمد صادق صاحب کے مکان پر فرود کش ہوئے۔ چند روز کے بعد حضرت قاضی صاحب اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی اور برادری اور بستی کے بہت لوگوں نے بیعت کی۔ ان کے فرزند حضرت شاہ قیام الدین الملقب بہ شاہ قیام صدق قدس سرہ العزیز بھی جو ابھی صرف سات سال کی عمر کے تھے بیعت کی۔ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کے متعلق ان کے والد کو بہت بتا دیا۔ دس چھ سات سال کے بعد جب حضرت سید صادق علی شاہ صاحب قدس سرہ میا پور آکر یہاں سے رخصت ہوئے حضرت شاہ قیام صدق صاحب قدس سرہ بھی والدین کی رضا و رغبت اور اجازت سے پیر کے ہمراہ ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کی رحلت کے وقت تک سفر میں رہے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت ان سے حاصل کر کے درجہ کمال پائے ہوئے۔ علوم باطن کے علاوہ علوم ظاہر بھی انہوں نے تامل پیر ہی سے حاصل کیا۔

انشائے سفر میں حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا اور بندر چانگام سے جہاز پر روانہ ہوئے۔ بندر چانگام پر پہنچ کر جہاز ایک مہینے تک ٹہرنے والا تھا اس لئے حضرت جہاز سے اتر پڑے اور وہاں بیمار ہو گئے اور ۲۷ صفر ۱۰۸۱ کو انتقال کیا۔ حضرت شاہ قیام صدق قدس سرہ کو انتقال سے پہلے خلافت دیدی تھی اور خلافت

لکھنیا تھا اس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا "فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتیم و قیام مقام خود کردیم و ہمہ اشیائے ملوکہ خود را باہ و دادیم و عطا کردیم ہر کہ از مریداں و مستر شاران و خلفایان من ہمچو من نداند او از من مرتداست۔"

پیر کے رحلت کے بعد ان کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ قیام صدق قدس سرہ العزیز صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے محلہ دریا پور میں مقیم ہوئے ان کی بزرگی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی اور موضع جمواوان کے زمیندار تفضل حسین خاں صاحب مرحوم پٹنہ آکر ان سے مرید ہوئے اور باصرہ تمام حضرت کو جمواوان لے گئے کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ (پیر کی وصیت کے مطابق) قصبہ شیر گھاٹی گئے اور وہاں سے موضع امارت جا کر وہاں کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد صادق حسین علیہ الرحمہ کی صبیہ محترمہ سے نکاح کیا۔ دو تین سال وہاں قیام کیا تھا کہ حضرات جمواوان باصرہ تمام انہیں واپس لائے۔ اس قریہ کے متصل تفضل حسین خاں صاحب مرحوم نے چند بیگہ زمین حضرت کو نذر دی انہوں نے اس زمین پر مسجد اور خانقاہ اور سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا اور متصل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ چشتی چمن پیر گبہ کے نام سے مشہور ہوئی حضرت شاہ قیام صدق قدس سرہ کے والد ماجد بھی برہمان کے ضلع سے یہاں تشریف لے آئے اور یہاں ان کی رحلت ہوئی۔

حضرت شاہ قیام صدق چشتی قادری فخری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نہایت کامل مکمل اور کامل گز بزرگ تھے۔ مجمع البحرین علوم ظاہر و باطن تھے حافظ کلام اللہ شریف فن قرأت و تجوید میں بے مثل تھے۔ حدیث و فقہ میں ایسے متقدمین کے ہم پلہ تھے۔

سہ قریہ تفضیل بہار شریف سے ۱۶ سولہ میل مغرب کے جانب ہے۔



علم کلام اور حکمت میں نہایت وسیع النظر تھے تفسیر کی نہ صرف بہت سی مستند کتابیں اُن کی نظر سے گزری تھیں بلکہ کلام شریف کے حقائق و دقائق کا علم من لدنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُنہیں دیا تھا۔ اُن کے ایک مرید مولوی شیر علی صاحب علیہ الرحمۃ نے اُن کی خدمت میں ایک عریفہ "مضمحل تنفسا حقایق آیت نور" بھیجا۔ حضرت نے جواب میں اس آیت شریف کی نہایت عارفانہ مبسوط تفسیر تحریر فرمائی اور لفظ مبارک "نور" کے معانی کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا اور آخر میں تحریر فرمایا:-

"وایں چند سطور کہ نوشتہ شد بے ملاحظہ وجوہ تفاسیر است بلکہ تفسیر 'نور' از نور دل است و اگر ملاحظہ معانی تفاسیر چہ از محقق و مکمل کردہ میشود مانا و فترت می ارزید و ازین است کہ معانی متعارف مفسران را ذکر نکردیم تا بطول نکند و آن خود معلوم باشد یا معلوم شود۔ و الحمد للہ علی ذلک کہ سالے چند آید کہ جمال معانی قرآن را بمانندہ بود و ندیدہ دل را از یادہ اسرار قرآن لیا لب کردہ بودند....."

ماسوی اللہ سے نقطہ تعلق اور اتباع سنت میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونہ تھے۔ ابتدائے حال میں اُنہوں نے کیا کیا ریاضتیں اور مجاہدات کئے اُس کا علم تو کسی کو نہیں ہے لیکن میں نے متعدد وثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ صحت کی حالت میں نیم شب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے بستر پر بیٹھے ہی ہوتے دیکھے گئے اور ان کے چہرہ میں اس قدر لمعان ہوتا تھا کہ تاریک حجرہ کے اندر سے باہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اُن کے کمالات کا اندازہ کون کر سکتا ہے اُن کے زمانہ کے بڑے بڑے اکابر طریقت اُن کی مجلس میں نہایت مودبانہ بیٹھا کرتے تھے۔ اُن کے پہلے سماع کی مجلسیں اُنہیں سخت پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھیں جو تصوف

کی اصولی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن پر قدمائے اکابر صوفیہ کامل تھا۔ اُن کی سماع کی مجلسوں میں مزامیر کی قسم میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ توالوں کو با وضو ہو کر آنا لازم تھا اور جن لوگوں کو مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی اُنہیں بھی با وضو آنا لازم تھا اہل مجلس کو مودب اور متوجہ الی اقلب ہو کر بیٹھنے کی تعلیم دی گئی تھی اہل مجلس میں کوئی شخص دوسرے سے بات نہیں کر سکتا تھا اور نہ کوئی شخص قوال پر فرمائش کر سکتا تھا۔ اُن کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرورت سفید ہو کر اٹھتے تھے۔ اُن کے مرید باہم دیگر اس قدر اتحاد اور محبت رکھتے تھے کہ اُس زمانہ میں سکے بجائیوں میں بھی کم پائی جاتی تھی۔ اُن کی فیض رسانی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ صوبہ بہار و بنگال میں اور دوسرے مقامات میں اُن کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اُن کے حلقہ کی بھی تعداد بہت بڑی تھی۔

حضرت شاہ قیام صدق قدس سرہ کو فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ صد ہا شعراء کے دواوین اُن کی نظر سے بالائیں گزرے تھے۔ شعر فہمی میں کم کوئی اُن کے برابر تھا فارسی نثر نہایت برجستہ اور لطیف تحریر فرماتے تھے اور عربی اور فارسی میں کبھی کبھی برجستہ اور نہایت اعلیٰ پایہ کے اشعار اور غزلیں کہہ دیتے تھے۔ حافظہ اور ذہن بھی اُنہوں نے خداداد پایا تھا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام صدق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ۲۱ مارچ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو بروز چار شنبہ عصر کے وقت ہوئی دوسرے دن آخر وقت عصر اپنے والد بزرگوار کے قبر شریف کے متصل دفن کئے گئے۔ رحلت سے تقریباً تین ماہ پیشتر وہ علیل ہو گئے اور علالت کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ جس روز رحلت واقع ہوئی اُس روز حالت میں کسی قسم کا



تغیر نہیں ہوا۔ اوس روز عصر کے وقت سے کچھ پہلے سے اوکی ٹھٹ میں اون کے بڑے صاحبزادے  
حضرت شاہ شہود الحق صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت کے داماد شاہ شاہد حسین صاحب اور  
حضرت کے بھائی مولانا شاہ بشیر الدین صاحب اور حضرت کے خلیفہ جناب ملا محمد عمر الملقب  
بہ ملا سرت علیہ الرحمہ حاضر تھے جب عصر کا وقت آیا یہ حضرات نماز عصر کے لئے باہر آئے اور  
نماز کے ہتھیہ میں تھے کہ یکایک خبر آئی کہ حضرت کا حال متغیر ہو گیا ہے یہ سب بزرگ اُن کے  
حجرے میں گئے دیکھا کہ حالت متغیر ہے اور چند منٹ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دو چار  
روز کے بعد حضرت شاہ شہود الحق قدس سرہ نے مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی علیہ الرحمہ  
کو ایک خط لکھا جس میں حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت اور دفن وغیرہ کے  
حالات کو بالتفصیل لکھا تھا۔ اوس خط کا جسے جسے مضمون یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔  
خط میں یہ لکھا کہ ہم چار شخص (یعنی شاہ شہود الحق صاحب و شاہ شاہد حسین صاحب و شاہ بشیر الدین  
صاحب و ملا سرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کے حجرہ میں اون کے پاس حاضر تھے کہ  
یکایک پر سید نہ کہ آج کون تاریخ رمضان کی ہے، حضرت عملی (یعنی مولوی بشیر الدین صاحب)  
عرض کر دند کہ 'بیسویں'۔ بریں سکوت فرمودند۔ من بعد ملا صاحب (یعنی ملا سرت) عرض  
کر دند کہ 'اکیسویں' پھر دشیندن فرمودند سر مبارک خود بجانب قلب شریف بابل بطور مراقبہ  
بالمعنی العام المطلق 'تب آج تو ضرور کسی طرح سے ٹلنا نہیں چاہئے'۔ من بعد سر مبارک  
بل خود شریف خود بہ تبادر تمام و ناز تمام بر کف دست راست نہادہ یہ راحت تمام آرام  
فرمودند۔ اس کے بعد یہ چاروں حضرات نماز عصر کے لئے باہر چلے آئے تھوڑی ہی دیر میں

”یکایک خبر از حیولی مرتبه بعد آخری در رسید که حالت حضرت سرکار دیگرگون است مابین از خود  
رفته بے سرو پا دویدیم و بچشم سر معاینه کردیم و بشهادت قلب خود موسمن شدیم که نیندگی حضرت  
ایشان بطیب قلب بعین راحت کلمه شریفه **اللهم الرفیق الاعلی متوجه الی اللہ**  
الاعلی میسرانید..... باجمله بعد وصال حضرت ایشان چادرے ہم اگر چه پارینہ  
بوده باشد در بقیچہ جناب ایشان ہم نرسید کہ آں جسم نازنین را یک شب پوش نیم جز چادر  
کہ در مرض شریف در خدمت بود....“ دوسرے دن بےست دوم رمضان کو بوقت  
ظہر“ در غسل شریف خیارنا س مثل جناب مولوی نور محمد صاحب جناب مولوی شہود الحق صاحب  
ہمنام من و جناب حکیم ارشد علی صاحب و اشغال ایشان کہ بسط آں خیال بسیط است و الوقت  
لایسعہ حاضر بودیم و از شرف ایں سعادت مشرف شدیم۔ و از جملہ عجائب آنچه در آں روز  
رو نمود آنکہ دہن شریف بوقت غلطانیدن کشادہ میشد و بوقت نشانیدن بستہ می شد  
**والا موقد وقع مراد اکتیوة بشکلات من الالبات والافاق** ہمہ اعضاء مبارک بشاہ  
کووک دوسہ ماہہ زندہ ملائم بودہ است..... و از احاطہ خرق عادات حضرت قدس سرہ  
..... ایں بود کہ از روز اول تیار و ز ثانی وقت غسل در رکائے گرون شریف و در قلب  
شریف و ہم در محاسن شریف و در نبض مبارک حرکت تحریک بضرب محوس میشد.....  
(و از اجتماع مردم معلوم می شد کہ میلہ بزرگ است و با وجود منع بسیار ہنود ہم برلے تبرک  
باز نہاندند از انداختن گل چنانکہ رسم ایں دیار است چنانچہ مابین استقبال قبلہ نماز میخواندیم  
ایشان جنوباً و شمالاً ہر دو طرف صفوف خود درست کردہ بحسرت تمام نظارہ می کردند....“

اس اقیباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفت فقر میں حضرت مولانا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح سنت نبویؐ کی



اتباع کو اس درجہ کمال تک پہنچایا تھا جس سے بالاتر اس زمانہ میں تو قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ اللہ جس شخص کے گھر میں انتقال کے بعد ایک پرانی چادر موجود نہ ہو کہ جسم پر ڈالی جا سکے اس کے فقر کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے وقت اور موت کے بعد جو باتیں ہوئیں وہ صرف ان خاص اوصاف اور لیا ائمہ ہی میں پائی جاسکتی ہیں۔ سچ ہے۔

ہرگز نیر و آن کہ دشن زندہ شد عشق ثبت است بر جریہ عالم دوام  
حضرت کے وصال کا مادہ تاریخ بھی خوب ہی ملا الفقہ فخری (۱۳۳۸ھ)۔

حضرت شاہ قیام صدق علیہ الرحمۃ نے اولاد و ذکر میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب میں بڑے حضرت مولانا حافظ شاہ شہود الحق قدس سرہ تھے۔ وہ بڑے پایہ کے عالم اور علم تجوید و قرأت میں بے مثل تھے زہد و تقویٰ فقر و توکل، علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے نمونے تھے تمام عمر مجرہ اور عمامہ سوسے اللہ سے ہمیشہ منقطع رہے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد سو مریہ ہوئے تھے اور شب ۲۷ شنبہ ۱۲۹۵ھ کو خلافت اور سجادہ نشینی اور عطائے خرقہ سے مشرف ہوئے۔ والد قدس سرہ کے وصال کے بعد تیس سال تک سجادہ ارشاد پر متمکن رہے ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ روز شنبہ کو رگبرگ عالم بالا ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ اور جد امجد کے قبروں کے درمیان دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے فرزند حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ بزرگ بھی نہایت ہی ذوی علم تھے اور فقر و توکل زہد و تقویٰ میں اپنے بزرگوں کے نمونے تھے سچیت اور خلافت ادن کو والد بزرگوار سے بھی لیکن تمام عمر سیکو مریہ نہیں کیا۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں تھوڑے دن گزرے کہ شب یکشنبہ ۱۳۵۵ھ کو جو اوان پیر گد میں ادن کی

رحلت ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔ تیسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جنود الحق صاحب جن کے وصال کو تقریباً چار سال گزرے حضرت شاہ شہود الحق صاحب حضرت شاہ ظہور الحق صاحب کے منجیل فرزند حضرت شاہ ہاشم صاحب ل ائمہ عمرہ کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا تھا اور اب وہ سجادہ ارشاد پر متمکن ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری رکھے۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے دل میں آتش طلب تیز ہوتی جاتی تھی اور اسی نسبت سے پیر و بر سر کمال کی جستجو میں سرگرمی بھی زیادہ ہوتی جاتی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام صدق قدس کی بزرگی کی شہرت صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی تھی اور حضرت باقر بھی سنا کرتے تھے۔ ۱۲۸۵ھ (۱۸۵۸ء) میں عذر کے فرو ہونے کے بعد انھوں نے آ رہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت شاہ قیام قدس سرہ بھی کبھی کبھی آ رہ تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ آئے ہوئے تھے حضرت باقر ان کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قدموں میں بیٹھے اور گرویدہ ہو گئے۔ گرویدگی جلد بڑھتی گئی۔ یہاں تک حضرت شیخ قدس سرہ جب ۱۲۸۵ھ میں پھر آ رہ تشریف لائے حضرت باقر ان سے سلسلہ علیہ حشیتہ فخریہ میں مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے منجیل فرزند حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ بھی والد ماجد کے ہمراہ آ رہ آئے تھے اور حضرت باقر کے مرید ہونے کے وقت موجود تھے۔ سرفراز نامہ مورخہ ۲۹ جمادی اول ۱۳۰۵ھ

(جس میں حضرت باقر کے مرید ہونے کی کیفیت مجھے تحریر فرمائی تھی) تحریر فرمایا تھا کہ مرید ہونے کے روز حضرت باقر نے آ رہ کے عمائد کی نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں شہر کے تقریباً سب سربراہان و حضرات شریک ہوئے جن میں حضرت صوفی سجاد حسین صاحب منشی اقبال حسین صاحب منشی واصل حسین صاحب خوشنویس خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن تخلص چودھری غلام قادر صاحب چودھری عبدالرحمن صاحب چوہدری معتمد حسین صاحب



خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور دعوت میں شریک ہونے والے اصحاب میں بہت مختصر  
حضرت باقر کے ہمراہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔

انما الاعمال بالنیات و انما لكل امرئ ما نوى جعفر جوش عقیدت سے  
اور جس قدر خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ حضرت باقر نے بیعت کی اوسی قدر پیر کی شفقت محبت  
اور عنایات اون پر مبذول ہوئی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے  
متعدد بلند پایہ مریدوں سے میں نے سنا اور حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ  
بھی مجھ سے فرماتے تھے کہ ”جس قدر شفقت اور توجہ سے حضرت قدس سرہ نے بھائی صاحب  
(یعنی حضرت باقر کی تعلیم و تربیت کی وہ کم کسی مرید کو نصیب ہوئی۔ اپنے رو برو بٹھا کر  
اون سے ادکار وغیرہ کی مشق کرایا کرتے تھے۔“ ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت باقر  
نے خود مجھ سے فرمایا تھا جو تقریباً اونہیں کے الفاظ میں یہاں بیان کرتا ہوں:-

حضرت صاحب قدس سرہ ایک بار آدھ شریف لائے اور ایک صاحب کے یہاں قیام فرمایا ہم روزانہ عصر کے  
بعد حاضر ہو کر تے اور عشا کے بعد گھر واپس آتے تھے۔ ایک شب حضرت قدس سرہ کے  
پاس دیر ہو گئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا ”بھائی باقر اب رات زیادہ گئی یہیں سو رہو“  
سائیاں میں بڑا تخت بچھا ہوا تھا حضرت صاحب نے اپنا بستر وہاں بچھوایا اور ہم اند  
والان میں کچھ دور پر لیٹے اور سو گئے دو بجے ہو گئے کہ میرے کانوں میں ایک ٹھیک  
آواز آئی جس کی ہیبت میرے قلب پر طاری ہوئی۔ ہم اونٹ بیٹھے دیکھا کہ حضرت صاحب  
ذکر کر رہے ہیں اور تمام مکان انوار و تجلیات سے بھرا ہوا ہے۔ وضو کرنے کا موقع  
کہاں تھا ہم نے فوراً تیمم کیا اور حضرت صاحب کے پیچھے کچھ دور پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب  
ذکر کرتے رہے پھر خاموش ہو کر کچھ دیر مراقبہ بیٹھے رہے پھر بیٹھے اور مجھے بیٹھا دیکھ کر

فرمایا ”کون ہے۔ بھائی باقر“ ہم نے مودبانہ عرض کیا ”غلام ہی ہے۔“ فرمایا ”تم نے دیکھا  
ہم ذکر کر رہے تھے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر ایسے ہی کیا کرتے ہیں تم نے ہم کو کرتے دیکھا اب  
تم بھی اسی طرح کیا کرو۔“ اوس کے بعد ذکر کے طریقہ اور تعداد کو تفصیل ارشاد فرمایا۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت باقر کی تعلیم و تربیت جس کمال توجہ اور شفقت سے  
کی اور انھوں نے جس جوش عقیدت اور فرط محبت اور کمال محنت و مجاہدہ کے ساتھ پیر کی  
تعلیم سے فائدہ اٹھایا اوس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان صفحات میں اوس کی گنجائش  
ہے۔ آ رہ میں حضرت باقر کے مکان سے (جو شہر کے باہر تھا) آدھے میل کے فاصلہ پر دو  
ہشیدوں کے فرارات ہیں۔ اوس زمانہ میں ان فرارات سے دور دو تک کوئی آبادی  
نہیں تھی اور دن کے وقت بھی یہ مقام سن سان رہا کرتا تھا۔ یہ جگہ چونکہ بہت پاک صاف  
اور ستھری تھی اور راتوں کو کسی کی آمد و رفت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت باقر نے اپنے  
اشغال کے لئے اس کو پسند کر لیا تھا۔ آدھی رات کو بیدار ہوتے اور وضو کر کے وہاں تنہا چلے  
جاتے اور اون فرارات کے احاطہ میں صبح تک اذکار و اشغال و اوراد میں مشغول رہا کرتے  
یہ معمول سا لہا سال تک رہا۔ مرید ہونے کے بعد صحت کی حالت میں وہ نیم شب کے بعد بھی  
سوئے ہوئے دکھائی نہیں دئے اور رحلت سے چودہ پندرہ سال قبل سے تو اون کا معمول  
ہو گیا تھا کہ عشا کی نماز پڑھ کر جائے نماز پر ہی بیٹھے صبح کو دیتے تھے اور مطلق نہیں لیٹتے  
تھے۔ اوس حالت میں اون پر محویت ایسی طاری ہوتی تھی کہ کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی  
پیر ۱۸۹۵ء میں روڑکی سے جہاں میں انجینئرنگ کی تعلیم پڑھتا تھا تعطیل میں آ رہ آیا تھا۔  
ایک رات نہایت زور کی بارش ہو رہی تھی جس سائبان میں حضرت باقر تھے اوس کے  
سفال پوش چپڑ کا ایک حصہ یکایک گر پڑا۔ میں دوسرے سائبان میں کچھ فاصلہ پر سو رہا تھا



آواز سے بیدار ہوا اور دوڑا دیکھا کہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنی حالت میں محو و مستغرق جائے ناز پر بیٹھے ہیں چونکہ بقیہ حصہ بھی گرا ہی چاہتا تھا میں نے اون کو اٹھالیا اور باہر لے آیا اور باہر آتے ہی جو کچھ باقی تھا گر گیا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام صادق قدس اللہ سرہ ہر سال ماہ صفر کی تالیسویں تاریخ کو اپنے پیروم شد حضرت سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے ۱۲۹۲ھ کے عرس میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوئے۔ عرس کی تقریب کے ختم ہونے کے بعد کچھینہ کے روز دوم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو حضرت شیخ قدس سرہ نے اون کو سلسلہ علیہ حشمتیہ نظامیہ فخریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ کبریہ فخریہ میں خلعت خلافت سے اور اس کے ساتھ شاہ شہید المحبت حشمتی کے نہایت ہی محترم لقب سے مشرف فرمایا حضرت باقر ۱۲۷۵ھ میں مرید ہوئے تھے۔ پیر کی زیر تربیت انیس سال تک مجاہدہ اور ریاضت کرنے کے بعد اوس روز انھیں یہ نعمت جاودانی ملی۔

تشریف خلافت سے مشرف ہونا حضرت باقر کے سوانح حیات کا ایک ممتاز ترین واقعہ ہے اور خلافت نامہ جو انھیں دیا گیا وہ بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لئے (گو طوالت ہوتی ہے) خلافت نامہ کی عبارت کو تمام و کمال یہاں نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدا اور آخر کے مضامین کا درج کرتا ہوں۔ درمیان میں سلسلہ حشمتیہ پاک کا شجرہ ہے جس کا ترجمہ درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خلافت نامہ کے سر صفحہ پر حضرت شیخ قدس سرہ کی تین مہریں ہیں اون کی عبارتیں بھی لکھ دی جاتی ہیں۔ وَهُوَ هَذَا :-

(نقل خلافت نامہ صفحہ ۷۷ پر درج ہے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شجرۂ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء

هذه الخلافت فی الطريقة العالیة الجشتیة من مشایخنا رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱۲۹۲  
مہر چشتیہ فخریہ  
مریدان راہود حامی و پیوستہ  
حبیب اللہ عین الدین حشمتی

ز قول کلمۃ طیبۃ تمام  
ز خوش نصیبان قیام

۱۲۸۰  
غلام خواجہ ہند الولی عطا  
قیام صادق حشمتی صادق حشمتی

الحمد لله الذی اصطفیٰ ادم بالخلافة سب تعریف ہے ادم کو جس نے آدم کو خلافت کے ساتھ برگزیدہ فجعلہ خلیفۃ فی الارض جمیعاً اثر تو الخلافت کیا پس اذ کو تمام فرین پر خلیفہ کیا پھر اس نے تمام کیا خلافت کو اون کا باشراف اولادہ محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ بزرگترین اولاد سیدنا محمد مصطفیٰ سے جن پر اللہ نے والہ و سلو تسلیم۔ ثم جعل فی امتہ درود بھیجا اور سلام بھیجا از روئے سلام بھیجنے کے پھر معین کیا خلافت فی الظاہر و خلافت فی الباطن اون کی امت میں خلافت کو ظاہر میں اور خلافت کو باطن میں و خص بعضهم بخلافت الظاہر و خص بعضهم بخلافت الباطن میں اور ان میں سے بعض کو مخصوص کیا خلافت ظاہر میں سے اور مخصوص کیا بعض کو خلافت باطنی سے اور بعض کو ظاہراً و باطناً جمیعاً کتحلفاء الراشدین دی اون میں سے بعض کو ظاہراً و باطناً سے ایک ساتھ حبیبیہ خاندان و مہدیہ۔ فجعل من من علی خلفائے راشدین جو ہادی اور مہدی ہیں پس برگزیدہ الخلق مخلوق و وجود من لولاہ لم یخلق جسے مخلوق پر احیان کیا اوس وجود کو پیدا کر کے جو اگر نہ ہوتے



من العدم وخلق من نور نور وخلق  
 الخلق من نور فهو صلى الله عليه وآله  
 وسلم مظهر الاثر - فضلوته وسلامه  
 عليه وعلى آله واصحابه تشريفاً وتعظيماً  
 اما بعد فلهذا الخلافت في الطريقت  
 العالية الجشتية من مشايخنا رضوان  
 الله تعالى عليهم اجمعين - فيقول العبد  
 الراجي بمغفرة ربه القوي العلي العاصي  
 قيام اصدق الصادق الجشتي  
 عفاء الله عنه وعن اسلافه قد جاء  
 الينا اخونا ومحبنا وخليفتنا سيدنا  
 محمد باقر علي وطلب مني الاجازت  
 الطريقة العالية الجشتية من مشايخنا  
 رضوان الله تعالى عليهم اجمعين - وانا  
 اخاطبه بشاه شهادت المحبت جشتي  
 فاجزقه ورخصته لسائر الخلقاء و  
 المریدین والستخه من لبائس مشايخنا -  
 نرجوا من الله تعالى ان يلبسه لباس  
 التقوى والورع - كما اجازني وخصني  
 تو مخلوق عدم سے ہرگز پیدا نہ ہوتی اور اوس نے اپنے  
 نور سے اوج نور پیدا کیا اور مخلوق کو اوج نور سے پیدا کیا پس  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوج نور کا مظہر اتم ہیں پس وہ وہود سلام ہو  
 اوس کا اوج پر اور اوج کے آل و اصحاب پر از روئے تشریف  
 اما بعد پس یہ خلافت ہے طریقہ عالیہ جشتیہ میں ہے  
 مشایخین سے خوشنودی ہوا اللہ تعالیٰ کی اوج سب پر پس  
 کہتا ہے بندہ امیدوار اپنے رب قوی برتری مغفرت کا گنہگار  
 قیام اصدق الصادق الجشتی  
 اوس سے اور اوس کے اسلاف سے درگزر فرمائے  
 کہ آئے ہمارے پاس ہمارے بھائی اور ہمارے  
 محب اور ہمارے خلیفہ سید شاہ محمد  
 باقر علی اور طلب کی محبت سے اجازت طریقہ عالیہ  
 جشتیہ میں (جو ہمارے مشایخین سے (آ رہی ہے)  
 خوشنودی ہوا اللہ تعالیٰ کی اوج سب پر - اور میں خطاب  
 دیتا ہوں اوج کو شاہ شہید المحبت جشتی کا  
 پس میں نے اجازت دی اوج کو اور اوج دیا اوج کو  
 واسطے جمیع خلفا اور مریدین کے اور ہمارے مشایخین کے  
 لباس میں سے اوج کو میں لباس پہنایا - میں امید رکھتا ہوں  
 اللہ تعالیٰ سے کہ اوج کو تقویٰ اور ورع کا لباس پہنائے

والبنی سیدی ومولائی وشیخی و  
 مرشدی ومسکلی وھادئ سید الموحدين  
 سلطان العارفين قدوة المجين زید  
 الواصلين حضرت خواجہ سید  
 سعید الدین الملقب والمشتهر  
 بخواجه سید صادق علی شہا  
 مونس اللہ الجشتی رضی اللہ تعالیٰ  
 وارضاہ عنا وفاض علینا فیضانہ  
 وبرکاتہ الشریف -  
 جیسا کہ اجازت دی مجھ کو اور اوج دیا مجھ کو اور لباس پہنایا  
 مجھ کو میرے سید اور میرے مولا اور میرے مرشد اور میرے مسک  
 اور میرے ہادی سید الموحدی سلطان العارفين قدوة المجين  
 زید الواصلين حضرت خواجہ سید  
 سعید الدین الملقب والمشتهر  
 بخواجه سید صادق علی شہا  
 مونس اللہ الجشتی رضی اللہ تعالیٰ  
 وارضاہ عنا وفاض علینا فیضانہ  
 وبرکاتہ الشریف -  
 کے نام) سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اوج سے اور  
 راضی کرے اوج کو ہم سے اور اوج کے فیضان اور  
 برکات تشریف کو ہم پر جاری رکھے۔

وهو عن شيخه الخلافت والاجازت شيخ المشايخ غواص بحري مع الله  
 حضرت خواجہ سید شاہ محب اللہ البخاری الجشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ -  
 وهما عن شيخهما بيعة وصحبة وتربية لشيخنا وليشيخ شيخنا الاجازت  
 بيعة وصحبة وتربية وخلافة واجازة شيخ المشايخ حضرت خواجہ  
 قدوة العاشقين وتاج المعشوقين فخر الملت والدين قطب المشايخ  
 حضرت خواجہ مولا نا محمد فخر الدین الملقب بمحب النبی شاہ فخر خراج  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وهو عن ابيه وشيخه شيخ المشايخ سلطان القار  
 مرشد رباني حضرت خواجہ نظام الدین ثانی النکراوین ثورا ورنک آبادی  
 جشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وهو عن شيخه شيخ المشايخ المتخلق باخلاق  
 والمصنف باوصاف الله حضرت خواجہ شيخ کلید اللہ جہان آبادی جشتی



رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخ المشایخ معشوق الی قطب المدینه الشریفه شیخ رضی الدین یحیی المدنی حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ مظهر الله الصمد نحو العشق فی الذات حضرت خواجه شیخ محمد حشیتی قطب گجرات رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ قطب الاولیا شیخ الاتقیاء حضرت خواجه حسن محمد حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ جمال الحق والدين حضرت خواجه جمال الدین حشیتی عرف شیخ جمن رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ الوسیله الی المقصود حضرت خواجه محمود حشیتی عرف شیخ راجمن رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ علم الحق والدين حضرت خواجه علیم الدین حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ سراج الحق والدين حضرت خواجه سراج الدین حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ زائر البیت الحرام کمال الحق والدين حضرت خواجه کمال الدین حشیتی المشهور بعلامه رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ مستغرق بحر شهود شمس العارفين حضرت خواجه محمد و نصیر الدین محمود چراغ دهلی اودهی حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه الفائح فی الاقطار فواح نفحاته الرائحة فی الافاق لوامع جمته سلطان المشایخ والعاشقین رحمة للعالمین محبوب الی سلطان المشایخ حضرت خواجه نظام الدین محمد ابن احمد بداونی حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه الفائح فی الاقطار فواح نفحاته الرائحة فی الافاق لوامع کراماته

السایخ فی العالم القدس افکاره البایع بمحبت الرحمن اذاره قطب الوری علامه الدینا والدين حضرت خواجه فرید الحق والدين مسعود اجود هنی شکر باد شکر گنج رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه ملک المشایخ سلطان الطریق قتیل محبت الجبار حضرت خواجه قطب الملت والدين بختیار اوشی حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه بدر العارفين غیبات الدارین نائب رسول الله جمید الله حضرت خواجه معین الحق والملة والدين الحسن السجری حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه حجت الحق علی الحق حضرت خواجه مقتدا اهل عرفان عثمان الهارونی حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ سدید النطق حضرت خواجه حاجی شریف الرندی الحشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ ظل الله فی الخلق حضرت خواجه مودود حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ ملک العارفين اهل التمکین ناصر الملة والدين ابویوسف حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ ملجاء العباد حضرت خواجه محمد الحشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ عمدة الابرار وقدوة الاخيار حضرت خواجه ابی احمد حشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ سراج الاتقیاء حضرت خواجه ابی اسحق الحشیتی رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ شمس الفقراء حضرت خواجه علو دینوری - وهو عن شیخه شیخ المشایخ اکرم اهل الايمان حضرت خواجه هبیره البصری رضی الله تعالی عنه - وهو عن شیخه شیخ المشایخ سلطان



الصالحين برهان العاشقين حضرت خواجه حذيفة المرعشي رضي الله تعالى  
 عنه - وهو عن شيخه شيخ المشايخ سلطان السالكين برهان الواصيلين تارك  
 الملك والسلطنة حضرت خواجه ابراهيم بن ادهم البلخي رضي الله تعالى  
 عنه وهو عن شيخه شيخ المشايخ قطب الولايات وغوث الدرايت مكيين مكة  
 ابي الفضل والفضائل حضرت خواجه فضيل بن عياض رضي الله تعالى عنه  
 وهو عن شيخه شيخ المشايخ قطب العالم والشيخ المحظوظ حضرت خواجه عبد  
 بن زيد رضي الله تعالى عنه - وهو عن شيخه رئيس التابعين امام العالمين  
 حضرت خواجه حسن البصري رضي الله تعالى عنه - وهو عن شيخه ابي  
 في اعالى المقامات المنتهي اليه خرقه كل طالب سيدنا علي بن ابي طالب  
 وجهه و قدس الله سرارهم و ابقى الى يوم القيامة انوارهم - وهو عن سيد  
 الكونين رسول الثقلين سيد المرسلين خاتم النبيين المنوط باتباعه محبت  
 رب العالمين محمد المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم وعلى كل من يهتدي  
 واقتدى الى يوم الدين - وهو عن جبرئيل عليه السلام - وهو عن تحت رب العالمين  
 جل جلاله وعم نواله -

وَكذلك وصيته لدوام التقوى والورع  
واجزته في السماع والتواجد والوجد  
في الحشق هو الله من الله مع الله <sup>يعطيه</sup> وا  
عمامتي وجيتي ولقنته ذكر الرتح  
وحفظ الانفاس ومشى الاقدام

حضرت شاہ باقر علی

والمراقبة والمشاهدة والذكر الجلی  
والخفی ورنحته لساناً ورا د  
مشائخنا فی هذه الطریقة الشریفة  
فعلیه ان یحفظ الشریعة بالجوارح  
الاعمال والاقوال وبدوام الطریقة  
والمعرفة بالافعال والاحوال باحتساب  
من محبت الدنیا ویجعل مقصوده حب الله  
وعشقه ومعرفة فی کل الحال ونساء  
الله تعالی ان یجعله هادیا وهدیاً بالقیة  
ویبعثه فی الآخرة مع مشائخنا نجیاً و  
وقع هذا الامر بحضور المشایخ فی مقام حشری  
چمن من هجرة النبویة فی شهر ربیع الاول  
وفی التاریخ الثانی وفی الیوم الاحد الرابع  
والتسعين بعد الف ومائتین وصلى الله  
علیه وآله وبارک وسلم فحمد الله تعالی  
وتستعینه وتستغفره ونعوذ بالله من  
شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا  
ونتوکل علیه وبه الحیر وبه نستعین  
وصلی الله علی سیدنا محمد وآله واصحابه  
وامته اجمعین۔



بسم الله الرحمن الرحيم - وصلى الله  
على النبي الامي الكريم سيدنا محمد وآله  
اما بعد هذه الخلافت بشاخصا  
في الطريقة العالية الجشتية رضوان  
الله تعالى عليهم اجمعين اعطينا لاني في  
الدين مولوي سيد باقر علي انا الخاطيه  
بشاخصه شهادت المحبت الجشتي فعليه  
ان يلزم التقوى والورع ويعمل  
عمل المجتهد من مشايخنا ويسلك  
سلوك السالكين العاشقين  
من مشايخنا فحيا الله وكل ما يعمل  
من النوافل والايراد وغير ذلك  
من الحسنات فحسب الله ولو جه الله  
ولرضائه بغير ان يخطر بباله لغرض  
والاخلاص بعلمه والتوجه الى  
المقصود بكل حاله سمعا وبصرا  
وقلبا وهما وان يجعل همومه  
هما واحدا الى الله وبالجملة  
يسلك طريق مشايخنا بكل ما هو

بسم الله الرحمن الرحيم - اور درود بھیجا اللہ نے  
بنی امی کریم سیدنا محمد اور ان کے آل پر سب پر۔  
اما بعد ہمارے شیخ (جن پر اللہ تعالیٰ کی  
خوشنودی ہو) سے طریقہ عالیہ جشتیہ میں یہ خلافت  
ہے جو ہم نے دی ہمارے دینی بھائی  
مولوی **سید باقر علی** کو جن کو بن خطابت  
ہوں شاہ شہید المحبت جشتی کا پس اوں پر  
واجب ہے کہ وہ اپنا اختیار کر لیں تقویٰ اور ورع کو اور عمل کریں  
وہ عمل جو ہمارے مشایخ مجتہدین کا تھا اور چلیں وہ راہ  
جو ہمارے مشایخ عاشقین کی راہ تھی۔  
پس (سب عمل) اللہ کی محبت میں (کیا جائے) اور  
حسنات میں سے نوافل اور ايراد اور ان کے علاوہ  
جو کچھ عمل کریں پس وہ اللہ ہی کی محبت میں اور خاص اوس کے لئے  
اور اسی کی رضا کے لئے ہو اور (ان اعمال کو بجالانے میں) غرض کا  
اون کے دل میں کچھ بھی دخل نہ ہو اور اپنے عمل میں اخلاص کو  
اور ہر حال میں مقصود کی جانب توجہ کو سمعا وبصرا  
وتلبا و ہما قائم رکھیں اور اپنے جملہ مقاصد کو صرف ایک مقصد  
کر کے اللہ ہی کی جانب متوجہ کر لیں اور مختصر یہ کہ  
چلیں وہ ہمارے مشایخ مجتہدین کے طریقہ پر ان

المقصود عندهم وعندنا بغير  
اغراط وتفريط والتوفيق من الله  
هو الموفق والمعين وبه الخیر  
به نستعين - وصلى الله  
تعالى على سيدنا محمد و  
آله واصحابه اجمعين  
وانا العبد الراجي الى رحمت ربه القوي  
العلی مخاطب من حضرت شیخی  
شاہ قیام اصدق الصادق  
المحبی الفخری الجشتی عفا الله عنه  
وعن والديه وعن اخوانه في الدنيا  
والدين فالحمد لله رب العالمين  
وكان الله لنا ولكم۔

تمام (اور) میں جو ان کے اور ہمارے نزدیک مقصود  
تھا بغیر اغراط اور تفريط کے اور اللہ ہی سے  
توفیق ہے اور وہی توفیق دینے والا اور معین ہے  
اور اوس کے (قبضہ قدرت میں) خیر ہے اور اوس سے  
ہم مدد مانگتے ہیں اور درود بھیجا اللہ تعالیٰ نے سیدنا  
محمد اور ان کے آل اور ان کے اصحاب پر سب پر۔  
اور میں ہوں اپنے رب قوی و برتر کے رحمت کا  
امیدوار جس کو خطاب دیا ہے میرے پر نے  
شاہ قیام اصدق کا جو ہے صادق  
محبی فخری جشتی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اوس کو  
اور اوس کے والدین کو اور اوس کے دینی اور دنیاوی  
بھائیوں کو پس سب حمد ہے اللہ کو جو رب العالمین  
اور ہو جائے اللہ ہمارا اور تمہارا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ کو جس وقت یہ خلافت نامہ دیا گیا حضرت سیدنا شاہ قیام قیام  
جشتی کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا۔ اس لئے اوں کو ان کے بھائی اور خلیفہ حضرت شاہ شہید الدین  
عرف شاہ غریب جشتی علیہ الرحمہ نے لکھ کر اور حضرت شیخ کی مہریں لگا کر دیا تھا۔ حضرت شاہ قیام قیام  
رحمہ اللہ علیہ چند سال تک بینائی سے معذور رہے لوگوں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر یا کیا آپ  
متعلق حکم ہو حاضر کیا جائے لیکن انہوں نے ہمیشہ انکار کیا۔ لوگ جب زیادہ اصرار کرتے  
تو فرماتے کہ جس نے روشنی لی ہے وہی دیکھا تو لیں گے۔ بالآخر ۲۹ سال میں ایک شب دو دو



آنکھوں میں روشنی آگئی اور آخر عمر تک قائم رہی۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے شیخ قدس سرہ نے طریقہ چشتیہ کے ساتھ ساتھ طریقہ قادریہ کبرویہ میں بھی خلافت دی تھی۔ لیکن اس طریقہ کا خلافت نامہ مجھے نہیں ملا ہے ایک بار حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ سے اس بارہ میں دریافت کیا اونھوں نے تحریر فرمایا: ”ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں کہ دونوں سلسلوں میں چشتیہ و ہم قادریہ میں خلافت تھی۔“ حضرت باقر کے طریقہ قادریہ کبرویہ کا سلسلہ حضرت سیدنا غوث الاعظم غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مختصر الفاظ میں یہاں لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں:-

حضرت سید شاہ باقر علی عن حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق عن سید صادق علیشا  
مونس اللہ عن خواص بحر علی مع اللہ سید محمد بن نجاری عن سیدنا فخر الدین دہلوی۔  
محب النبی عن حضرت نظام الدین اوزنگ آبادی عن خواجہ حکیم اللہ جہاں آبادی  
عن خواجہ یحییٰ منی عن خواجہ شیخ محمد گجراتی عن خواجہ حسن محمد عن خواجہ محمد  
غیاث المشہور بنور بخش عن خواجہ شیخ محمد علی المشہور بنور بخش عن خواجہ سید محمد المشہور  
بنور بخش عن خواجہ ابوالفتح خٹکانی الحسنی عن خواجہ علی ہمدانی عن خواجہ سید محمود۔  
عن خواجہ علاء الدین المشہور بہ علاء الدولہ سمنانی عن خواجہ نور الدین المشہور بالکبیر عن  
خواجہ احمد جرجانی عن حضرت رضی الدین علی لاا عن خواجہ محمد الدین بغدادی عن  
حضرت نجم الدین کبری عن خواجہ عمار بن یاسر اللہ لیس عن خواجہ ضیاء الدین ابی النجیب  
بن عبد القادر سرہروردی عن قطب الاقطاب سید عبد القادر الحسنی الجیلانی۔

زہد و قناعت۔ اعراض عن دنیا۔ ورع و تقویٰ۔ عبادت ربانیت اور محبت پرہ

صبر و شکر۔ رضا و تسلیم وغیرہ ان سب پر حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر استقامت و محنت فرماوے تو انسان صالحین اور اصحاب الیمین کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اگر ان تمام چیزوں کے ساتھ اعراض کلی اور انقطاع تام عن کل شئی ماسوی اللہ اور اللہ و رسول کی عشق و محبت میں فناء الفناء بھی نصیب ہو تو پھر کیا کہنا۔ انسان اون برگزیدہ ترین جماعت میں شامل کر لیا جاتا ہے جو قرآن پاک میں اولیا صدیقین سابقین اور مقربین کے عالی مرتبت خطابات سے مخاطب کئے گئے ہیں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

انسان اپنی زندگی میں جس خیر میں کمال حاصل کر تا یا کر سکتا ہے اس کا مادہ بد و فطرت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مبد و فیاض نے حضرت باقر کے دل میں محبت و عشق الہی کی آگ بد و فطرت سے ہمیا کر دی تھی۔ شباب کا جب زمانہ آیا تو وہ آگ بھڑکنا شروع ہوئی۔ طلب صادق (جو محبت کے ساتھ لازم ہے) نے اون کو رہبر کمال تک پہنچایا پیر کی مروت جنابانی نے شعلہ کو تیز کیا اور تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ذکر فکر مراقبہ اور وہ تمام مشاغل جن کی تعلیم پیر نے اونھیں دی اس کے اندر اونھوں نے عشق و محبت الہی ہی کو دوا و ما پیش نظر رکھا یہاں تک کہ خلافت دیکر بھی خلافت نامہ میں اونھوں نے جو وصیتیں لکھیں وہ بھی عشق و محبت ہی کی بابت تھیں کہ:-

”ورع اور تقویٰ پر مداومت رکھو۔ جوارح اور اعمال اور اقوال میں شریعت کی پوری پابندی کرو اور اس کے ساتھ افعال و احوال میں دوام سلوک اور معرفت الہی کو پیش نظر رکھو۔ سماع اور تواجد اور وجد جو کچھ بھی ہو محض اللہ کے لئے ہو اور من اللہ اور مع اللہ ہو دنیا سے اجتناب کلی اختیار کرو اور ہر حال میں تمہارا مقصود صرف اللہ کی محبت اور اس کا



عشق اور اوس کی معرفت ہو۔

خلافت نامہ کے آخر میں پھر مکرر یہ وصیت کی کہ :-

”تقویٰ اور ورع پر دائمی التزام رکھو اور عمل وہی کرو جو ہمارے مشائخین مجتہدین کا عمل رہا ہے اور سلوک وہی اختیار کرو جس کو ہمارے مشائخین عاشقین نے اختیار کیا۔ نوافل و اوراد اور اعمال حسنہ جو کچھ بھی کرو وہ صرف اللہ کی محبت میں اور خالص مخلصانہ لوجہ اللہ و لرضائے ہو اور اون کو کرتے وقت تمہارے قلب میں اغراض نفسانی میں سے کسی غرض کا گزرتا نہ ہوئے اور تمہارے عمل میں سراسر اخلاص ہی اخلاص ہو۔ اور سمعاً و بصراً و قلباً و ہمتاً تمہارا مقصود اللہ ہی اللہ ہو اور ہمارے اور ہمارے مشائخین کا جو مقصود رہا ہے اسی مسلک پر اسی مقصود کی جانب بغیر افراط و تفریط کے بڑھتے رہو۔“

اہل طریقت کے مذہب میں نیز نائب رسول ہے اور آیت کریمہ وَمَا اَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ شرا) کے تبعیت میں پیر کا حکم مرید کے لئے واجب العمل ہے۔ عشق و محبت کا مادہ بدرجہ کمال حضرت باقر کے وجود میں بدو فطرت سے ہتیا کر دیا گیا تھا۔ پیر نے اون کو عشق و محبت ہی کے راستے پر چلایا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسی کی وصیت کر گئے۔ حضرت باقر جن کے مشرب میں پیر کی وصیت پر عمل کرنا فرض عین تھا اوس پر کار بند ہوئے اور کار بند رہے یہاں تک کہ اللہ کی محبت کی آگ نے اون کو جلاتے جلاتے خاکستر کر دیا۔

آگ تھے ابتداءے عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ

عشق الہی کی ہمہ گیری اور ہمہ سوزی نے اون کے دل و جاں پر تسلط پا کر ہر قسم کے جذبات و خواہشات کو جلا کر فنا کر دیا تھا اور اون کو ہر قسم کے تعلقات عماما سوی اللہ سے

منقطع اور کومین سے بے خبر کر دیا تھا اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةً اَهْلِهَا اِذْ لَہٗ (نمل) ۷

دنیا و دین و صبر و ہوش از من برفت اندیش جا نیکہ سلطان خمیہ زوغوغا نما ند عام را اون کی نماز اون کا روزہ اون کے اذکار و اشغال اون کی عبادت و ریاضت اون کا جینا اور مرنا بتبعیت فرمان الہی قُلْ اِنْ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْخٰلِقِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَہٗ ۷ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ رانعام صرت اللہ کے لئے رہ گیا تھا و لعمری وہ اون مومنین صدیقین مقربین کی جماعت کے ایک فرد فرستے جن کی صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (بقرہ)۔

حضرت رئیس المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الانبیاء میں حضرت امیر خسرو دہلوی قدس اللہ سرہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے ”اگرچہ تعلق یہ یاد شاہان داشت و باملوک و امرابعون خوش طبعی و ظرافت محالط بود اما توجہ دل او نہ بآں جانب بود و ایں معنی را از برکات آثارش تو اں دانست چہ درد لہا ہے اہل معصیت برکت کمتر تو اں یافت و آثار ایشان را قبول دلہا و جذب خواطر بود“ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اہل دل ہیں اور جن کے قلوب محبت الہی اور عشق حقیقی سے مملو ہیں انہیں کے کلام میں جذب ہوتا ہے اور انہیں کے کلام سے اہل ذوق کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے ”ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد“ اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کو بہت ہی ”لطیف پیرایہ میں“ دیکھا ہے۔

کہ ہرچہ از جاں فرو آید نشیند لاجرم بر دل

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد جام۔ سعدی۔ خسرو۔ حسن دہلوی۔ عراقی۔ حافظ۔ نغانی



کمال خجندی کے کلام ذوق سلیم رکھنے والوں کے دلوں میں تیر کی طرح چمک جاتے ہیں اور اون کے پڑھنے اور سننے سے ہو کر اثر دل و جان پر پڑتا ہے اور اس کا شائبہ بھی کمال حاصل اصفہانی۔ سلمان ساوجی۔ خواجہ کرمانی۔ عرفی۔ نظیری۔ صائب۔ طالب آملی کے کلام میں نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ سب بزرگ فارسی شاعری کے امام تھے اور شاعری کی حیثیت سے ان اساتذہ کا کلام اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اون کی لطافت اور خوبیوں اور باریکیوں کو پوری طرح بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا عشق محض شاعرانہ عشق تھا۔ اور اون کے معشوق شاعرانہ تخیل کے پیدا کئے ہوئے معشوق تھے ان کی تمام شاعری مجاہد ہی مجاہد تھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی کیفیت اس مقالہ کے آخر میں بیان کی جاگی یہاں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اون کو شاعری میں کبھی انہماک نہیں ہوا اور شاعری کی طرح اونہوں نے اس کا مشغلہ کبھی اختیار نہیں کیا۔ اون کی غزل گوئی خصوصاً اواخر عمر کی غزل گوئی زیادہ تر اون واردات غیبی کے اظہار کا ذریعہ رہ گئی تھی جو اون کی روح پر اور روح قلب پر نازل ہوتی تھیں اور قلب سے بیاختہ زبان قلم پر آکر (شاعری کا مادہ اون میں فطری ہونے کے باعث) اشعار اور غزلوں کا لباس اختیار کر لیتی تھیں۔ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ساتھ اگر اون کا دیوان دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصاحت بلاغت اور زبان کی سلا لطافت روانی اور پاکیزگی اور اعلیٰ شاعری کے ساتھ ساتھ اون کا کلام اثر سے کس قدر مملو ہے اور یہ بھی کیسے اندازہ ہو سکیگا کہ عشق اور محبت حقیقی میں وہ کس قدر سرشار اور از خود فریاد تھے اور عرفان اور تقرب الہی کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اون کے دیوان سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اون سے حضرت باقر کی خدا اور رسول اور پیر کے ساتھ

عشق و محبت۔ انقطاع ماسوی الشرفنا وبقا۔ عرفان و تقرب اور شاہدہ کا کچھ اندازہ ہو سکے (۱) مرید کے لئے پیر بادی طریقت ہے اور پیر ہی کی تعلیم اور اس کی متواتر مسلسل اور غیر منقطع توجہ کی بدولت مرید منزل مقصود اور مطلوب حقیقی تک پہنچتا اور پہنچ سکتا ہے اس لئے مرید کو پیر کی محبت میں انہماک کلی اور اس کی ذات میں فنایت تمامہ کا حاصل کرنا لازمی ہے حضرت باقر اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ بقضائے من لہب شیدا اکثر من ذکر کو اکثر پیر ہی کا ذکر کیا کرتے تھے اور انہیں کے فضائل اور محامد بیان کرتے رہتے تھے۔ اشعار مرقومہ الذیل سے شیخ کے ساتھ اون کی محبت کا اندازہ ہو سکیگا۔

غیر ازیں بیچ ندانم نہ بخوانم ہست  
اصدق اصدق ہمہ دم و روزبان ہست  
فیض اصدق بے نیازم ساخت از دنیا  
آنکہ نگ اتناش کعبہ دیں ساختند  
شاہ شہیت اصدق و ظل نقش پارت  
تاثر اس سعادت بال ہما ندارد  
ایں ہستی موہوم و ذات تو شد پہاں  
من قطره و تو دریا یا پیر قیام اصدق  
بخواب اصدق از بات برگویند  
کہ من چشم خود از غیر تو بستم  
من فدائے نگہ فیض تو گردم یا شیخ  
کہ مس خویش را کیر تو ز ساخت ام  
در طریق عشق با تو چوں نباشم مستقیم  
چوں جناب پیر اصدق رہم بے شکستم  
از سر کونین دست افشان شدم  
پیر اصدق داد دستم یلکے  
ان اشعار کے علاوہ دیوان میں چار غزلیں شریک ہیں جو تمام تر پیر کی مدح اور ان کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار میں ہیں اور ان سے پیر میں حضرت باقر کے فنایت کا اندازہ ہو سکیگا۔

(۲) حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقہ کے



امام ہیں حضرت باقر کو اون کی ذات پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا دیوان میں تین غزلیں تمام تر اول کی منقبت میں ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ کر دینی ہیں۔

خداوند انصیب ساز طوف روضہ خواجہ بکن زریب جبینم سجدہ آں آستانے را  
شہا چو توئی معیسی بکن دور از بندہ عنیم گزندہ را  
یا خواجہ معیسی کہ درو مصیبتیم برب بغیر نام تو نام خدا ز رفت  
اشک ریز آمدہ ام بردرت اے خواجہ معیسی بادل پر عنیم و بانالہ و آپے عجبے

(۳) حضرت امیر المؤمنین امام المسلمین سدا اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات پاک صوفیوں کے تمام فیوض و فیضان باطنی اور عرفان الہی و مدارج ولایت کا سرچشمہ ہے اون کی اور اون کی اہل بیت و اولاد کی محبت نہ صرف منجانب اللہ و رسول فرض ہے بلکہ صوفیوں کے لئے اضطراری ہے حضرت باقر اون کی اور اہل بیت اطہار کی محبت میں جس قدر از خود رفتہ رہا کرتے تھے اوس کا اندازہ تو ہونہیں سکتا۔ اون کے عقائد کے بیان میں اون کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اس حقیقت کو کسی قدر ظاہر کر سکیں گے۔

(۴) سب سے بالاتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درجہ ہے لایو من احد کو حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ و الناس اجمعین صوفیوں کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ سالک کو فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول کے بعد ہی حاصل ہو سکتا اور حق سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کے ساتھ محبت کا دار و مدار تمام تر اطاعت اللہ اور اتباع سنت نبوی پر ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فانبعون بکرم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم حضرت باقر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت میں جو فانییت حاصل تھی اوس کا اندازہ ہونہیں سکتا تاہم اون کی دیوان سے

چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

توئی نتیجہ ایجاب و ثمرہ موجود چوں حسن دل افروز تو در جلوہ گری شد  
از داغ غلامی تو شد جبہ نشا منند قربان جلوہ تو کہ از پر تو رخت  
پویندہ در رکاب تو با بانگ طوقا دور از تو چہ حال است یہ میں تائب تبا  
دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسویت جا کر و خیال رخت اندر جب گردل  
عطا کن اے خدا آں چشم پاکم اگر خواہی مرا دغوشش باقر  
اے خواجہ ہر دو کون درباب

جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو تہا کے بدوری تو بسوزم باں شمع  
یا رسول اللہ چہ دارم تا کہم بر تو نثار اشتیاق جلوہ ات با دا بجا نام سر بلند  
راحت جانی دہم تو ز نظر چوں مردک کترین بندگانت ہست باقر یا نبی

روایت میم میں دیوان کے صفحہ ۹۳ پر نعت میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

کہ جز بذات تو مقصود آفرین نیست در ملک عجم غنیمتہ و در عرب افتاد  
عشق تو بدل اے شہ امی لقب افتاد اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمدہ  
جبریل بر تو مروحہ جنبیاں برآمدہ اے سرور عالی نسب اُمّی لقب ما  
پیوستہ بود مشغلہ روز و شب ما از عشق تو محلو است درید و عصب ما  
کہ باشد محو دیدار محمد بکن ہر خطہ تکرار محمد  
بر خاک درت طینتہ را

شرمندہ آپ تھنہ ز خاک حیرم تو اے من فدائے شہرہ خلق عظیم تو از من مسکین رسد بر تو درودے کا شکے  
داغ عشقت در دلم ہر دم فرو دے کا شکے جائے تو جانا نام در دیدہ بودے کا شکے  
برو تو جبہ را در سجدہ ہو دے کا شکے

یہ شعر ہے۔



صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
حضرت شاہ ظہور الحق قدس اللہ سرہ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ حضرت باقر کی ہم  
غزل جب شائع ہوئی لوگوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آگرہ میں اس کی  
شہرت ہو گئی اور برسوں لوگوں کے زبان پر رہی اور سماع کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوئی ہوگی  
جس میں قوال نے یہ غزل نہ گائی ہو۔

(۵) زہد عن دنیا - قناعت - رضا و تسلیم اور انقطاع عما سوی اللہ کے متعلق فرماتے ہیں۔  
درآمدہ دولت دنیا کہ حرام است ہرگز نہ بیالائے تو دست و دستہ را  
دنیا ہمہ پوچ است غش پوچ ترا ز پوچ بردار ز دل این ہمہ رنج و محنے را  
ہر آنچہ خدا داد تو ان کرد قناعت در دل نہ ہی راہ ہو او ہو سے را  
قناعت شیوہ ام باشد تو کل خجے طبع من یہ مکنی غنی ہستم چہ سازم مال دولت را  
ز فکر این و آن بگذر حرص و آرزو خالی ز دست خویش تن گذارد کان قناعت را  
گوہر مقصود می آید بدستش ہر کے پایہ امان توکل با تو آسا بشکند  
ہر کہ شد بادشہ ملک قناعت باقر خاطر او طرف ملک سلیمان نرود  
دست ہی ز زر دل خالی ز مدعا خوش دوتے ز بخشش مولا با رسید  
آز دل خویش بکن دور تمنا باقر دل آگاہ پے ہیچ تمنا نرود  
باید ہر کے کہ بگوید رضائے حق خود را با وسپارد و محو رضا کند  
ز بار گاہ خدا جز خدا نخواہد گر بیار گاہ خدا گرد عا تو انی گرد  
اے خوش آنکس کہ شب را با تو فردا میکند خویش را در انجمن ہر تو تنہا میکند  
سیر از سیر دو عالم فارغ از کون و مکان پایہ امان کردہ در کوے تو ما و میکند

در بروئے خویش تن بستہ از ہر دو جہاں بر مصلے کردہ جا ذکر تو بشہا میکند  
در تمنائے تماثائے جمال روئے تو خویش تن را خالی از دنیا و عقبی میکند  
از عبادت نتوان خواست بجز رضائش خدمت حضرت او بر طمع حور مکن  
(۶) ریا اور عجب انسان کی تمام عبادتوں کو بیکار کر دیتا ہے اور دل میں اگر اللہ  
کے محبت کی چاشنی ہنوز ہند خشک سے کام نہیں چلتا اور خشک عبادت سے ریا اور

عجب اور دوسرے مہلکات میں گرنے کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔۔  
لا ت عرفاں میزنی ز اہد تو با عجب ریا سوز از آو نہانی پردہ پندار را  
ترا بدر گہ حق ز اہد رسانی نیست اگر ز عجب و ریا در دولت صفائی نیست  
در دل عشاق و کج زہد تو ز اہد وین درد نباشد چو توئے بلہوسے را  
مایل پاکی ظاہر چہ توئی اے ز اہد کار با پاکی احوال درون افتادہ است  
بتقوی سر بر افرازی زہد خشک مینازی برو ز اہد کہ از تو بوسے عرفانم نمی آید  
ز اہد از من تو مرنج از نکم یا تو نزار لاتی سجدہ حق نیست وضویم چکنم  
(۷) اللہ کا عشق اور اوس کی محبت ہی وہ چیز ہے جو سالک کے تمام خواہشات  
اور جذبات نفسانی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بدولت انقطاع عما سوی اللہ  
نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کونین سے فارغ و مستغنی کر کے سالک کو ہمہ تن حق سبحا  
و تعالیٰ اجل شانہ کی ذات پاک کی جانب متوجہ کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو تمام عبادت  
کے جملہ تکالیف کے احساس کو فنا کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو برق عاطف کی رفتار سے  
بھی بکتر عاشق کو کھینچتی ہوئی لجا تی ہے اور در رب الغرت پر کھڑا کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز  
جو عاشق کو دوام مشاہدہ کے شراب ظہور سے ابد الابد کے لئے مخور کر دیتی ہے۔



مست ہے ہشیار گرد و ازو بود مست حق ناید بخود از نفع صور  
حق تبارک و تعالیٰ نے حضرت باقر کے وجود میں بد و فطرت سے عشق کی آگ بھری تھی  
پیر نے اون کو عشق ہی کے راستہ پر چلایا اور اسی پر چلنے کی وصیت کر گئے یہ قوتہ الدلیل  
اشعار ملاحظہ فرماتے جائیں :-

چناں از بد و فطرت شد گریباں گیر عشق او کہ در طفلی بخواندم قصہ فرہاد و محبوب را  
بدر س عاشقی باقر بکنت عجائب بحث با استاد میکرد  
پروردہ در دیم ندانم اب و عم با عشق نژادیم پرس از نسب ما  
دژہ دروے بدل ناصح ز صد تقوی بہت پند ترک عشق از تو بامن از نادانی است  
من از میخانہ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر پند ترک عشق از تو بامن از نادانی است  
کے کو مست افتادہ است بخود و در سر کویت کجا ممکن کہ روز حشر ہم ہشیار بر خیزد  
برداشتن بار عبادت بود آساں آل کیت چو باقر کہ کشد بار محبت  
در در دل عشق در جاں نختند گل بگلشن در بستان نختند  
حامل بار محبت کس نبود ایں بلا بر جان انسان نختند  
نہرہ حسن رخت شد ز سکت تاسماک طنطنہ عشق من عالم امکان گرفت  
بیار شکل است سلوک طریق عشق سالک ہوش رو کہ دریں رخ نظر است  
در رہ عشق ندانستہ نہاد و نہ قدم کیت آنکس کہ دریں راہ خبر دار آمد  
کوئے عشق باقر چچکاہے نے ز خود رقم برنگ کاہ سوئے خود کشد بیجا دہ عشقم  
گرچہ بے جذبہ او تاد در و صفت ز سنی تو درینغ از طلبش تا حد مقدور کن  
عقل بیچارہ نہاں بود پس پردہ ہنوز عشق سفاک بجا نہا علم افراخت درینغ

از دل زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا مائل صورت بیچون و چگونہ افتادہ است  
براہ تو مہ من شد چناں عدم باقر نماذ پیچ از و جز کف عنبر از تو  
(۸) صبح خیزی اور شب بیداری کے فضائل عجیب و غریب پر یہ بیان فرما کر غریب دیتے ہیں :-  
چہ میخسبی دل شب جلوہ حق را تماشا کن بہشیاری سر پائے زن ایں خواب غفلت را  
کہ شبہا نور حق بینی بہ بیداری و ہشیاری مدہ در چشم خود جاست غفلت خواب غفلت را  
ہر سعاد تھا کہ خواہی زیر دامن مے است تا توانی کوشش شبہا در پے تسخیر صبح  
صبح دم بیدار شوا خواب تا آری بجا از تہ دل حرمت روئے پید پر صبح  
(۹) اولیا اور صدیقین کی محبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ انھیں کی توجہ اور فیض  
صحبت سے آدمی معمولی انسان سے انسان کامل ہو جاتا ہے۔ ان کی صحبت کے اختیار کرنے کا  
حکم محکم ہو خود جناب باری غراسمہ نے دیا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا  
مع الصّٰدِقِیْنَ متفرق احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ اولیا چونکہ انبیاء کے متبع ہیں  
اور علی قدر مراتب اون کی صفات سے متصف ہیں اس لئے اون کی موت ظاہری کے بعد بھی  
اگر طالب کوشش کرے اون کے ارواح پاک کے فیضان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ حضرت  
باقر فرماتے ہیں :-

بیا و سر بہا انداز سپردان طریقت را نگاہ گرم پا کاں قلب را کسیر میازد  
از زمین بہت شاں ہر شکل است آساں دست طلب بذیل صاحب دلاں توان زد  
روشنی اہل دل ہرگز نہماند در لباس شمع نور خویش در فانوس چوں پنہاں کند  
بوس تربت پاکان ز صدق و بہت خواہ کہ زیر خاک برقتند و فیضہا باقیست  
(۱۰) سفر در وطن اور خلوت در انجمن کا مفہوم کس خوبی سے ذیل کے تین شعروں میں  
ادا کیا گیا ہے :-



خیال جلوہ روئے تو میرا ز خویش  
بے زحمت ز قمار کند سیر و عالم  
چو غیر حق نبود در دل شکستہ چہ دور  
(۱۱) ظہور ذات مطلق از پردہ کائنات - لا موجود الا الله - فنا و بقا -

جمال آفتاب شد بذات جہاں روشن  
دیدم نہ عارض تو و ہستی تو بر ملا  
اے حسن پردہ پوش کم محو جلوہ ات  
بخواں عسل وجود او بہر کلی و ہر جزوی  
در کون و مکان نیست بخروئے تو دیگر  
یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل

جلوہ قرا جمال صورت اوست  
غیبت نشان من ز حضور تو سوخت  
رحم بر ہنم و ہر فراست اوست  
یکے ہست ذات بری از دوی تو  
چوں کے عینیت گرداب دریا بکند

کشا چشم حقیقت میں یکے داں موج و دریا  
ہر بن موئے تن تو لب مضور شود  
فنا و ذات او گشتم زیاد و ما سوار قم  
من یاد ز ما سوا ندارم

(۱۲) معرفت اور تقرب الہی اور مشاہدہ تجلیات صفاتی و ذاتی :-

شہودم در شہادت شد و را اندر و را بودم  
بری از بیم و فارغ از جا بودم خوشا عالم  
تو بخلو نگہ دلہائے حزن جلوہ فروش  
میان ما و او قربے و بعدے بوجہ باشد  
بجان یار است و در دل یار و من از وصال او

تمام جلوہ و من محو حیرتم کہ کدام  
من با تو ام قریب تو ہم شو قریب من  
کہ امی کار روان می آید لے دل  
از دور شیم تو نشان میدہ از تو  
در کون و مکان ہست فروغش کہ ندیدم  
ندانم جز بذات تو نہ بینم جز جمال تو

در وصل ہم نکرد جدا پردہ نقاب  
ظلمت سراے من شدہ روشن شب وصال  
باقر نہ حدت تماشائے او مدام  
در شب وصل بہ آغوش خود از شدت شوق  
تجلی گاہ امین شد ز نورش کلبہ تارم  
نیاید چشم مجبزل جلوہ تو

بہوش آدم چوں ز غفلت بدیدم  
چسماں بنگرد جز بسوئے تو باقر  
ایسر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم  
میرا و منزہ ہم ز تسلیم و رخصت بودم  
طالب روئے تو در دیر و حیرم میگردد  
کہ من دورم از و بسیار و او باشد قریب من  
کہ باشد تا از و پریم شمع این معمار  
میانہ من و دلدار حایل افتادہ است  
از غیب گوش کرد و دم این خطاب را  
بروں شو گوش بر بانگ ہر سکن  
در قافلات حاجت بانگ جہ نیست  
بے جلوہ او خلوت و ہم انجمن را  
بغیر از جلوہ رویت نہ آید و نظر مارا  
در بر کشیدہ خواستم عریاں شود شد  
برداشتی چو از رخ روشن نقاب را  
گر بنگری جمال خوش یک نظر بس است  
تنگ گرفت چہ نام کہ گریہ نام سوخت  
بگاہ وصل در آغوش چوں آں یار عریاں شد  
بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو  
کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو  
بروں از جہانی و در ہر سوئی تو



ہرگز بد چشم نکتہ جلوہ بجز دوست ہر سونگر ستیم خدا بود خدا بود  
عربی میں ایک مثل بہت مشہور ہے کل انا یتروشح بما فیہ اور فارسی میں  
بھی اوس کا ترجمہ زبان زد خاص و عام ہے

از کوزہ ہماں تراود کہ دروست

اون اشعار میں جو نقل کئے گئے اگر محض شاعرانہ تخیل کا اظہار نہیں ہے بلکہ اون حالت  
اور واردات غیبی کا اضطرابی اظہار ہے جو حضرت باقر کے جان و دل پر طاری اور نازل  
ہوتی رہیں تو اون سے اور خصوصاً آخر کے تیرہ چودہ اشعار سے پتہ ملتا ہے عرفان اور تقرب الہی  
میں اون کی تدریجی ترقی کے اوس بلندی مرتبہ کا جہاں پہنچ کر سالک واصل کو مشاہدہ ذات  
اور دید ہی وید رہ جاتی ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء  
ایں دولت سرمد ہمہ کس راندہند

یہاں تک رسائی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور ایسے واصلین کی خمیر ہی کچھ دوسرے  
قسم کی ہوتی ہے

طینت جام جم از جوہر کان و گراست تو توقع ز گل کوزہ گراں میساری  
حضرت باقر علیہ حال سے کبھی مغلوب نہیں ہوئے اور سطحیات کے قسم میں سے  
کوئی بات اون کی زبان سے کبھی نہیں نکلی۔ سماع کی عام مجلسوں میں وہ شریک نہیں ہو کرتے  
تھے اس لئے کہ اون کے پیر کی مجلسوں میں جن شرائط کی پابندی ہو کر ترقی تھی اور جن کو  
وہ نہایت ضروری خیال کرتے تھے وہ پابندیاں دوسری جگہ ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھیں  
لیکن اپنے گھر پر تنہائی میں یا خاص خاص دوستوں کے ساتھ سماع سن لیا کرتے تھے۔  
اسماع میں میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اون پر نہایت شدید حالت طاری

ہو جاتی تھی۔ اوس وقت اون کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں اور چہرہ چمکنے لگتا تھا۔  
واڑھی اور سر کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور سینہ سے سنسناہٹ جیسی خفیف آواز  
سنائی دیتی تھی۔ اور کبھی کبھی اس قدر آنسو جاری ہوتا تھا کہ واڑھی بھیک جاتی تھی لیکن  
اس حالت میں بھی اون کو جنبش نہیں ہوتی تھی اور دوزانو بیٹھے ہی رہ جاتے تھے۔  
بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان بختن  
حضرت باقر نے اپنے حال کو بہت شدت سے چھپایا۔ پیر کے علاوہ اگر اون کے  
عرفاں اور تقرب الہی سے کچھ واقفیت کسی کو ہو سکی تو صرف حضرت شاہ ظہور الحق قدس  
اور حضرت ملا محمد عمر مرست رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اوکھوں نے کتمان حال میں اس قدر مبالغہ  
کیا تھا کہ بجز معدودے چند خاص خاص پیر بھائیوں کے کسی کو یہ بھی معلوم نہوا کہ اون کو  
سلسلہ علیہ حشیتہ اور سلسلہ علیہ قادریہ میں خلافت بھی تھی۔ تمام عمر اوکھوں نے کسی کو  
مرید نہیں کیا۔ اون سے جو احباب ملنے آتے اون کی صحبتوں میں اپنے پیر کا ذکر تو  
بہت زیادہ کرتے تھے۔ لیکن فقر و درویشی۔ زہد و فاعیت۔ قبض و ببط۔ عشق و محبت  
فنا و بقا۔ مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ان چیزوں کا تو نام بھی کسی کے سامنے اون کی زبان  
نہیں آتا تھا۔ اون کی اس ضبط کو دیکھ کر مجھے حضرت میر سادات حسینی علیہ السلام کا عجیب و غریب  
مقولہ جو اوکھوں نے زہد و اللہ روح میں لکھا ہے یاد آیا کرتا تھا اور اب بھی یاد آجاتا  
”سخن عشق دیگر است و عشق سخن دیگر ہر کہ دانست گفت و آنکہ ندانست“

کالمین کی اس کیفیت کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے  
اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد  
ایں مدعیان در طلبش بخیارند کاں ترا کہ خبر شد خبرش باز نیامد



خطیب بغدادی نے تاریخ بعداد میں ایک حدیث روایت کی ہے من عشق فکتر وعف فمات فہو شہید۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھئے اور حضرت باقر کے حالات کو اس سے مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ شاہ شہید المحبت حشمتی کا خطاب جو عطاء خلافت کے وقت اون کے پیر نے دیا کس قدر صحیح اور کس قدر اون کے حب حال تھا۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کی پہلی شادی ۱۰۲۵ھ میں جب اون کی عمر سترہ سال کی تھی موضع غرقہ چک (ضلع گیا) کے بلخی سادات کے خاندان میں ہوئی۔ وہ بیوی نہایت نیک متقی پرہیزگار عابدہ زاہدہ تھیں مگر ان کی عمر نے وفات نہیں کیا اور اشوال المکرم ۱۰۲۸ھ کو پیر گیم میں وہ رحلت کر گئیں۔ حضرت باقر کی والدہ ماجدہ ان بہو کو چونکہ سید غزیرہ تھیں اس لئے اپنے شوہر حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے قبر کے شرعی جانب اور اس کے متصل خود اپنی قبر کے لئے جگہ چھوڑ کر اون کو دفن کرایا۔ ان حرم سے حضرت باقر کو کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ اون کے انتقال سے دو ڈھائی سال کے بعد حضرت باقر نے اون کی چھوٹی ہمیشہ سے عقید کیا ان سے بہت اولاد ہوئی لیکن حضرت باقر کے انتقال کے وقت صرف دو لڑکیاں زندہ تھیں ان میں بڑی صاحبزادی بیوہ تھیں اور اون کی اولاد بھی سب فوت ہو چکی تھی۔ ان کے انتقال کو دس گیارہ سال ہوئے۔ دوسری صاحبزادی کی شادی پٹنہ کے قریب موضع تہہار پور میں وہاں کے زمیندار سید عبد المجید صاحب مرحوم سے ہوئی تھی۔ یہ صاحبزادی یقید حیات میں اور اون کے سب فرزند برسر کار ہیں۔ حضرت باقر کا تیسرا نکاح شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمۃ کی بیوہ سے ہوا۔ یہ بزرگ بھڑائیچ کے رہنے والے تھے اور راجہ صاحب نان پارہ کے دربار میں ملازم اور اون کی تمام جائداد اور اون کی ریاست کے منیجر تھے ۱۰۵۵ھ کے غدر کے زمانہ میں اون کا نان پارہ میں انتقال ہوا۔ راجہ صاحب چونکہ اون کی بہت قدر کرتے تھے اور اون کو بہت عزیز

حضرت باقر  
کی اولاد

رکھتے تھے اور شاید کچھ معتقد بھی تھے اس لئے اون کی قبر کی تعمیر انتہام سے کی اور اپنی جائداد میں سے کچھ زمین اس فرار کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ اون کی صاحبزادی پہلے ہی سے سیر ہو چکی تھیں۔ اب یتیم ہونے کے بعد شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمۃ کے بعض عزیزوں نے اون کو آغوش پرورش میں لیا۔ چار پانچ سال کے بعد راجہ صاحب نان پارہ کا انتقال ہو گیا۔ اور زمانہ کی نامساعدت کے باعث شیخ صاحب مرحوم کے متوسلین کو نان پارہ چھوڑنا پڑا اور تلاش روزگار میں سفر کرتے ہوئے کسی طرح یلوگ آ رہ چلے آئے۔ حضرت باقر نے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ یقید حیات میں اور اب اون کی عمر تریاسی سال کی ہے۔

تیسری حرم سے حضرت باقر کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں دولڑکے ایک ایک سال کی عمر کے اندر ہی قضا کر گئے اور بڑی لڑکی نے چودہ سال کی عمر میں ۱۹۔ صفر ۱۰۳۸ھ کو قضا کیا۔ حضرت باقر کی رحلت کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہیں۔ سب میں بڑا یہہ خاکسار ہے۔ روڑکی کالج سے سول انجینئرنگ کی امتحان میں اشوال ۱۳۳۸ھ (مارچ ۱۸۹۶ھ) میں کامیاب ہو کر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ (اپریل ۱۸۹۶ھ) میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سررشتہ ریلوے میں ملازم ہو کر نارنڈ ویسٹرن ریلوے میں مامور ہوا اور پنجاب اور سندھ میں ایک سال کام کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (مئی ۱۸۹۷ھ) میں گورنمنٹ حیدرآباد کے ساتھ ایک معاہدہ کی بنا پر حیدرآباد آیا اور سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اکتیس سال سے کچھ زیادہ دنوں ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینیری اور تعمیر اور نظامت تعمیرات کی خدمتوں کو انجام دیکر محرم ۱۳۲۷ھ (جولائی ۱۹۲۸ھ) میں پٹنہ لیکر خدمت سے سبکدوش ہوا خاکسار کی اب منتقل سکونت حیدرآباد میں ہے اور سب فرزند



گورنمنٹ حیدرآباد میں مامور بجا رہیں۔

حضرت باقر کے دوسرے فرزند مجھ سے چھوٹے بھائی خان بہادر مولوی سید عبد الصمد ہیں۔ پٹنہ کالج سے بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد ۱۹۰۸ء میں مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ ڈھاکہ۔ ہوڑا۔ گیا اور بھگل پور کے اضلاع میں سب ڈیوٹی رتل انفری کا کام کرنے کے بعد ضلع مظفر پور کے مستقر پریسینئر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے اور اب پانچ سال کے قریب ہوئے کہ پٹنہ لیکر پٹنہ میں سکونت اختیار کی ہے اور ان کے سب فرزند بھی پٹنہ ہی میں ہیں۔ حضرت باقر کے تیسرے فرزند ڈاکٹر سید عبد الکریم ہیں ان کا تاریخی نام سید آغا حیدر (۱۹۰۸ء) ہے لیکن عبد الکریم کے نام سے مشہور ہیں۔ اڈنبرا میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے گورنمنٹ میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں ۱۹۰۹ء میں مامور ہوئے اور آسام بھیجے گئے اوس کے بعد ڈھاکہ آئے پھر دس بارہ سال تک پٹنہ کے میڈیکل کالج میں انیٹومی کے پروفیسر رہے۔ اب آرہ میں خانگی طور پر طب کرتے ہیں۔ حضرت باقر کی اولاد میں سب میں چھوٹی ایک لڑکی تھی جس کی شادی آرہ میں حافظ محمد سلیم صاحب سے ہوئی تھی اوس نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو پٹنہ میں انتقال کیا۔

حضرت باقر کی رحلت

حضرت باقر کے تعلیقین کی مستقل سکونت چونکہ آرہ میں تھی اس لئے ۱۸۸۹ء میں پٹنہ لینے کے بعد وہ بھی آرہ ہی میں سکونت پذیر ہوئے اور ان کے عزیز واقربا جو کچھ پیڑھے اور گیارہ میں تھے اس لئے وہ کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد آرہ واپس چلے آتے تھے۔ رحلت سے چار پانچ سال قبل سے ان کی صحت خراب ہونی شروع ہوئی کبھی کبھی بخار آجایا کرتا اکثر قبض رہتا اور کبھی کبھی شدید اسہال ہو جاتا کرتا تھا۔

ان علالتوں کے باعث وہ جلد جلد کمزور ہوتے گئے۔ میں جب سے حیدرآباد آیا نیز معمول رہا کہ سال میں کم از کم ایک بار ضرور آرہ جا کر ان کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ رحلت سے چار سال قبل سے ان کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جتنے روز حاضر رہتا وہ تقریباً روزانہ یہ فرمایا کرتے کہ ”میرا وقت بہت قریب آگیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ میرے آخر وقت نہ تم میرے پاس موجود ہو گے اور نہ تمہارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اپنی والدہ کے قبر کے متصل (یعنی والدہ اور پہلی بیوی کے قبروں کے درمیان) دفن ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جگہ نہیں ہے۔ دیکھئے شاید اللہ میری قبر کے لئے جگہ نکال دے“۔ محرم ۱۳۲۶ء (فروری ۱۹۰۸ء) میں جب میں آرہ گیا اور حضرت والدہ قدس سرہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا (یہ میری آخری قدمبوسی تھی اس لئے کہ اس کے چند ماہ بعد ہی ان کی رحلت واقع ہوئی) تقریباً روزانہ یہ دونوں باتیں فرمایا کرتے۔ ایک روز کہتے کہتے فرمایا کہ ”سب ہی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں قبروں کے درمیان میرے لئے قبر کی جگہ نہیں ملے گی لیکن کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری ماں مجھے گود میں نہ لے لیں گی۔“

میری اہلخانہ کی شدید اور طویل علالت کے باعث میری والدہ ماجدہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ (مئی ۱۹۰۸ء) میں حیدرآباد تشریف لے آئی تھیں اور آرہ میں مگر پر حضرت باقر کی خدمت کے لئے صرف میری چھوٹی ہمیشہ تھی۔ جمادی الثانی میں ان کی صحت کی حالت معمولی تھی اور علالت کے قسم کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی تھی کہ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ (۲۱ جولائی ۱۹۰۸ء) شنبہ کے روز صبح کو وظائف وغیرہ سے فراغت کر کے اپنے ملازم مرزا تصور حسین کو حکم دیا کہ جلد بستر باندہ کر کر ایہ کی سواری لے آئیں اور میری ہمیشہ کو بلایا اور فرمایا ”مجھے گیا جانے کی یکایک بہت شدید اور فوری ضروریات پیش آگئی ہے اور گاڑی کا وقت قریب ہے اس لئے اسٹیشن جا رہا ہوں تم



اطمینان سے گھر میں رہو اور ہرگز پریشان نہ ہو جو یہ فرما کر اوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دوائیں دیتے رہے۔ مگر ان تصویحین کا ڈیڑھ لے آئے اور وہ لڑکی کو دعا دیتے ہوئے ایشیں روانہ ہو گئے۔

اوسے روز شام سے پہلے وہ گیا پہنچ گئے۔ اون کے حقیقی بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم علیہ الرحمہ کے فرزند مولوی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کو اطلاع ہوئی وہ فوراً حاضر ہو کر قدیم ہوس اور تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ چہار شنبہ کے روز اون کا فراج اچھا رہا۔ اغرہ واجباب کے اون کے آنے کی خبر ہوتی گئی تمام دن لوگ آتے رہے اور اون سے ملتے رہے چہار شنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب پختہ کو پچھلی رات کو اونھیں اسہال شروع ہوا دوپہر تک حالت بہت خراب ہو گئی مولوی محمد شاہ مرحوم نے اور دوسروں نے بھی ڈاکٹر کو بلانے کی بار بار اجازت طلب کی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے اور علاج سے قطعی انکار کیا۔ شام کے وقت مولوی محمد شاہ کو فرمایا: ”دیکھو محمد شاہ میرا جنازہ ضرور میرے گھر بھیج دیجو اور میری والدہ کے قبر کے متصل مجھے دفن فرمائیے“ ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ ”حضور وہاں قبر کی جگہ نہیں ہے“ اسپر برہم ہو کر فرمایا ”جا کر دیکھو تو ہسی خواہ مخواہ کہے جاتے ہو کہ جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے“ پھر مولوی محمد شاہ کو نہایت تاکید سے فرمایا ”خبردار ہرگز دوسری جگہ مجھے دفن نہ ہونے دیجو“ اونھوں نے کہا ”بُرو چشم“ اور سب لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرت باقر نے ظہر کی نماز تو کسی طرح بیٹھ کر پڑھی لیکن اوس کے بعد طاقت بالکل زائل ہو گئی عصر۔ مغرب اور عشا کے وقت حاضرین نے اون کو وضو کرایا اور یہ منیوں نمازیں اونھوں نے بیٹے بیٹے پڑھیں۔ گیارہ بجے شب تک طاقت بالکل زائل ہو گئی اور ہاتھ پاؤں میں خنش کی بھی قدرت باقی نہیں رہی اور گویائی کی طاقت بھی بہت ہی کم رہ گئی۔ اوس وقت اونھوں نے

مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کو کہا ”فرزند تم ذی علم اور سمجھ دار ہو۔ کسی کا کہنا نہ سنو۔ مجھے اس بستر سے اٹھا کر تخت پر لٹا دو اور مسنون طریقہ پر اچھی طرح غسل دیدو تاکہ میں اپنے رب کے سامنے ہر طرح طاہر ہو کر جاؤں“ لوگ نہایت حیران ہوئے لیکن محمد شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ گرم پانی موجود تھا اون کو نہایت اچھی طرح نہلایا اور وضو ہوا ایک کرتا اور ایک پاجامہ جو اون کے ہمراہ آ رہے گیا تھا اونھیں پہنایا گیا اور ایک پلنگ پر وہ قبیلہ رولٹاد گئے اور اب اسہال بالکل بند ہو گیا۔ محمد شاہ مرحوم اور دو تین اغرہ تو موجود رہے باقی سب عزیزوں اور دوستوں کو حضرت باقر نے نصحت کر دیا اور فرمادیا کہ اب اوسھی رات ہو چکی آپ لوگ کل آئیگا۔ نیم شب ہونے کے بعد اونھوں نے لیٹے لیٹے اشارہ سے تہجد کی پوری بارہ رکعتیں نماز ادا کیں اور متوجہ الی القلب ہو کر ساکت ہو گئے۔ دو بجے کے قریب اون کے قلب سے ذکر جاری ہو گیا پتھوری دیر کے بعد پھر خاموش ہو گئے اسی حالت میں دو اور تین بجنے کے درمیان یکایک وہ منبسم ہوئے اور جان بحق تسلیم ہوئے وکان ذلک فی لیلۃ الجمعة اربع وعشیرین من شہور جمادی الاخرۃ ۱۳۲۶ھ (۲۲ جولائی ۱۹۰۸ء)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

شب رحلت ہم از بستر روم بر قصر حور العین اگر در وقت جاں داون تو باشی شمع بالینم  
بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے کہ وقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی  
مولوی محمد شاہ مرحوم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور غسل میں خود شریک رہے۔ حضرت باقر کا جسم غسل کے وقت بھی نہایت نرم تھا جمعہ کا دن تھا جنازہ گیا کی جامع مسجد پنجاب گیا اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ ابھی تک شہر میں اور اطراف کے موصعات میں اون کی رحلت کی خبر پوری طرح شائع نہیں ہوئی تھی۔ جمعہ کی نماز



کے بعد سرعت سے یہ خبر پھیلی اور خاص شہر کے اور اطراف کے مواضع (مثلاً ابنگلہ وغیرہ) کے لوگوں کا ازدحام شروع ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کو پیر بگہ روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اوسکو روکنا پڑا۔ سارے تین بجے تقریباً چار ہزار آدمیوں کی جماعت سے اون کے جنازہ کی نماز مکرر ادا کی گئی۔ اوس کے بعد جنازہ پیر بگہ روانہ کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہاں پہنچا۔ پیر بگہ کے قرب وجوار کے مواضع میں اطلاع ہو چکی تھی اور دو ڈھائی ہزار کا مجمع موجود تھا۔ قبل مغرب تیسری بار جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم نے قبر کے متعلق حضرت باقر کا حکم پیر بگہ کے اعزہ کے پاس بھیجا یا تھا پہلے توسب کو حیرت ہوئی آخر جب جا کر دیکھا تو نظر آیا کہ اون کی والدہ اور بیوی کی قبروں کے درمیان ایک قبر کے لئے کافی جگہ موجود ہے چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور تیسری بار نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر لوگوں نے اوس سلطان اعلیٰ مخموری کو جس کا مثل فارسی زبان کا شاعر ہندوستان نے کم پیدا کیا ہے اور اوس شہید محبت الہی کو جو معشوق حقیقی کی عشق میں جلا اور خاکستر ہوا اور کبھی اُفت تک نہیں کیا پسرد خاک کر دیا۔ باطن میں کشتہ محبت الہی تھے اور ظاہر میں مبطون ہو کر اونھوں نے رحلت کی اس لئے ظاہر اور باطن دونوں میں شہادت کے درجہ عظمیٰ سے فائز ہوئے۔ رحلت بھی شب جمعہ کو ہوئی اور تین تین بار نماز جنازہ ادا کی گئی

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ — وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ — حَتَّىٰ نُنَاجِيَهُ وَتَعَالَىٰ لَنَا أَوْنُ كُو  
اعلیٰ علیین میں جگہ دی اور اوس کی رحمت کی بارش اون کی قبر پر مسلسل قیامت تک بتی رہیگی اور طالب کے لئے اون کا فیضان برابر جاری رہیگا۔

برسر تربت ماچوں گزری ہمت خواہ کہ زیارت نگہ زنداں جہاں خواہد بود

وہ خود بھی فرما گئے ہیں اور بالکل صحیح کہ گئے ہیں۔  
بیوس تربت پا کاں ز صدق و ہمت خواہ کہ زیر خاک برقتند و فیض بہا باقیست  
حضرت باقر کی رحلت کے وقت اون کے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید عبد الکریم اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے۔ اون کے دوسرے فرزند مولوی سید عبد الصمد پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور چند روز پیشہ گورنمنٹ بنگال نے کیا پر اون کے تبادلہ کا حکم جاری کر دیا تھا۔ رحلت کے روز حضرت باقر کو اس تبادلہ کی خبر کی گئی وہ خوش ہوئے اور عبد الصمد کو دعائیں دیں۔ لیکن وہ رحلت سے آٹھ دس روز کے بعد تبدیل ہو کر گیا آسکے۔ میں اوس زمانہ میں ضلع کلکتہ شریف میں دورہ تھا اور اس حادثہ کی اطلاع مجھے ٹانڈور میں ہوئی۔ میری والدہ میرے یہاں حیدر آباد میں تشریف رکھتی تھیں حضرت باقر فرمایا کرتے تھے کہ میرے آخر وقت میں تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں ہوگا وہی ہوا۔

حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے متعلق میں نے ایک عجیب واقعہ مولوی سید محمد شاہ مرحوم سے اور جناب بھائی سید محمد عینی صاحب مدظلہم سے اور بھی دو تین دوسرے ثقہ آدمیوں سے سنا کہ جب گھر سے جنازہ جامع مسجد لیجانے کے لئے یا ہر نکالا گیا یکایک نہایت کچم شمیم قد آور نمودند اور نہایت صبح اللون چار شخص کابلیوں کے شکل و شمائل کے اور نہایت سفید کابلی لباس میں آئے اور جنازہ کو اٹھایا۔ جامع مسجد تک تمام راستہ وہی چار شخص لے گئے اور کسی کو اٹھانے نہیں دیا۔ جنازہ کی متابعت میں جو لوگ ہمراہ تھے

مولوی سید محمد عینی صاحب موضع شاہ بگہ ضلع گیا کے رہنے والے ہیں راقم سے اون کی عزت داری ہے۔ اور رشتہ میں وہ راقم کے بھائی ہیں۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدتوں وہ آرو میں رہے اور اون کی رحلت کے وقت وہ گیا میں موجود تھے۔ اون کی عمر تقریباً نوے سال کی ہے اور قوی کی معذوری کے وجہ سے اب گھر ہی پر رہتے ہیں۔



اوتھیں اطراف سے صرف پلنگ کی بیٹیوں کو ہاتھ لگانے پر قناعت کرنی پڑی۔ جامع مسجد پہنچ کر جنازہ کے پلنگ کے چاروں جانب وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔ کسی کو اوس کی جانب پیٹھ کر کے کھڑا ہونے نہیں دیتے تھے اور اگر جنازہ کے قریب کوئی شخص دوسرے سے باتیں شروع کرتا تو وہ بڑی بڑی آنکھیں دکھا کر اشارہ سے منع کرتے لوگ ڈر جاتے اور خاموش ہو جاتے۔ یہ لوگ اوس وقت تک اسی طرح موجود رہے جب تک جنازہ کی دوبارہ نماز پڑھی گئی اور وہ دونوں بار خود بھی ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنازہ جس وقت پیر گھر روانہ کیا گیا اوس وقت یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے قبل کسی نے ان لوگوں کو گایا میں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد وہ کہیں نظر آئے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ان تھے کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے۔ ان کی ہیبت اس قدر تھی کہ ان سے کوئی شخص کچھ دریا نہ کر سکا۔

فارسی کی تعلیم انہوں نے اپنے والد اور دادا بزرگوار سے پائی اوس کے بعد انہوں نے عربی صرف و نحو کی کتابیں اپنے چھوٹی زاد بھائی مولوی حکیم سید عبدالرزاق پیر بگہوی مرحوم سے اور سراج اور منطق کی کتابیں اور تفسیر اور فقہ اور حدیث کی کتابیں اپنے چچا پیرے ماموں مولانا سید محمد اسحق بدوی مرحوم سے پڑھیں۔ ۱۸۸۲ء میں انہوں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی اور چھ سال تک اوس کو جاری رکھا۔ ۱۸۹۰ء میں خانگی و شویاریوں اور جھگڑوں کے باعث ان کو یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۶ء تک انہوں نے مختلف سرشتوں میں نوکریاں کیں اور ۱۸۹۹ء میں گیا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ملازم ہوئے۔ ترقی کر کے وہ اس دفتر کے ہیڈ کلارک کی خدمت پہنچے اور دو سو دس روپیہ کی تنخواہ تک پہنچ کر ۱۹۰۹ء میں خدمت سے سبکدوش ہوئے اور اب زیادہ تر گیا کے محلہ کریم گنج میں سکونت رکھتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالغفر آزاد فارسی ادب میں نہایت بالغ استعداد رکھتے ہیں اور فارسی اور اردو شعرا کے دواوین پر ان کی نظر بہت وسیع ہے۔ شعر گوئی سے ان کو فطری لگاؤ ہے۔ ۱۸۹۰ء میں انہوں نے ابتداءً اردو میں غزلیں کہنی شروع کیں اور تین سال تک بطور خود کہتے رہے۔ ۱۸۹۳ء میں مولانا سید فصیح احمد صاحب شریعتی کی جانب رجوع کیا اور اردو غزلیں ان کی خدمت میں پیش کرنی شروع کیں۔ یہ بزرگ مرزا محشر بخٹی گودلوی کے شاگرد رشید تھے اور مرزا محشر حضرت غائب کے شاگردوں میں تھے۔ ۱۸۹۵ء میں گیا میں ایک مشاعرہ میں شمس العلماء اب سید امداد امام خان، المتخلص بہ اثر مرحوم و منظور شریک ہوئے اور شاہ آزاد کی غزل سکر بہت خوش ہوئے اور فارسی کے ساتھ ان کی فطری مناسبت کا احساس کر کے انہیں فارسی کہنے کا مشورہ دیا۔ اوقفت سے شاہ آزاد نے فارسی غزل کہنی شروع کی اور حضرت باقر قدس سرہ جیت تک بقید حیات ہے اپنا کلام اصلاح کے لئے ان کی خدمت میں آ رہے ہیں۔ شاہ آزاد نہایت نازک خیال اور پختہ مغز

حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں اور اب ان کی شاعری کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اوس سے قبل میں اپنے ایک تہایت محترم غریز کی سوانح حیات کو نہایت اختصار سے بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حضرت باقر کے شاگرد رشید ہیں اور ان کا ذکر حضرت باقر کی شاعری کے ضمن میں جا بجا آئیگا۔ ان سے مجھے بعض بہت مفید باتیں معلوم ہوئیں اور دیوان کے متعلق بھی مجھے ان سے مدد ملی ہے۔ یہ صاحب مولوی سید شاہ عبدالغفر رضا المتخلص بہ آزاد (بن مولانا سید احمد کبیر بن مولانا شاہ ظہور حسن بن حضرت شاہ برکت حسین بن حضرت شاہ بندہ علی بن حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ) ہیں۔ حضرت شاہ بندہ علی قدس سرہ حضرت باقر کے حقیقی بڑے چچا تھے۔ اس لئے شاہ عبدالغفر صاحب آزاد حضرت باقر کے پردے ہیں۔ ان کی ولادت پیر گھر میں شنبہ کے روز ۱۹ رجب المرجب ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۱ء) کو ہوئی



شاعر ہیں لیکن شاعری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ حضرت مولانا سید فضل الرحمن گنج مراد آباد  
رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہیں

خانہ انی نسب نامہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز آزاد صاحب سے مجھے چند نہایت مفید باتیں  
معلوم ہوئیں۔ چند سال ہوئے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے وہاں حضرت مخدوم جلال الدین محمد  
کبیر الاولیاء رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ مولانا محمد سعید صاحب  
ملے اور اپنے شجرہ نسب کا مولانا کے شجرہ نسب سے مقابلہ کیا جس سے اس امر کی مزید تصدیق ہوئی  
کہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی شہاب الدین عبدالرحمن ثانی سلطان  
غزوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

## حضرت باقر کی شاعری

### حضرت باقر کی فارسی تعلیم اور ان کی شاعری کی ابتدا

حضرت باقر قدس سرہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد انہیں کلام اللہ شریف شروع  
کرایا گیا۔ جب اس کو وہ ختم کر چکے فارسی پڑھانے کے لئے ایک استاد کے حوالہ کئے گئے  
اوس وقت کے رواج کے مطابق اوہ نہیں کرے۔ مامقیاں۔ آمد نامہ۔ خالق باری پڑھا  
گلستاں کا آٹھواں باب پڑھا گیا۔ خلاق عالم جلالت قدر تہ نے بد و فطرت سے ان کو پہنا  
ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اور فارسی زبان کے ساتھ مناسبت تمامہ مرحمت فرمادی تھی  
اس لئے صرف گلستاں کا آٹھواں باب پڑھتے ہی اون کے بزرگوں نے احساس کیا کہ انہیں  
فارسی میں اس قدر مہارت ہو چکی ہے کہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی درسی کتابیں (میران  
منشعب پنج گنج، صرف میر، نحو میر وغیرہ) جو فارسی زبان میں ہیں پڑھ سکے اور سمجھ سکتے ہیں۔  
چونکہ خطبہ بہار کے شرفاء کے خاندانوں میں بچوں کی تعلیم میں زیادہ تر توجہ عربی کی جانب کی جاتی  
تھی اور فارسی ایک محض ضمنی چیز خیال کی جاتی تھی اس لئے حضرت باقر کا فارسی کا درس ملتوی کر دیا  
گیا اور عربی کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک وہ عربی نصاب کی کتابیں پڑھتے  
ہے اور فنون سپہ گری سیکھتے رہے۔ لیکن فارسی زبان اور فارسی شاعری کا جوہر ان کی  
خیم میں تھا اس لئے وہ اس کی جانب سے غافل نہیں رہے بلکہ فرصت کے وقت بطور خود  
صرف لغت کی دو تین کتابوں کی مدد سے انہوں نے فارسی درسی کتابوں (بوستان  
یوسف زلیخا۔ سکندر نامہ۔ قصاید عرفی۔ اخلاق محسنی۔ انوار سہیلی۔ مینا بازار۔ سنہ شہرہ و غیری)



اور انش کی چند کتابوں کا مطالعہ نہایت غور و فکر اور سمجھ کے ساتھ کر لیا۔ فارسی تعلیم کے متعلق عجب کبھی کسی نے اون سے دریافت کیا تو ہمیشہ ہی فرمایا ”ہم نے استاد سے صرف کتاب کا اٹھواں باب پڑھا اسکے بعد فارسی زبان میں جو کچھ حاصل کیا وہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے حاصل کیا اور کسی استاد سے کبھی کوئی امداد نہیں لی“ تیرہ چودہ سال کی عمر میں عربی صرف و نحو کی کتابیں ختم کیں اور منطق اور فقہ کی ابتدا کی چند کتابیں پڑھ لی تھیں اور بہت اچھی استعداد پیدا کر لی تھی بعض وجوہ سے اس وقت عربی کی تعلیم ملتوی ہو گئی اور انہیں فارسی کی جانب پوری توجہ کرنے کا موقع ملا۔ اس زمانہ میں فارسی کا عام رواج تھا۔ یہاں تک کہ سرکاری دفاتر کی زبان بھی فارسی ہی تھی خطہ بہار میں جس طرح علم کی جانب لوگوں کو رغبت تھی فارسی کی زبان دانی اور شاعری کی جانب بھی شرفا کو عموماً دلچسپی تھی۔ کتابیں ابھی تک بہت کم طبع ہو تھیں لیکن شرفا کے خاندانوں میں علمی کتابوں کے علاوہ فارسی نظم و نثر کی قلمی کتابوں کے ذخائر بھی جا بجا موجود تھے حضرت باقر کے گھر میں بھی بزرگوں کے وقت سے ایک بڑا عالمانہ کتابخانہ محفوظ چلا آ رہا تھا جس میں آٹے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ ان کے والد حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ جب لکھنؤ سے پیرنگہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ مختلف علوم کی اور فارسی نظم و نثر کی بہت سی کتابیں ہمراہ لائے تھے چونکہ فارسی نظم و نثر کا بہت بڑا سرمایہ گھر ہی میں موجود تھا اس لئے کتابوں کو باہر سے تلاش اور فراہم کرنے کی اونہیں بہت کم ضرورت پیش آئی۔ اونہوں نے پہلے فارسی لغت کی متعدد کتابوں کو دو دو تین تین بار غور سے پڑھا اور تحفہ کیا۔ اس کے ساتھ فارسی کی صرف و نحو اور فارسی اور عربی کے عروض و قوافی اور صنائع اور بدائع کی بہت سی کتابیں بغور پڑھیں اور ان فنون پر پوری طرح حاوی ہوئے۔ اس کے بعد اونہوں نے نثر کی شہنشاہ تصانیف اور دیوان کی جانب توجہ کی اور صد ہا کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک مجلس میں جہیں میں موجود تھا اثنائے گفتگو

اونہوں نے ایک صاحب کے دریافت پر فرمایا کہ ”ایرانی نثر و شعر میں جن کا کلام ہندوستان آچکا ہے اور ہندی نثر و فارسی گو شعر میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جس کا دیوان میری نظر سے نہ گزرا ہو“ ان کتابوں کو مطالعہ کرتے وقت وہ فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور ان کے طرز استعمال کو اور اس زبان کے محاورات اور شعرا کے اسالیب بیاں کو نہایت غور و غوص سے دیکھا کرتے تھے اور جس شاعر کا دیوان وہ مطالعہ کرتے او میں خاص طور پر غور سے یہ دیکھتے کہ اس کی زبان۔ اس کے اسالیب بیان۔ الفاظ کی نشست۔ محاورات کے استعمال اور شاعرانہ خیالات اور ان خیالات کے ادا کرنے میں وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جو اس شاعر کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہیں۔ ظاہر ہے حضرت باقر جیسے فارسی زبان اور فارسی شاعری کے ساتھ نہایت قوی فطری مناسبت رکھنے والے ذہین اور قوی الحافظ شخص نے جب اس قدر غور و غوص کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں متقدمین و متوسطین اور متاخرین شعرا کے شہنشاہ تصانیف اور دیوان کا مطالعہ کیا ہو تو اس کی فارسی دانی اور فارسی شاعری کے متعلق وسعت معلومات کا اندازہ کیا گیا جاسکتا ہے ہزار ہا اشعار ان کو یاد تھے اور جب موقع پیش آتا بلا غرض و قائل کسی خاص مضمون کے بہت سے اشعار پڑھ دیتے تھے۔ اہل ذوق حضرات کی صحبت میں اثنائے گفتگو میں اعجاز خسروی کی صفحہ کی صفحہ عبارت اپنی یاد سے پڑھ کر سنا دیتے تھے ان کا خاندانی کتابخانہ جس کا ذکر کیا گیا باقی نہیں رہا۔ پیرنگہ کے مکان میں ایک بار آگ لگ گئی اور سارا مکان اور مکمل اثاثہ اور سارا کتابخانہ جل کر خاکستر ہو گیا۔ چونکہ اونہیں کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا اس لئے جوں جوں اونہیں کتابیں ملتی گئیں وہ خریدتے گئے اور از سر نو ایک کتابخانہ جمع کر لیا تھا۔



## حضرت باقر کی شاعری کی شہرت اور دیوان اور کوٹک الشجر کا خطاب

فطری رجحان کے باعث حضرت باقر بہت کم عمر ہی میں شعر موزوں کرنے لگے تھے۔ اس کا ملکہ جلد جلد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں فارسی زبان اور اوس کے لغات و محاورات سے وہ اچھی طرح ماہر ہو چکے تھے اور تعداد کثیر میں شعر کے دو اوین کا بالاستیعاب مطالعہ کر چکے تھے۔ صنایع و بدائع اور عروض و قوافی کے فنون پر خوب حاوی ہو گئے تھے اس لئے اوس کم عمری ہی میں وہ جو کچھ کہتے تھے زبان اور اصول شاعری کی حقیقت سے نہایت صحیح کہتے تھے اور شاعرانہ اعتبار سے بھی اون کا کلام بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اون کی شعر گوئی کی شہرت جلد اطراف و جوارب میں پھیل گئی اور قطعات تاریخ اور دعوتوں کے منلوم رقعوں کی اون کے پاس فرمایش آنے لگیں۔ اون کی مشق جلد جلد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ پچیس چھپیس سال کی عمر میں وہ تمام صوبہ بہار میں فارسی کے نہایت ممتاز شاعر تسلیم کر لئے گئے۔ ۱۲۵۰ھ میں مرید ہو گئے اور انھوں نے اپنے پیر کی منقبت میں ایک سو چھ شعروں کا قصیدہ کہا (دیوان باقر صفحہ ۲-۸) جو کو دیکھ کر اہل نظر قصیدہ گوئی میں اون کے کمال شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولوی خواجہ سید محمد فخر الدین حسین المتخلص بہ سخن دہلوی مرحوم حضرت خاں رشتہ میں نواسے اور اردو اور فارسی شاعری میں اون کے شاگرد تھے غدر سے کچھ پہلے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور غدر کے فرو ہونے کے بعد وہ لکھنؤ سے آ کر اپنے عزیزوں کے پاس جو پندرہ بیس سال پیشتر سے وہاں مقیم تھے ٹھہرے اور وکالت شروع کی۔ حضرت باقر سے بہت جلد دوستی ہو گئی اور اون کے ہمراہ وہ بھی حضرت شاہ قیام صدق چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے۔ فسانہ عجائب کے طرز پر انھوں نے ایک کتاب موسوم بہ مروت سن سخن لکھی اور

۱۲۵۹ھ میں مطبع نو لکھنؤ میں طبع کرائی حضرت باقر نے ایک قطعہ تاریخ لکھ کر دیا جو اوس کتاب کے ساتھ طبع ہوا (دیوان باقر صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)۔ اس کتاب کے ”خاتمہ“ میں حضرت سخن نے اپنے چند خاص خاص دوستوں کا کچھ مختصر حال بھی تحریر کیا۔ حضرت باقر کے متعلق انہوں نے لکھا:-

”جناب مستغنی الالقاب محذومی سید باقر علی صاحب جن کو ہمارے حضرت باقر پیر و مرشد مدظل الجلال جلالہ کے حضور سے ملک الشعر کا خطاب ہے واقعی ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور دروہ ہے دیوان بہت ہے لاجواب ہے فضل خدا سے ہمت مردانہ رکھتے ہیں وہ کمترین سے محبت برادرانہ رکھتے ہیں کمال غنایت فرماتے ہیں.....“

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ۱۲۵۹ھ سے پہلے اپنے شباب اور جوانی کے کلام کو مرتب کر کے حضرت باقر نے ایک دیوان مدون کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس سال میں یا اس کے پہلے ہی حضرت سیدنا شاہ قیام صدق چشتی قدس سرہ جیسے مبصر اور خوشنما بزرگ نے جن کا شعر فہمی میں اوس وقت دور دور تک کوئی شخص مثل نہیں تھا انہیں ملک الشعر کا خطاب دیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اوس دیوان کو ملاحظہ فرما کر انھوں نے حضرت باقر کو یہ خطاب دیا ہو۔

## مرزا غالب علیہ الرحمہ سے حضرت باقر کا شاعری میں تلمذ

حضرت باقر علیہ الرحمہ نے جسطرح فارسی ادب اور فارسی زبان کے حاصل کرنے میں کسی کی شاگردی نہیں کی اوسی طرح اٹھائیس سال کی عمر تک شاعری میں بھی انھوں نے کسی سے



تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اپنے استاد سے وہ بہت محبت رکھتے تھے اور جن کی جن کی اونھوں نے شاگردی کی (مثلاً میر کریم اللہ صاحب - مولانا مہدی حسن صاحب - منشی واصل حسین صاحب وغیرہم) اون کا ذکر خیر وہ تمام عمر کرتے رہے لیکن شاعری میں (حضرت غالب کے سوا) کبھی کسی استاد کا ذکر نہیں کیا اور نہ اون کے دوستوں اور ہم عصر بزرگوں میں سے کسی سے میں نے اون کے کسی استاد کا نام سنا۔ واقعہ یہ ہے کہ خطبہ بہار میں گو اوس وقت بڑے بڑے کہنے مشق فارسی گو شعرا موجود تھے لیکن خود وہ سب لوگ باوجود حضرت باقر کی کم عمری کے اون کی فارسی اور فارسی گوئی کے گرویدہ تھے۔ اس لئے اون کو کوئی ایسا بلند پایہ فارسی گو شاعر ملا ہی نہیں جس سے وہ تلمذ اختیار کر سکتے لیکن جس علم و فن کو اونھوں نے حاصل کیا تھا اوس میں کسی قسم کی خامی کا باقی رہنا وہ فطرتاً گوارا نہیں کر سکتے تھے اس لئے اہل کمال کے وہ ہمیشہ جو یا رہے اور جس فن کا کامل استاد انہیں جب ملا۔ اوس سے استفادہ کرنے میں اونھوں نے قائل نہیں کیا چنانچہ جب اون کی عمر پچاس سال کی ہو چکی تھی امر او خا نصاحب مرحوم و مغفور سے اون کی ملاقات ہوئی اور اون سے بندوبست بازی کے فن کی تکمیل کی۔

تقریباً اٹھائیس سال کی عمر تک حضرت باقر نے شاعری میں کسی سے تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اون میں جو جو خامیاں ہوں گی اون کا احساس اونہیں فطرتاً ضرور ہونا ہوگا اور اوس فطرت کے تقاضا سے اون کا دل کسی ایسے باکمال شاعر سے ملنے کا ہمتی رہتا ہوگا جس کے سامنے وہ زانوئے شاگردی تہ کر سکتے اور اون خامیوں کو دور کر سکتے۔ مجھے اون سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ حضرت غالب سے تلمذ اختیار کرنے کے ایسا کیا ہوئے اور تلمذ کی ابتدا کب ہوئی۔ اس دیوان کو جب میں ترتیب دیر ہاتھا دو تین صاحبوں سے جسے صحیح کیفیت کے معلوم ہونے کی امید ہو سکتی تھی (مثلاً حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ) دریافت کیا لیکن کسی

صحیح کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ۱۲۴۵ھ تک اونھوں نے حضرت غالب کی جانب رجوع نہیں کیا تھا ورنہ مولوی خواجہ فخر الدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم مرد شمس سخن کے خاتمہ میں حضرت باقر کے حالات میں اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ خواجہ صاحب سے حضرت باقر کی ملاقات ۱۲۴۵ھ (۱۸۵۸ء) میں شروع ہوئی اوس وقت تک حضرت غالب کی تصنیفیں شائع نہیں ہوئی تھیں لیکن خواجہ صاحب اون کے غزلیہ اور شاگرد تھے اس لئے استاد کی تصانیف کے نقلیں اون کے پاس تھیں اور جب آئے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ۱۲۴۶ھ یا ۱۲۴۷ھ میں حضرت باقر کو خواجہ صاحب نے حضرت غالب کی ہر نیمروز اور دستنبولی اور نظر سے گزری۔ اوس زمانہ میں اونھوں نے خواجہ صاحب کے پاس غالب کے اردو اور فارسی کلام کا ایک مجموعہ بھی دیکھا (کلیات نظم غالب فارسی شائع نہیں ہوئی تھی) اور ۱۲۴۸ھ میں قاطع برہان شائع ہوئی اور اون کے مطالعہ میں آئی۔ حضرت باقر چونکہ خود صاحب نظر اور صاحب بصیرت اور فارسی زبان کے ماہر اور بلند پایہ شاعر تھے ان کتابوں اور نظموں کے مجموعہ کے مطالعہ سے حضرت غالب کی فارسی دانی اور شاعری کی عظمت اون کے دل میں پیدا ہو گئی اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ اون کی استادی کے لئے اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ مرزا اسد اللہ خاں غالب ہی ہیں۔ اون سے خط و کتابت شروع کی اور اجازت ملنے کے بعد اپنی غزلیں اون کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجی شروع کیں۔ یہ واقعہ بطور غالب ۱۲۴۸ھ کا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت باقر کی ایک بیاض جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہی میرے پاس ہے اوس کے اول صفحہ پر اونھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور حمد و نصلی اللہ علیہ وسلم کے دیباچہ کے ابتدا کی چند سطر عبارت نقل کی ہے۔ اوس کے نیچے تھوڑی جگہ چھوڑ کر بطور یادداشت کے لکھا ہے:-

در بلدہ دہلی بجلہ ملی ماراں قریب چاندنی چوک رسیدہ بھرت نجم الدولہ دبیر الملک



نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ غالب تخلص عرف مرزا اوشستہ ہڈاک  
روانہ نمودہ شد۔

حضرت غالب کے پورے خطابات اور اون کی سکونت کا پورا پتہ لکھا گیا ہے اس لئے یقیناً یہ پہلی ڈاک تھی جو حضرت باقر نے اون کی خدمت میں روانہ کی اور چونکہ یہ بیاض اونہوں نے ۱۲۷۱ھ میں مجلہ کرائی تھی اور یہ عبارت اس کے اول ہی صفحہ پر ہے اس لئے حضرت غالب سے اون کی مراسلت کی ابتدا بھی یقیناً اوسى سال میں ہوئی۔

حضرت مرزا غالب کو بھی شاید اوس وقت تک فارسی زبان کا ایسا محقق اور ایسا بلند پایہ شاعر شاگردی کے لئے کم ملا تھا۔ اون کی فارسی دانى اور شاعری اور فارسی زبان کی خبریات پر اون کی وسعت نظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور اون کی شاگردی پر فخر و مباهات کا اظہار حضرت باقر کے کلام میں رد و بدل اور اصلاح کی ضرورت کم ہوا کرتی تھی تاہم جہاں ضرورت تھی تھی حضرت غالب اصلاح کر کے غزلیں اون کے پاس واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت باقر نے برسبیل تذکرہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سال ڈیرہ سال تک خط و کتابت کے بعد میں نے ایک غزل کہی اور اوستاد کے خدمت میں بھیجی اونہوں نے اس غزل کو بغیر کسی اصلاح کے واپس فرمایا اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی تعریف لکھ کر لکھا کہ اگر تم خود کو میرا شاگرد خیال کرتے ہو تو تمہاری شاگردی پر میں جس قدر فخر کروں کم ہے۔ مبدیہ فیاض نے تم کو شاعر کا ایسا جوہر عطا کیا ہے اور فارسی زبان کے ساتھ تم کو ایسی مناسبت دی ہے اور مطالعہ اور غور و فکر سے اس زبان کے محاورات و نکات پر تم اس قدر حاوی ہو چکے ہو کہ تمہارے کلام کو اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ کو اوس زمانہ میں حضرت باقر سے ملے تھا اور اون کے

ہمراہ آ رہے ہیں رہتے تھے۔ مجھ سے اونہوں نے حضرت باقر اور حضرت غالب کے باہم مراسلت کا متعدد بار تذکرہ کیا اور فرمایا کہ تقریباً ہر خط میں حضرت غالب اون کی فارسی دانى اور شاعری کی تعریف ہی لکھا کرتے تھے۔ شمس العلماء نواب سید امداد امام بہادر تخلص بہ اثر مرحوم نے ایک مرتبہ اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا۔ ”ہم نے آ رہے ہیں حضرت (باقر) کی سات سال صحبت اونہوں اور اون سے ملے رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مرزا غالب سے اون کی خط و کتابت جاری تھی۔ اون کے جو خطوط حضرت (باقر) کے پاس آتے تھے میں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ حضرت (باقر) نے ایک مرتبہ ایک غزل کہی جس کا ردیف و قافیہ ”اثرے نیست کہ نیست“ تجربے نیست کہ نیست“ تھا اور مرزا غالب کے پاس بھی۔ جواب میں مرزا نے وہ غزل بجنسہ بغیر کسی اصلاح کے واپس کی اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی بہت تعریف لکھی اور لکھا کہ اب تم کو مجھ سے اصلاح کی ضرورت نہیں اور تمہاری شاگردی پر مجھے فخر ہے“ (یہ وہی غزل ہے جس کا ذکر حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا اور جس کی کیفیت اس سے اوپر کے فقرہ میں لکھی گئی ہے) اون کی گفتگو میں شمس العلماء مرحوم نے اپنی ایک رائے کا بھی اس طرح اظہار کیا۔ ”حضرت (باقر) کا اپنی غزلوں کو اصلاح کے لئے مرزا غالب کے پاس بھیجا مجھے بے سود معلوم ہوتا تھا اور یہ نہیں آتا تھا اس لئے کہ فارسی گوئی اور شاعری دونوں اعتبار سے میں اونہیں مرزا غالب سے کم نہیں پاتا تھا اور اون کے کلام میں جو درد اور اثر ہوتا تھا وہ مرزا کے کلام میں نہیں پایا جاتا تھا لیکن چونکہ ادب مانع تھا اس لئے حضرت سے میں کچھ عرض نہیں کر سکتا تھا۔“ مجھے بھی ادب مانع ہوا اس لئے حضرت شمس العلماء مرحوم سے میں اون کو اس خیال کی توضیح نہیں کر سکا۔ اس کے کچھ دنوں بعد میں ایک وقت یا دو کا رخا غالب دیکھ رہا تھا اوس میں مولانا حالی مرحوم و مغفور کی تحریہ نظر آئی :- ..... اون کے (حضرت غالب کے) عاشقانہ اشعار میں باوجود



کمال خیزالت اور متانت کے وہ گرمی اور تاثیر جو شعر کی جان اور غزل کا ایمان ہے عام طور پر نہیں پائی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت باقر نے ۱۲۸۵ھ میں مرزا غالب علیہ الرحمہ سے خط و کتابت کے ذریعہ بلند کا آغاز کیا اور استاد کی آخر عمر تک مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر عمر میں حضرت بہت معذور ہو گئے تھے تاہم انتقال سے کچھ پیشتر تک ان کے خطوط کا جواب دیتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں میں باہم ملاقات کبھی نہیں ہوئی۔ حضرت باقر نے ان سے جو کچھ استفادہ کیا وہ صرف خط و کتابت کے ذریعہ کیا۔ استاد کے انتقال کا (۲۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ) ۱۸۶۹ء اور حضرت باقر کا (۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ) ۱۸۸۴ء۔ اس کی محبت ان کے دل میں ہمیشہ باقی رہی اور ان سے اپنے تئیں تمام عمر فخر کرتے رہے اور جب تک زندہ رہے استاد کی صفت و ثناء بیان کرتے ہی رہے اور اپنی شاعری کے کمال کو انہیں کے فیضان کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ دیوان باقر سے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

من فدائے لطف او باقر کہ استاد من است	بچو غالب در جہاں تک نکتہ سخن بجاست
شور نظم تو کہ در ملک جہاں افتادہ است	ہست ز فیض نظم حضرت غالب باقر
کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است	باقر از شکرانہ این کے توان آمد بربا
از پئے اصلاح روح غالب استاد آمدہ	باقر از خیر و برخواں پیش او از گفتہ است
صدرازاں طوطی ہند خوش الحانم نمی آید	کجا شد غالب شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں
آخر کا شعر جس غزل کا مقطع ہے ۱۲۸۵ھ میں کہی گئی جب حضرت غالب کو جلالت کے چوبیس بجیں سال گزر چکے تھے۔ اس امتداد زمانہ پر بھی شاگرد کے دل میں مرحوم استاد کی محبت باقی تھی جس نے ان کے قلم سے یہ درد بھرا ہوا شعر لکھوایا۔	

## حضرت باقر کا کلام جو ضائع ہوا اور جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا

شاعری کے لئے اطمینان اور فرصت اور کیسوی کی ضرورت ہے۔ معدودے چند کے سوا جتنے بڑے بڑے شعرا گزرے ہیں ان کو تمام عمر شاعری کے سوا دوسرا کوئی مشغلہ نہیں رہا۔ شاعر کی حوصلہ افزائی اور ولولہ انگیزی کے لئے ذوق سلیم رکھنے والے ذی علم سخن فہم احباب کے صحبت کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اس کے کلام کے نقائص سے بھی لطیف پیرایہ میں اس کو آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت باقر کو تائیس سال کی عمر تک علوم و فنون کی تحصیل اور شاعری کے سوا دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ گیا اور پٹنہ میں اس وقت تک فارسی گو شعر اور خوش فہم بزرگوں کی کمی تھی اس لئے انہیں ان ارباب فضل کی صحبت بھی حاصل رہی اور ان کی صحبتوں میں ان کا حوصلہ بڑھتا گیا اور شاعری کا پایہ بلند ہوتا گیا۔ یہ حالت ۱۲۸۵ھ (۱۸۵۸ء) تک قائم رہی۔ اس کے بعد ان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال وہ پیرنگہ اور گیا سے آ رہ چلے آئے ۱۲۸۵ھ میں انہیں سرکاری ملازمت قبول کرنی پڑی اور تقریباً اسی زمانہ میں وہ مرید بھی ہو گئے اور باطنی اشغال میں مصروف ہوئے۔ ان کا دن کارہائے سرکاری کے انصرام میں اور رات کا وقت ذکر و شغل مراقبہ و مجاہدہ میں صرف ہونے لگا۔ جو کچھ وقت ملتا اس کو ان کے دوست و احباب لے لیتے۔ آ رہ میں فارسی شاعری کا پیر چاہا بالکل نہیں تھا اور سادات بلگرام کے خاندان کے چند بزرگوں کے سوا فارسی شاعری سے کسی کو دلچسپی بھی نہیں تھی اس لئے ان کے ہم مذاق لوگوں کی صحبت بھی باقی نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ شاعر کو ولولہ انگیزی اور فارغ البالی سے شاعری کے جانب متوجہ رہنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہے وہ کچھ باقی نہ رہا۔ لیکن تقاضائے فطرت



کیا کیا جائے۔ شاعری حضرت باقر کی نہایت ہی قوی فطری صفت تھی اور اوس کا ملکہ اون میں راسخ ہو چکا تھا۔ اطمینان اور فرصت کے ساتھ بیٹھ کر اور سوج سوج کر شعر کہنے کا اونہیں موقع نہیں رہا تھا لیکن تقاضائے فطرت سے معافی اور مضامین کی اون کے قلب پر یورش ہوتی رہتی تھی اور اون کو موزوں کرنے پر وہ مجبور ہو جاتے تھے۔ اوس وقت اگر اون کی بیاض پاپس ہوتی اوس میں لکھتے تھے اگر نہ رہی تو جو کتاب سامنے موجود ہوتی اوس کے جلد میں یا حاشیہ پر لکھ دیتے تھے اور اگر کوئی کتاب بھی موجود نہ رہی تو کاغذ کا پرچہ جیسا بھی اونہیں اوس وقت مل جاتا اوپر قلمبند کر لیتے اور ویسے ہی چھوڑ دیتے اور بیاض میں نقل کرنے کا کبھی خیال نہیں کرتے۔

جو شخص شاعری کو اپنی زندگی کا مقصد اور پیشہ نہیں بناتا بلکہ اوس کو محض تقاضائے فطرت کے باعث اختیار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اوس کو کلام کے حفاظت کی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی خیر نے اپنے کلام کو بالقصد ضائع ہونے نہیں دیا لیکن اوس کی حفاظت کی جانب بھی اونہوں نے توجہ نہیں کی اور اس بے توجہی کی بدولت اون کے کلام کا بہت زیادہ حصہ تلف ہو گیا۔ مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم نے سروسش سخن کے ”خاتمہ“ میں اون کے چند لوگ ذکر کیا ہے کہ ”ایک ایک شعرا و ن کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور ورور ہے دیوان محتجب ہے لاجواب ہے۔۔۔۔۔“ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ خود انہوں نے اس کا کوئی ذکر بھی کسی کے سامنے نہیں کیا اور ان کے زمانہ حیات میں مجھے سروسش سخن کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ورنہ اوس کتاب سے جب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اونہوں نے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا میں اوس کے متعلق اون سے ضرور دریافت کرتا۔ اب صرف یہی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بیگز کے مکان میں جب آتش زدگی ہوئی اوس وقت تمام سامان اور سارے کتابخانے کے ساتھ یہ دیوان بھی جل گیا۔

۱۲۵ء میں حضرت باقر نے دس جزو سادہ کاغذ کی ایک بیاض بنائی اور بطور کشکول کے کام میں لائے۔ فقہی مسائل میں اون سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اون فتون میں سے چند ان میں نقل کئے گئے ہیں۔ تفسیر یا تصوف کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر اوس میں کوئی مضمون اونہیں بہت پسند آتا اور اوس وقت یہ بیاض پاپس ہوتی اوس میں نقل کر لیا کرتے تھے۔ ان مضامین کا نہایت لطیف اور دلچسپ مجموعہ اسمیں مہیا ہو گیا ہے۔ ان سب کے علاوہ بیاض میں اونہوں نے اپنا کچھ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اور آخر ۱۲۹۰ء میں یہ بیاض بالکل بھری اور اوس میں زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں رہی۔ اس بائیس سال کی مدت کا اون کا جو کچھ کلام مجھے اس بیاض کے اندر مل سکا وہ صرف ایک قصیدہ (جو پیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے)۔ تراوے غرلیں۔ چودہ قطعات اور تین رباعیاں ہیں۔ اس طویل مدت میں اونہوں نے بہت کچھ کہا ہوگا لیکن اس بیاض میں اوس قدر قلمبند ہوا اور محفوظ رہا بقیہ سب جو کاغذ کے پرچوں پر لکھا گیا تلف ہو گیا۔

سب سے زیادہ جن کے تلف ہونے کا افسوس ہے وہ حضرت غالب کے خطوط اور اون کی اصلاح کردہ غرلیں تھیں۔ شاگرد اور استاد میں آٹھ سال کی مدت میں بہت کچھ خط و کتابت ہوئی ہوگی مگر نہ تو حضرت غالب کا کوئی خط محفوظ رہا اور نہ اون غزلوں میں سے کوئی غزل محفوظ رہی جو اون نظر سے گذر کر واپس آئی تھیں یہاں تک کہ وہ معرکہ الآرا غزل بھی جس کا ذکر شمس العلما نواب سید امداد امام مرحوم نے اور خود حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا ضائع ہو گئی۔ ان خطوط اور غزلوں کے متعلق میں نے ایک بار اون سے دریافت کیا۔ اس وقت وہ تھکے اور افسردہ ہو گئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ کچھ تو بعض لوگ مجھے مانگ کر لئے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ پیرنگ کے مکان میں صندوق کے



اندر تھا جب چوری ہوئی وہ صندوق اور اس کے اندر جو کچھ تھا سب ضائع ہو گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ آره میں ابتدائے قیام کے وقت سے اون کے پاس ایک صندوق تھا جس میں وہ اپنے کاغذ رکھا کرتے تھے اور کاغذ کے وہ پرچے بھی جن پر اپنا کلام لکھا کرتے تھے اس میں رکھ دیا کرتے تھے جہاں جہاں اون کا تبادلہ ہوا وہاں یہ صندوق بھی اون کے ہمراہ گیا۔ آخر میں اون کے پاس گیا میں رہا۔ جب ۱۳۰۶ھ میں اون کو نیشن ہوئی وہ آره چلے آئے اور پیرنگہ کے مکان میں کچھ سامان اور بہت سی کتابیں اور وہ صندوق چھوڑ آئے بعض ذی الطبع شریر النفس لوگ اون کی تکلیف پہنچاتے ہی رہتے تھے۔ اونہیں آره آکر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ان لوگوں نے اس مکان کا قفل توڑا اور سب سامان لے گئے۔ کتابیں سب ضائع ہوئیں اور اس صندوق میں کاغذ کا جس قدر سرمایہ تھا سب تلف ہو گیا۔ مولوی شاہ عبدالغفری صاحب آزاد مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بننے کے دوکان سے کچھ خریدتے وقت ردی کاغذوں کے انبار میں حضرت باقر کا لکھا ہوا ایک کاغذ دیکھا جب غور کیا تو اون کی غزل معلوم ہوئی۔ تلاش کے بعد اون ردی کاغذوں میں سے اون کی چار غزلیں نکلیں۔ حضرت باقر جب گیا آئے اونہیں دکھایا اونہوں نے فرمایا کہ ایک وقت میں نے پے درپے چالیس غزلیں کئی تھیں اور اس صندوق میں جو تلف ہوا رکھ دی تھیں اونہیں میں سے یہ بھی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید حضرت شاہ طور الحق صاحب قدس سرہ کے پاس سے کچھ مل سکے میں نے انہیں بھی لکھا اونہوں نے جواب دیا ہمارے پاس سب کچھ تیار تھا مگر زمانہ ضائع ہو گیا ورنہ جناب حضرت انجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت باقر) کا بہت کچھ حال لکھا ہوا تھا۔

۱۳۰۶ھ میں حضرت باقر نیشن لیکر آره تشریف لائے اور مستقل طور پر وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ایک دوست نے اون سے وعدہ لیا کہ اب جو کچھ وہ کہیں اس کی حفاظت کریں

اس وعدہ کی بنیاد انہوں نے بڑی قطع کی دس حرف کی ایک بیاض منگوائی اور اپنا کلام اس قلمبند کراتے رہے اس کے بھر جانے کے بعد دوسری چھوٹی بیاض خریدی جب وہ بھی ختم ہو گئی تو آخر عمر تک وہ اپنا کلام کاغذ کے پرچوں ہی پر لکھتے رہے۔

۱۳۱۲ھ سے حضرت باقر کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا دوسرے سال تک وہ نوشت و خواند سے بالکل معذور ہو گئے۔ اون کے دو خدنگاروں کے دو بچے اون کے زیر پرورش تھے اور اون کے پاس رہا کرتے تھے۔ اس وقت ان کی عمریں دس گیارہ سال کی تھیں اور نہایت ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی تھیں۔ اپنی معذوری کی وجہ سے اپنا کلام وہ انہیں میں سے ایک سے لکھوایا کرتے تھے اور جس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا تو بیاض میں یا کاغذ کے پرچہ پر خود ہی انداز سے لکھ لیتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ :-

- (۱) ابتدائے شباب سے ۱۳۰۶ھ تک کا حضرت باقر کا سارا کلام ضائع ہو گیا۔
- (۲) ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۰۹ھ تک اونہوں نے جو کچھ کہا اوس میں مجھے صرف اویس قدر ملا جو اونہوں نے قدیم بیاض میں قلمبند کر لیا تھا۔
- (۳) ۱۳۰۹ھ سے ۱۳۰۵ھ کے اواخر تک اونہوں نے جو کچھ کہا وہ سب بھی تلف ہو گیا۔ اوس زمانہ کے کلام میں سے چار غزلیں اور ایک رباعی مجھے شاہ عبدالغفری صاحب ازاد سے ملیں جو اونہیں بننے کے دوکان کے ردی کاغذات میں ملی تھیں۔
- (۴) ۱۳۰۶ھ کے بعد سے آخر عمر تک اونہوں نے آره کے قیام کے زمانہ میں جو کچھ کہا وہ زیادہ تر محفوظ رہا اور مجھے ملا۔ لیکن وہ پیرنگہ اور گیا بھی جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں پندرہ پندرہ بیس بیس روز قیام رہا کرتا تھا۔ ان مقامات کے قیام کے زمانہ میں انہوں نے



جو کچھ کہا ہو گا وہ مجھے نہیں مل سکا۔ اسی آخر عہد کے کلام میں مجھے ایک غزل حضرت شاہ جہاں صاحب سے اور ایک غزل ان کے بھائی حضرت شاہ جنود الحق صاحب سے ملی۔

## حضرت باقر کے کلام کی ترتیب اور دیوان کی تدوین اور تشریک شدہ قصائد و غزلیات دیگر اصناف کلام کی تعداد

حضرت باقر کی حلت کے بعد لوی شاہ عبدالغفر صاحب آزاد نے اون کے کلام کو ترتیب دیا اور مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اون کی دوسری بیاض میں جس قدر غزلیں وغیرہ قلمبند کی گئی تھیں اوہیں ترتیب دیا لیکن بعض موانع پیش آئے اور یہ کام مکمل نہیں پاسکا۔ حضرت قدس سرہ کی حلت سے چند سال کے بعد میں اون کی کتابیں اور بیاضیں اور جس قدر کاغذات آ رہے ہیں کل حیدر آباد لے آیا لیکن یہ سب محفوظ رکھے رہے اور ملازمت کے مشاغل کے باعث اون کی جانب متوجہ ہونے کا موقع مجھے مطلق نہیں مل سکا۔ پینشن لیکر سرکاری خدمتوں سے سبکدوش ہونے کے دو ڈھائی سال کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق رفیق حال ہوئی اور میں نے دیوان کی ترتیب شروع کی لیکن بعد وقتیں پیش آئیں۔ اون کا جس قدر کلام مجھے مل سکا اوس کا تقریباً تین حصہ اون کے آنکھوں سے معذور ہو جانے کے بعد کا تھا۔ اوس میں اکثر اون کے ملازمین مرزا امجد علی مرحوم اور مرزا تصور حسین کے بچوں حیات حسین اور ابوالحسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ دونوں لڑکے اردو کا املا بھی صحیح لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے فارسی نظم کا صحیح لکھنا تو بہت دور تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں بدخط بھی بہت تھے۔ آنکھوں سے معذوری کے زمانہ میں بروقت کاتب کے نہ ملنے کے باعث حضرت قدس سرہ نے جو کچھ خود اپنے دست لکھا وہ ظاہر ہے کہ کیسا ہو گا۔ ان اشعار کا (جو دستیاب شدہ کلام کا سہ ربع حصہ سے کم نہیں تھا) پڑھنا

تقریباً محال ہو گیا اور اس قدر دشواریاں لاحق ہوئیں کہ بار بار بہت قاصر ہو گئی لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور رفتہ رفتہ سب کچھ پڑھ لیا گیا اور نقل کر لیا گیا۔ اور ترتیب دیکر دیوان بھی تدوین کر لیا گیا۔

حضرت باقر قدس سرہ کا کلام جس قدر مجھے مل سکا اوس سے تقریباً دس حصہ سے زیادہ تلف ہو چکا تھا۔ میں ہم جو کچھ دستیاب ہوا اوس سے متوسط حجم کا دیوان مرتب ہو گیا۔ میں تین قصیدے۔ چار سو بائیس غزلیں۔ دو مخمس۔ چار رباعیاں۔ پینتیس قطعات اور ایک نثر عبارت شریک ہے۔ حروف خا۔ طارین اور فا کے ردیف کی کوئی غزل نہیں ملی۔ اور حروف ثا۔ جیم۔ ذال۔ صاد۔ ضاد۔ ظا اور کاف کی صرف ایک ایک ہی غزل ملی۔ اون کا جس قدر کلام مجھے ملا وہ سب اس دیوان میں شریک کیا گیا اور ایک شعر بھی نہیں چھوڑا گیا البتہ وہ اشعار جن کو اونھوں نے خود مسترد کر دیا تھا اور جن کی تعداد تیس پینتیس سے زیادہ نہیں ہے شریک نہیں کئے گئے۔ یہ سب اشعار اون غزلوں کے ہیں جو اون کی قدیم بیاض میں قلمبند پائی گئیں۔

## اضافہ کلام

ثنوی۔ حضرت باقر کی کوئی ثنوی مجھے نہیں ملی۔ شاید اس سے پہلے شاید اونھوں نے کوئی ثنوی لکھی ہو لیکن اوس کے بعد اونھوں نے اس کی جانب کبھی توجہ نہیں کی۔ اون کی شاعری کی کیفیت سے جو پہلے لکھی جا چکی ہے قیاس بھی یہی ہوتا ہے کہ اونھوں نے ثنوی لکھنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔

قصاید۔ قصیدے مجھے صرف چار ملے جن میں دو مکمل تھے اور دو ناتمام۔ مکمل قصیدے میں



ایک قصیدہ ایک سو چوبیس شعروں کا ہے جسے انہوں نے پیر و مرشد حضرت شاہ قیام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ دیوان کے ابتدا میں شریک ہے۔

دوسرا قصیدہ جو اس دیوان میں شریک ہے کاغذ کے ایک پرچہ پر افسانہ کے ہاتھ لکھا ہوا ملا جس میں ایک جگہ درمیان میں بیاض چھوڑی گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ پینتیس شعروں کے لکھنے کے بعد اس کو انہوں نے ناتمام رکھ دیا اور پھر اس کو تمام کرنے کے جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

من کیستم آن جوہر مرآت لطیفم کرشنشعہ نور قدیم است خمیرم  
اسی وزن اور اسی ردیف و قافیہ اور اسی طرز کا ایک قصیدہ عربی کا بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

من کیستم آن سالک کوئین میرم کر بنیتہ جوہر قدس است خمیرم  
اور شیخ علی حزیں نے بھی ایسا ہی ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

آن طایر قدسم کہ چکد خون ز صغیرم باد و غم عشق مرشد خمیرم  
معلوم ہوتا ہے کہ ان دو میں سے کوئی قصیدہ ان کے مطالعہ میں تھا کہ مضامین کی انکی قلب پر آمد ہوئی اور اس طرز پر قصیدہ لکھنا شروع کیا۔ پینتیس اشعار لکھ کر اس وقت ہوش کیا اور بعد میں (جیسی کہ یوں کی طبیعت تھی) اس کی تکمیل کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔

تیسرا قصیدہ اعلیٰ حضرت غفران مکان اصف جاہ سادس حضرت میر محبوب علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ہے لیکن یہ بھی ناتمام ہے۔ سنہ ۱۳۱۴ھ (۱۳۱۸ء) میں ممالک اصفیہ کے مغربی اضلاع نہایت ہی شدید قحط میں مبتلا ہوئے۔ کارہائے قحط کے انتظام کے لیے میں بیدار بھی گیا۔ اس سال بارش اچھی ہوئی اور اکتوبر سنہ ۱۳۱۹ء میں کارہائے

قحط موقوف کر دئے گئے۔ مشرڈ نواب کشر قحط نے انگریزی میں رپورٹ لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کر کے بھی شائع کرایا۔ اس رپورٹ کے دیباچہ میں حضرت غفران مکان کا ایک شعر ہے  
آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے  
نقل کر کے بیان کیا گیا تھا کہ اس شعر میں جو ہدایت مضمر ہے اس کی پوری پابندی ہوئی اور جب تک قحط باقی رہا نہایت فراخ دلی سے رعایا کی پرورش کی گئی اور جب قحط ختم ہوا ان کو ان کے کھمپوں سے گھروں تک جانے کا خرچ دیا گیا اور کثیر اور وافر مقدار میں تقاوی بھی دیکر ان کی امداد کی گئی۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں چند روز کی رخصت پر میں آ رہ گیا۔ مشرڈ نواب کی رپورٹ کا اردو ترجمہ اسی زمانہ میں شائع ہوا تھا اور اسی وقت مجھے ملا تھا ان کو میں ہمراہ لیتا گیا۔ آ رہ پہنچ کر جب حضرت علیہ الرحمہ کی قد مبوسی سے مشرف ہوا انہوں نے قحط کی کیفیت بتھنا فرمائی۔ میں نے کچھ زبانی عرض کیا اور رپورٹ کا دیباچہ اور جا بجا سے ان کے دوسرے مضامین انہیں پڑھ کر سنائے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ وقت کی فراخ دلی اور رعایا پروری کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی جانیں معرض تلف میں آنے سے بچانی گئیں اور ان کی پرورش پر دو کروڑ سے زیادہ روپیہ بیدریغ صرف کرویا گیا ان کے دل پر بجا اثر ہوا۔ بہت دیر تک حیدر آباد کی سلطنت اور بادشاہ اور ان کی اولاد کو دعا دیتے رہے اور پھر اسی حالت میں میرے نسبتی بھائی حافظ محمد سلیم صاحب کو بلایا اور حضرت غفران مکان کی مدح میں فی البدیہ قصیدہ لکھوانا شروع کیا اور اس وقت سترہ اشعار لکھوا کر بس کیا ان کا ارادہ اس قصیدہ کو کسی دوسرے وقت تکمیل کرنے کا ہوگا لیکن پھر اس کی جانب توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ ان وقت ان کے قلب پر اس قدر اثر تھا کہ شعر کے اصول مقررہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور تشبیب اور گرہ زکو بالکل نظر انداز کر کے قصیدہ کو مدح کی



مدح سے شروع کرویا۔

چوتھا قصیدہ (جو دیوان میں شریک نہیں کیا گیا) جس میں شتر شعریں انہوں نے ۱۲۹۷ھ میں مولوی سید اقبال علی المتخلص بہ بحرکون کی فرمائش پر چہاراجہ بتیا کی مدح میں لکھ کر دیا تھا۔ سید اقبال علی صاحب قصبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ بتیا کے راج اسکول میں مدرس تھے اور چہاراجہ کے یہاں بھی ان کا تعلق تھا اور ان کے دربار کے شاعر بھی تھے۔ چہاراجہ کی عمر ان وقت شتر کے قریب تھی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور پرانی تہذیب کے نمونہ تھے۔ حضرت باقر نے یہ قصیدہ چونکہ مولوی اقبال علی بحر مروج کے لیے لکھ کر انہیں کو دیا تھا اس لیے اس دیوان میں شریک نہیں کیا گیا۔ عربی کا ایک مشہر قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے:

سبیدہ دم جو زدم استنبین شمع شعور  
شنیدم آیت استغفر از عالم نو

حضرت باقر نے یہ قصیدہ اسی طرز پر لکھا تھا۔ گو میں نے دیوان میں شریک نہیں کیا تاہم نمونہ کے طور پر اس کے ابتدا کے چند شعر نقل کر دیتا ہوں:-

سحر بیدامن فکرت ز دم جو دست شعور  
خرابہ دل پر خون ز در و غنم معمور

کشیدہ سر بگربان گو نہ گو نہ خیال  
تصور الم روزگار کردہ خطور

نہ طاقت و نہ توان و نہ تاب ضبط نفس  
نہ لب ز شکوہ خموش و نہ دل بہ قصہ بؤ

نہ میل غنجہ و گل و نہ دماغ سیر چین  
دل حزین بکشت گر بوی و کمر شمشہ حور

بہ کام جان مزہ عیش زندگانی تلخ  
ز انبساط جہان خاطر حزین بس دور

سروش غیب بگوش و لم چنان آمد  
کہ اسے حریم دولت پر نور رب غفور

حریم عزت و اسرار غیب را محرم  
جلس مجلس اش و مقیم بزم حضور

چہ شد کہ بہت سرت وقف زانوئے فکر  
چہ داد و کہ بہ بستر فتادہ رنجور

مقدمہ دیوان باقر  
غزلیات و دیگر اصناف کلام:- حضرت باقر کا رجحان ان کی طبیعت کے اقتاد کی باعث زیادہ تر غزلوں ہی کے کہنے پر رہا۔ دوسرے اصناف کلام کی جانب انہوں نے بہت کم توجہ کی اور ترجیحات وغیرہ کے قسم میں سے ان کا کوئی کلام نہیں ملا۔

قطعات:- جتنے قطعات مجھے مل سکے وہ زیادہ تر ولادت اور وفات کی تاریخ میں ہیں اور دو تین قطعے بعض کتابوں پر تقریظ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ دیوان کے آخر کے تین قطعات (نمبر ۳۳ و ۳۴ و ۳۵) اور آخر کا شتر مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ صدر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات ان کے لیے محال ہو گئی۔ اس زمانہ میں ان کے پاس دو کتابیں دستیاب اور برہان قاطع نہیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے۔ برہان قاطع کے مطالعہ میں انہیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں ان کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر اور قاطع برہان نام رکھ کر ۱۲۹۷ھ میں شایع کیا۔ ہر چند کہ اس کتاب کے دیباچہ میں اس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کر دیا تھا۔

پہون آن سفینہ (برہان قاطع) گفتار ہائے نادرست و مردم را از راہ میرد ہن  
آئین آموز گاری داشتتم بر پیروان خود دم دل سوخت جاوہ نمایان ساختم تا میرا ہنہ ترؤ

اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چار طرف سے مخالف کا طوفان برپا ہو گیا اور برسوں یہ ہنگامہ جاری رہا۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں۔ قاطع قاطع۔ محرق قاطع۔ ساطع قاطع وغیرہ۔ حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہ نہیں کی۔ آخر میں کلکتہ کے مولوی احمد صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کی رد میں ایک کتاب موسوم بہ موید البرہان شایع کی۔ مولوی احمد علی صاحب مرحوم



اصغرہانی الاصل تھے ان کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔  
مولوی صاحب کا مولد ڈھاکہ تھا۔ لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتہ میں  
سکونت پذیر ہوئے۔ نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتہ کے نہایت ممتاز لوگوں میں  
ان کا شمار تھا۔ مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں ان کا قاطع  
اور لالہ ٹیک چند بہار کی بہار مجسم کو نہایت مستند خیال کرتے تھے۔ مولید البران کو لکھ کر کلکتہ  
اور نواح کے بہت سے فارسی خوان و دستوں سے تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوائیں اور  
اوس کے ساتھ ان سب کو بھی شائع کیا۔ حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گزری تو انہوں نے  
جواب میں تیغ تیز لکھی اور اوس کے ساتھ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے  
چند اشعار یہ ہیں :-

مولوی احمد علی احمد تخلص - نسخہ  
یکج و مکران را کہ در سند است و از ایران جدا  
قوم برنج را بہ ایرانی نژادان دادہ خلط  
ہندیان را در زبان دانی مسلم داشتہ  
ہر کہ بینی بازبان مولد خود آشنا است  
خواجہ را از اصغرہانی بودن آباچہ سود  
باقیتل و جامع برہان و لالہ ٹیک چند  
تیغ تیز کا تو کوئی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدہ کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے  
خود نہیں دیا بلکہ ان کی ایما سے ڈھاکہ کے رہنے والے ان کے ایک شاگرد مولوی عبد الصمد تخلص  
یہ فدا نے ایک قطعہ لکھا اور شائع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں :-

فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنوز من گرتا ہویاے حق ایندو تعالیٰ کردہ است  
دید چون غالب مویداں کتاب لاجواب کش بصد تحقیق املا ہادی ما کردہ است  
قطعہ در پوزش کردار خود ترتیب داد گاہ دروے فخر و لطف و مدرا کردہ است  
مولوی عبد الصمد فدا کے اس قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ  
مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور  
مولوی عبد الصمد فدا کے قطعات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں ہنگامہ دل آشوب کے  
نام کے ساتھ آدھ میں مثنی سنت پرشاد کے مطبع میں ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں طبع کرایا  
اس کے شائع ہوتے ہی مثنی خواجہ ہر سنگہ جو ہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے)  
ایک قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبد الصمد فدا  
حضرت باقر کے قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ شائع کیا اور اسی قطعہ میں حضرت سخن کے قطعہ کا بھی  
جواب دیا۔ ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ  
حضرت سخن نے لکھا۔ ان کے علاوہ لکھنؤ کے ایک شاعر مثنی امیر احمد التخلص بہ امیر لکھنوی نے  
اردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اودہ اخبار میں شائع کیا۔ ان سب کے  
علاوہ لکھنؤ کے ایک شاعر میرزا غلام علی تخلص بہ شمس (شاگرد قاضی محمد صادق خان بہادر اختر  
ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہوگلی شاگرد مرزا قتیل) نے اردو میں ایک مضمون لکھ کر اودہ  
اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون ۱۸۶۶ء میں شائع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراضات کے  
سلسلہ میں حضرت غالب اور ان کی اردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کئے۔ مضمون  
چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو میں اور حضرت باقر نے فارسی میں  
میں لکھا اور ان حلقہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کر کے



خواجہ سید فخر الدین حسین سخن نے آ رہ کے اسی مطبع میں بنام ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۴ء) میں شائع کیا۔ حضرت غالب کی رحلت ۲۲ مئی ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوئی۔ یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً دیرہ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہن کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہو گیا۔

۱۸۹۱ء میں میں نے ایک غزلیہ کے پاس ہنگامہ دل آشوب کا پہلا پرچہ دیکھا تھا اور اس سے حضرت باقر کا قطعہ (نمبر ۳۳) نقل کر لیا تھا۔ اس دیوان کو ترتیب دیتے وقت میں آ رہ پٹنہ گیا اور لکھنؤ میں دوستوں کو لکھا لیکن اوس کے دونوں حصوں میں سے کوئی حصہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس لیے حضرت باقر کا وہی ایک قطعہ دیوان میں شریک کیا گیا۔ یہ دیوان مطبع کو طباعت کے لیے دیدیا گیا تھا اور نصف سے زیادہ طبع ہو چکا تھا کہ ہنگامہ دل آشوب کے دونوں حصے مولوی سید عبدالغفر صاحب آزاد کو مولوی سید وحی احمد صاحب دہلی (نمبر ۱۰) حضرت میر سید فرزند احمد صاحب صفیر بگرامی (آر دی اعلیٰ اللہ مقامہ) سے ملا اور انہوں نے میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے بقیہ دونوں قطعات اور آخر کا تر مضمون دیوان میں شریک کر دیا۔ ان میں پہلا قطعہ (نمبر ۳۳) عبدالصمد کے قطعہ کا جواب ہے۔ دوسرا قطعہ (نمبر ۳۴) منشی جواہر سنگھ جوہر کے قطعہ کا جواب ہے اور تیسرا قطعہ (نمبر ۳۵) مولوی عبدالصمد کے دوسرے قطعہ کا جواب ہے۔

نثر:- نثر مکمل مضمون مجھے ایک ہی ملا جو آغا علی شمس کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو اس دیوان آخر میں شریک کیا گیا ہے قطعہ نمبر (۱۱) کے ہمراہ ایک مختصر نثر تحریر ہے جو حضرت شاہ مظفر قدس سرہ کے دعوت کے قطعہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ قدیم رواج کے مطابق حضرت باقر خطوط اکثر فارسی زبان میں تحریر فرمایا کرتے تھے۔

افسوس کہ ان میں سے کوئی خط محفوظ نہیں رہا ورنہ ان سے ان کی انشائیگاری کا کمال ظاہر ہوتا۔ مولوی شاہ عبدالغفر صاحب آزاد سے مجھے دو خطوط کی نقلیں ملیں جو اس مقالہ میں درج کی جائیں گی۔

## کلام عربی اور اردو

حضرت باقر نے اپنے لکھے ہوئے چند فتاویٰ کی نقلیں قدیم بیاض میں قلمبند کی ہیں ان سے ان کی عربی تحریر کی قوت ظاہر ہوتی ہے لیکن عربی میں لکھے ہوئے اشعار مجھے نہیں مل سکے اور غالباً اس زبان میں شاعری کی جانب ان کو توجہ بھی نہیں ہوئی اردو شاعری کی جانب بھی انہوں نے توجہ نہیں کی۔

شاہ عبدالغفر صاحب آزاد نے ایک خط میں مجھے لکھا:- ”چھوٹے سرکار (حضرت باقر) کے اردو کلام کے متعلق عرض ہے کہ ۱۸۹۱ء میں جب چھوٹے سرکار میرے مکان میں مقیم تھے میں نے اپنی چند غزلیں اردو کی اصلاح کے لیے پیش کیں تو فرمایا کہ مجھ کو اردو کی شاعری سے تعلق نہیں رہا۔ جوانی میں دو ایک ریختی یا بعض صاحبان ملتہو سے نوک جھوک میں کچھ بچوں لکھنے کا اتفاق ہوا جس کو بعد میں ضائع کر دیا۔ اگر فارسی کہو تو اصلاح کے لیے بھیجو۔“

## مشاعروں میں شرکت سے اعراض

حضرت باقر علیہ الرحمہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور اپنی غزلیں بھی شہر پر بیگہ اور اطراف کے موانعات میں حضرت باقر کے اعزہ اور دوسرے لوگ بھی انہیں جوتا چھوٹے سرکار کہتے تھے اور ان کے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کو بڑے سرکار۔



مشاعروں میں نہیں بھیجتے تھے۔ بعض وقت دوستوں کی فرمائش پر غزل کہہ دیا کرتے تھے۔ دیوان کے ردیف میم کی غزل نمبر ۴۶ جس کا مطلع ہے۔

رواج راحت و رنج از جہاں بگردانیم بر آن سرم کہ شعار جہاں بگردانیم  
مجھے حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ سے ملی جس خط کے ہمراہ انہوں نے یہ غزل میرے پاس بھیجی اُس میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ ”..... صرف ایک غزل آخر کی مل گئی اور حادثات زمانہ سے بچ رہی پیشکش کرتے ہیں۔ جناب بھائی صاحب (حضرت باقر پیر بگیہ) (یعنی جواہر پیر بگیہ) تشریف لائے ناچیزوں کی ملازمت سے خوشوقت و مسرور ہوا..... اکثر اور بیشتر ہم اون کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور ہر ادھر کا تذکرہ ہوا کرتا تھا ایک روز جناب غائب ہوئے کا تذکرہ چھڑا ایک غزل اُن کی ہے۔

بیا کہ قاعدہ آسمان بگردانیم - فضا بگردش رطل گراں بگردانیم

اس کا مطلب ہم نے پوچھا بہت بہت وضاحت کے ساتھ مطلب بیان فرمایا اور ہماری خواہش ہوئی کہ اس پر کوئی غزل لکھی جائے شب کو انہوں نے کچھ فکر کیا اور ایک غزل لکھی اور خود سے ایک کاغذ پر لکھا بنیائی تو تھی نہیں مگر بنیائی باطن سے کام لیا۔ صبح کو تفضل امیر تفضل حسین مرحوم حضرت باقر کے خادم تھے) میرے پاس آئے اور کہا کہ بلاتے ہیں ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ بابورات کو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا ذکر اشارہ کیجئے تو ہم بتلاتے جاب چنانچہ ہم اشارہ کرتے گئے اور پوری غزل لکھ دی۔ یہ آخر کی غزل ہے اس کے بعد غالباً کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا یہاں سے آ رہ تشریف لیگئے وہاں سے..... صاحب گنج (گیا) تشریف لیگئے چند دنوں کے بعد واصل بھی ہوئے۔

## حضرت باقر کی انشا نگاری و غزلوں پر اصلاح و تنسیک

مولوی سید شاہ عبدالغفر صاحب آزاد سے مجھے حضرت باقر کے دو خطوط کی نقلیں دستیاب ہوئیں۔ اون کی خدمت میں دو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی گئی تھیں اور اصلاح کر کے ان خطوط کے ہمراہ انہوں نے واپس کی تھیں۔ ان دونوں خطوط کو اور ان دونوں غزلوں کو اون کی اصلاح کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ ان خطوط سے روزمرہ کی خط و کتابت میں حضرت باقر کی انشا نگاری کا انداز معلوم ہو سکے گا اور شاعری کے چند بنیادی اصول بھی معلوم ہو سکیں گے جن کو پیش نظر رکھنا اور ان پر کار بند ہونا شاعر کے لیے ضرور ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کے اصلاح و ہی کا طرز بھی معلوم ہو سکے گا۔

## ۱۱) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی سید عبدالغفر صاحب آزاد

برخور و سعادت آثار غریزہ سراپا تیر منشی سید عبدالغفریزاد عمرہ و قدرہ۔ دعائے فرید حیات و ترقی دولت و اقبال مطالعہ نماید قطعہ خط آن عزیز مع غزل بعد مدت دراز از دوک وصول گردید خرم و خرسند ساخت حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ باین یاد آوری و سعادت مندی دیگر گاہ سلامت دارو۔ در بعض خطوط وعدہ میکنند کہ بعد ازین خط دیگر متضمن فلان مضمون خواہم نگاشت لیکن آن خط موعودہ نمی رسد شاید از یاد میرود۔ وعدہ فرستادن گلدستہ چند بار نمودند مگر وفائے آن وعدہ مرہم جرات انتظار نہ شد و مشاعرہ از زمانہ بسیاری شود چہ احتمال است کہ یک گلدستہ ہم چاپ شدہ باشد۔ اشتیاق غزل فارسی چکیدہ خامہ جانوگا

اللہ گیا من مشاعرہ ہو کرتا تھا اور شعرا اردو و فارسی میں اپنا اپنا مضمون پرہا کرتے تھے۔ ہر شاعر میں جس قدر غزلیں پڑھ جاتی تھیں ایک جامع کر کے بطور گلدستہ کے چھاپ دیتا تھا۔



قاضی فرزند احمد صاحب چند بار نو ششم و ہنوز بہان اشتیاق دامنگیر دل است و نیز غزل فارسی مولوی فصیح احمد صاحب را سامعہ مشتاق است چون مدوح علیہ استاد آنغریزا اند حاصل شد محض آسان۔ باجملہ غزل آن غریب مطالعہ در آورده اصلاح کردہ فرستادہ می شود۔ چند شعر در آن کہ معنی لطیف نہ داشت و درستی آن بہ تبدیل و تغیر ہم ممکن نشد بدر کردہ و مطلع درست کردہ غزل مرتب کردہ شد و خیال این معنی دارند کہ کلام از لغو حشو پاک باشد و ضبط و ربط کلام از دست نہ رود۔ اگرچہ اشعار قلیل باشند لیکن خوب باشند فصول قافیہ پیمانی ضرورت نیست حضرت غالب میفرمایند

نگویم تا نباشد نغز غالب چه غم گریست اشعار من اندک

و این دعا گویم غزلے در این زمین حسب فرمایش آنغریز درست کردہ است مگر حق اینست کہ معارض خواجہ حافظ گردیدن از دلش دور است۔ امام طبقہ ثانیہ بابا فغانی بودہ اند ظہوری و نظیری و عرفی و کلیم و دیگر شعراءے متاخرین ہمہ مقلد او شانند و بر غزلہائے شان شعراءے متاخر طبع آزمائی نمودہ و غزلہا گفتہ۔ نزد کتاب بود مجموعہ کہ بزرگے ابتدا از غزل فغانی نمودہ بود و غزلہائے متاخرین کہ بران غزل بود بعد از ان نوشتہ۔ کتاب بود بطور گلدستہ مشاعرہ۔ این فقیر را در اینجا (یعنی آراء) از بعضی بزرگان بلگرامی بدست آمدہ بود و در پیر برگشتہ مول و دیگر کتابہا بہ فارت رفت حضرت آن کتاب از دل نہی رود۔

۱۴۱ قاضی فرزند احمد صاحب مرحوم گیا کے رئیس تھے اور فارسی گوشتا کرتے تھے۔

۱۴۲ مولوی فصیح احمد خستہ بہتہوی مرزا خستہ دہلوی ریختی گو کے شاگرد تھے اور حضرت غالب کے شاگرد تھے۔

۱۴۳ گیا کے ایک مشاعرہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل کا مطلع سے بزرگ نظم نقش تو از لوح دل و جان نہ رود۔ ہرگز از یاد من آن روز ان نہ رود طبع دیگر قاضی شاہ عبد الغریب صاحب زاد کی فرمائش پر حضرت باقر نے ایک غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے

دوش عرفی و عجبی ہمہ سہل است و سہل۔ در وہ حافظ باقیغ غرض خوان نہ رود (دیوان باقر و بیفتہ دال غزل نمبر ۶۳)

۱۴۴ بیت دونوں کے بعد یہ کتاب اتفاقاً مجھے مل گئی اور اب میرے پاس ہے۔ عطا حسین۔

غرض اینکہ غزلہائے فغانی را اساتذہ طرح قرار دادہ اند لیکن بر غزل حافظ کسے سبقت نہ کردہ مگر بہ قدرت در بعضی غزل۔ و امر و قطعہ خط غریزی شاہ مجیب الحق سلمہ از سبیل آمدہ است در ان خط و خمسہ نتیجہ فکر خود برائے اصلاح فرستادہ اند یک خمسہ بر غزل کمال خجندی خمسہ دیگر بر غزل این دعا گو باطنیان دیدہ فرستادہ خواہد شد۔ و از چند عرصہ طبیعت این دعا گو بعارضہ دوران سر و شدت در دہر بسیار نادرست بود لہذا در فرستادن جواب خط آنغریز توقف سہ چار روز کردید و حالاد نوشت و خواہد خطوط بسیار حرج رو خواہد داد و زیر کہ عبد الصمد و عبد الکرم سلمہا کہ بتقریب تعطیل کالج بر مکان بودند بعرصہ پنج چار روز ہر دو نوشتن با کمالی پو خواہند رفت و یک طالب العلم مدرسہ خفیہ کہ در اینجا جاگیر شان بود و مردم دی استعداد نوشت و خواہد خطوط مامیکردا و امکان رفت حالا کسے خواہد بود کہ خط بخواند و نویسند۔ بہر حال آنغریز از تحریر خطوط کف قلم خواہند کرد و یکدای تدبیر خواندہ خواہد شد و اگر بوجہ مذکور در رسیدن جواب توقف رو دہد معذور خواہند داشت و مزاج این دعا گو از عرصہ دوسہ روز بر سرافا است لیکن ہنوز صحت کلی نیست اینقدر حواس درست شدہ کہ خط و غزل آن غریز شنیدم و جواب نویسانیدم۔ و غزلہائے خود کہ میفرسبیم باید کہ شعراءے فارسی آنجا را بنامند اگر بہ پسند لطف است ورنہ استحقاق آن ندارم و درین خط نکاشتہ اند کہ در مشاعرہ حالیہ صرف چار اشخاص غزل فارسی خوانند مگر تفصیل نہ نکاشتہ اسامی آن حضرات زیر قلم کنند معلوم نیست کہ در مشاعرہ منصب خواندن آخر برائے کیست از ان اطلال میجو اہم زیادہ دعائے ترقیات۔

باقر علی تاریخ ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۸ء



## مولوی شاہ عبدالغیر ازاد کی غزل اور اس پر حضرت باقر کی اصلاح

(۱) از دماغم ہو س روئے حسینان نرود  
تا بعر از دل من الفت خوابان نرود  
(۲) نمانہ بیند رخ نیکوے نوکاپے جانان  
وقت مردن ز تنم جان بہ آسان نرود  
(اصلاح) نمانہ بیند رخ خوب تو دم نزع مرا  
جان رود آہ ز قالب مگر آسان نرود

(۱) لفظ جان میں نون ظاہر کیا گیا ہے اور اعلان نون جائز نہیں)

(۳) خوگر جو رو چھا شد دل من چند آنکہ  
ظلم صد گونہ بہ بنید رہ افغان نرود  
(اصلاح) خوگر جو رو چھاے نوشتم بسکہ دل  
بانہ ظلم و ستم نالہ و افغان نرود

(۱) کاف متحرک آخر مصرعہ میں درست نہیں کاف ساکن بچھے کلام میں آیا ہے)

(۴) عاشقان منتظر جلوہ نظر بر راہ اند  
از رہ لطف مگر آن شہ خوبان نرود  
(اصلاح) عاشقان منتظر اند بر آتش لیکن  
ہیچکے جلوہ کنان آن شہ خوبان نرود  
(۵) روئے گل رنگ تو بفریقت چنانم جانان  
دل من گہ ہوئے گل و بستان نرود  
(اصلاح) بسکہ شیدائے بہار گل روئے تو بود  
دل من گہ بہ تماشائے گلستان نرود  
(۶) از سر لطف گہے شاد دیگر دان مارا  
ظلم بر عاشق و بخشہ بدینان نرود

(۱) ردیف اس مصرعہ میں بجائے خود نہیں ہے اور مضمون بھی پیش پا افتادہ ہے قابلِ رد ہے)

(۷) دعوی عشق از و باطل و نازیبا شد  
ہر کہ و راہ و فغان سر ترکان نرود  
(اصلاح) ہست یاے طلبش سست بجا آنکہ  
ہر کہ پاکر وہ ز سر در رہ جانان نرود  
(۸) مشتعل گشت بدل آتش عشق خوبان  
چون کفتم تا بلبسم نالہ سوزان نرود

(۱) اس شعر کا مطلب باوجود غور کے کچھ معلوم نہیں ہوا انداجانے تم نے کیا مطلب رکھے ہیں۔ بالحدیث ترکیب جیت نہیں ہے

(نکالو)

(۹) خار را ویدشتہ چو بہ پہلوئے گلے  
غیر تم گفت کہ دیگر گلبستان نرود  
(۱۰) ہر کہ در نرم تو آمد خوش و خرم آمد  
دیگر آن کس ز برت خرم و شادان نرود  
(۱۱) عاشق و رندم و مست مے الفت زائے  
دل من جاسے بھر کوئے حسینان نرود  
(اصلاح) عاشق و رندم کے بروم جانب مسجد زاید  
دل من خبر طرف کو چہ جانان نرود  
(۱۲) جلوہ افکن شدہ در وادی ایمن من  
ارنی گوئے چرا موسیٰ عمر آن نرود  
(۱۳) ہست آزاد اگر قنار بلائے شب غم  
آفت نیست کہ بر جان پریشان نرود  
(اصلاح) ہست آزاد اگر قنار بلائے شب بھر  
آفت نیست کہ بر حال پریشان نرود

(۱) یہ شعر بے معنی ہے بدر

(۱) یہ شعر بہت درست ہے

(۱) شہ جان کی صفت پریشان درست نہیں ہے اس واسطے حال بنایا گیا

## (۲) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی شاہ مجیب الحق کمالی

سر ابا سعادت و رشادت عزیز تر از جان قرۃ العین مولوی شاہ مجیب الحق صاحب  
اطال اللہ عمرہ۔ از یہچہ دیاں دعا گوئے خود باقر علی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ مکتوب بچہ است  
آن عزیز در وقت سعید چہرہ وصول افروختہ ابواب مسرت و انبساط بر ول کشود باین یاد آوری  
و عاجز نوازی دیگر گاہ سلامت با شید خندہ آن عزیز مطالعہ در آمد ہر چند چشم بینا نہ دارم کہ  
خود بینم مگر بگویش شنیدم۔ بر سلامت ذہن و وقت طبع و قادی آن عزیز آفت نہا کروم

۱) شاہ مجیب الحق صاحب کمالی حضرت باقر کے ہم جد اور رشتہ میں بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ  
منصور سے ملتا ہے۔



ماشاء اللہ باوجود نوشتنی معانیہائے نازک بخیال می آید حسب حکم آنغزیز محو و اثبات بجل آمد  
از کثرت ترمیم و زیادہ تغیر و تبدل طول و شکستہ خاطر خواہند شد زیرا کہ در ابتداے مشق  
ہر فن از ہر کسے ہمین قسم غلطیہا سر میزند من اینقدر غنیمت شمر دم کہ با وجود نوشتنی گوہر نازک بخیالی  
منتقد مگر چون از قواعد و اصول شاعری و رموز و خواص این فن و شکستہ چندان معتد بہ مدار  
غلطیہائے ترکیب و تخلف قاعدہ شاعری رودادہ ہر چند بہ تغیر و ترمیم ممکن بود خواستیم کہ کلام  
بسیار صاف و شستہ گردد تا کسے را از سامعان مجال اعراض و جائے انگشت نباشد و خوا  
بودم کہ بتفسیر کلام استاد کمال دخل کردہ شود و آنچه بر غزل این ہیچیز مصرعہا ضم کردہ اندازان  
اغصائے نظر کردہ شود زیرا کہ کلام این ہیچیدان آن رتبہ ندارد کہ غزلیان بران مصرعہا ضم کنند مگر  
بلحاظ ملال خاطر آنغزیز کہ خاطر غزلیان نازک می باشد قلم اصلاح را ندہ شد و خمسہ دو شعر مغل  
داشتہ آمد زیرا کہ خیال قافیہ دران نکردہ اند قافیہ ہا در دو شعر بے ربط است و مناسب می نماید  
کہ فکر غزلہا کنند و چند غزل چکیدہ خامہ معنی نگار و تخیل فکر و قواد و خود نرم فرسند تا اصلاح کردہ فرستاد  
شود از طبیعت داری آنغزیز امید است کہ درودہ دو ازودہ غزل سلیقہ شعرگوی درست خواهد  
شد زیرا کہ قواعد این فن و ضابطہ درستی و چستی ترکیب و احتیاط از حشو و لغو در این قدر بر طبع سلیم  
آن سعادت مند بخوبی جلوہ گر خواہد گردید۔ و چون درین وادی قدم نہادہ اند باید کہ چندے محنت  
کنند و کتابہائے اصول این فن مطالعہ در آرد و اگر کدامی دیوان اساتذہ نز و آنغزیز باشد  
سیر آن کنند تا قوت افزاید۔ و یاد آنغزیز باد کہ در غلطیم آبا و وعدہ فرستادن رسالہ حضرت شاہ  
کمال قدس سرہ کردہ بودند آنرا چہ قدر ایام گذشت شاید از یاد رفت باز یاد دہی میکنم کہ

حضرت شاہ کمال قدس سرہ دہلوی کے رہنے والے حضرت باقر کے بزرگوں میں تھے۔ بہت بڑے ادیب اور نہایت اعلیٰ پایہ  
شاعر اور بہت بڑے صاحبِ بزرگوں تھے۔ شیخ علی خاں کے ہم عصر تھے اور شیخ کے زمانہ میں ان سے بہت  
دنوں تک ملاقات رہی تھی اور شیخ جیسے شخص نے ان کی علمیت اور فارسی دانی اور شاعری کو تسلیم کیا تھا۔ ان کا نام شاہ کمال علی تھا اور  
کمال خاں تھا۔

مشتاق آن ہستم تا از کلام بزرگان خود خط و فیض برادرم از سعادت مندی آنغزیز بعید نیست کہ ہر  
برسم و باید کہ آن رسالہ صاف صاف نوشتہ شدہ باشد تا کم حشیت ہم بے تامل بخواند و پرچہ  
اصلاحی ہم فرستادہ میشود اصلاح از ان بد ریافت خواہد آمد و دیگر پرچہ صاف کردہ شدہ  
است در ان حرف مصرعہائے اصلاحی قلم آمدہ تا بے تامل خواندہ شود۔ و این دعا گور  
مشتاق دیگر کلام خود دانند فقط زیادہ دعا۔

۱۶۔ جمادی الثانی (۱۳۱۶ھ) از مقام آرہ محلہ ناظر گنج

### خمسہ مولو شاہ مجیب الحق کمالی بر غزل حضرت مولوی علی

(۱) مرا دل نیست کہ صدفتنہا ہمین باشد      ذلیل کرد مرا آشنایمین باشد  
(اصلاح) فغان ز دل کہ نہ رفتنہا ہمین باشد      ز خود بود مرا آشنایمین باشد  
مگر ز بخت شکایت مرا ہمین باشد      اسیر زلف بگشتم بلا ہمین باشد  
(اصلاح) ز بخت خویش شکایت مرا ہمین باشد

مرض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

(۲) ہزار شکر درخشد نیک اختر من      وے بصلح برآمد چو آن بست پر قرن  
(اصلاح) بسوی من نجر امید آن بست پر قرن  
قدم نیاز و بخت نہاد بر سر من      خیار مقدم او کرد و دیدہ ام روشن  
(اصلاح) قدم نیاز وادایا نہاد بر سر من

ز کحل طور گویا ہمین باشد

(۳) یرا آمدی ز پے قتل و گشتہ چہ اداست      کشیدہ تبر کین و گشتہ چہ اداست



{ (اصلاح) تو از کشتہ و ناز انچه میکنی زیباست  
بخا و جور تو دانتہ ام کہ هر و وفاست  
منوہ سرمخم و گفته چہ اداست  
نہادہ بسم تیغ و گفته چہ اداست  
(اصلاح) غرض ہر انچه بین میکنی روا و سجا  
.....

قدائے ناز تو جانم ادا ہمیں باشد

{ (۴) بتبیت کج کلہ و شوخ چشم و طراک  
خدائے حسن بخوبی بکمر عیارے  
(اصلاح) نگار ماست عجب شوخ و شنگ و طراک  
تمام سحر و فسون پر فتنے و عیارے  
پے نظارہ جمالش چو گفته شد بارے  
برو نادل و دین میکنی طلب آئے  
(اصلاح) پے نظارہ رویش چو گفتش بارے  
.....

برائے بھورخے رونما ہمیں باشد

(لے نظارہ میں اضافت ساقط ہے)

{ (۵) فغان بکوبہ و بیابان کردن عاشق  
نفس ز درد و فراق شمر دین عاشق  
(اصلاح) زدن ز خنجر بید او کردن عاشق  
بدوری تو غم و غصہ خوردن عاشق  
بنگ سرزدن جیف مردن عاشق  
بدست صدمہ ہجران سپردن عاشق  
(اصلاح) زخانہ جاپس دیوار کردن عاشق  
.....

طریق ہر و شعار وفا ہمیں باشد

{ (۶) سزا ست شہرگ جانرا بریدن و مرد  
ز آب تیغ ہلاک چشیدن و مردن  
جمال روئے تولے جان دیدن و مرد  
بکوبے دوست چو لعل طپیدن و مرد  
(اصلاح) جمال صورت جانانہ دیدن و مرد  
.....

عروج رتبہ اہل وفا ہمیں باشد

(۱) ایجان میں نون ظاہر ہے اعلان نون جائز نہیں دوسرے یہ کہ آپ نے آخر مصرع میں معشوق کو مخاطب کیا ہے اور اصل مصرع میں غیبت ہے دونوں مصرعوں میں تباہی ہوتا ہے)

{ (۷) ز درد و بھرتو جان برب است ہان نگہ  
بیا و بہ بین کہ شکستہ دیم خستہ جگر  
(اصلاح) نگاہ کن کہ شکستہ دل است خستہ جگر  
تو جہے ز کرم بر کمالی مضطر  
ز ناز باقر و خستہ را بکش در  
(اصلاح) شدہ است بھو کمالی بس عاجز و مضطر  
.....

پے شکستن دل مومیا ہمیں باشد

(۱) ان تین مصرعوں کا قایل اپنا حال بیان کرتا ہے اور اصل شعر کا قایل اپنی غرض خمسہ میں مصرع تیسویں کو اصل

کے ساتھ موانع و حیل ہونا چاہیے اس واسطے اس قاعدہ کی بنا پر ترمیم کیا گیا)

## شعر فہمی سخن رسی سخن شناسی

شاعری اور شعر گوئی کو فطری مناسبت کے علاوہ اکتساب کی بھی محتاجی ہے جب تک زبان کی لغات اور محاورات پر بدرجہ کمال عبور اور دسترس نہ ہو اور صرف و نحو عروض و قوافی اور بلاغت و معانی کے اصول و قواعد سے واقفیت تامہ حاصل نہ ہوئی ہو اور مدت دراز تک مشق سخن نہ کی گئی ہو شعر گوئی اور شاعری نہیں آسکتی لیکن شعر فہمی سخن رسی اور سخن شناسی کا دار و مدار زیادہ تر وجدان صحیح اور ذوق سلیم پر یہ فطری صفتیں ہیں اور مبدی قیاس نے ان صفات سے بہت کم لوگوں کو مستفیض کیا ہے ان کم لوگوں میں ایک حضرت باقر بھی تھے۔ اچھے اشعار کی جانب ان کی توجہ فوراً منعطف ہو جایا کرتی تھی اور لطیف اور پراثر اشعار کا ان پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا مشکل سے مشکل اشعار کے مطالب ان کے ذہن میں فوراً آجاتے تھے اور معانی و مطالب کو نہایت صاف اور دلکش طریقہ پر بیان فرما کر دلنشین کر دیا کرتے تھے۔



حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت باقر کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

جلس وعظا تو تا دیر رہے گی غالب پاس ہی میخانہ ہے پیکر کے ابھی آتے ہیں  
اس شعر میں حضرت غالب کا نام سنکر وہ نہایت متعجب ہوئے اور بار بار پوچھا کہ کیا یہ  
شعر واقعی غالب کا ہے۔ آخر خاموش ہو رہے گاؤں سے نہ رہا گیا اور اسی روز حضرت غالب  
کی خدمت میں خط لکھ کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ آیا شعر واقعی انہیں کا ہے۔ حضرت شاہ  
ظہور الحق صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غالب کا جواب لفظ بہ لفظ ابھی تک مجھے یاد ہے اور  
وہ یہ تھا۔ ”اگر یہ شعر میرا ہو مجھ پر ایک ہزار لعنت ورنہ جس نے اس کو بغلط میری جانب  
منسوب کیا ہے اس پر دس ہزار لعنت۔ مجھے کیا شامت آئی تھی کہ پاس ہی میخانہ ہوتے  
ہوئے مجلس وعظ میں جا کر بیٹھتا۔“ اس واقعہ سے ایک جانب حضرت باقر کے وجدان  
صحیح کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح باور نہ کر سکے کہ یہ شعر غالب کا ہو سکتا ہے دوسری جانب  
حضرت غالب کی استاد کی کمال ملاحظہ کر دینی ہے کہ مذاق کے پیرایہ میں جواب دے کر  
کس لطافت کے ساتھ اس شعر کے سقم اور رکاکت کو ظاہر کر دیا۔

حضرت باقر ایک روز شیخ علی خیز کا دیوان دیکھ رہے تھے ان کی ایک غزل کا  
مقطع نظر سے گذرا۔

بلا مت گران خیزین میگفت چہ کنم دل باختیار کسے است  
اس شعر کے دوسرے مصرعہ پڑا وہوں نے سر دھن لیا۔ بہت دیر تک اس کو  
بار بار پڑھتے رہے اور بالآخر اسی وزن اور ردیف اور قافیہ میں خود ایک غزل لکھی جس کا  
مقطع یہ ہے (دیوان باقر ردیف تا غزل ۱۱)۔

باقر ابن مصرعہ خیزیم سوخت چہ کنم دل باختیار کسے است  
ایک روز میں آ رہے میں اپنے حجرہ میں بیٹھا حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان دیکھ  
رہا تھا کہ حضرت باقر تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی غزل پڑھ کر مجھے  
بھی سناؤ۔ اس وقت میرے پیش نظر جو غزل تھی اس کا مطلع یہ ہے۔  
قتل این خستہ شبیر تو رفت بر نیود ورنہ بیچ از دل بریحم تو تقصیر نبود  
اس غزل کو میں پڑھتا گیا اور اس کے ہر شعر کی باریکیوں کو وہ بیان کرتے گئے  
جس وقت میں نے مقطع پڑھا۔

آیتہ بد عذاب اندہ حافظ بیتو کہ بر ہیچکش حاجت تفسیر نبود  
اس شعر کو سنکر بے حد متاثر ہوئے تقریباً آدھے گھنٹہ تک اس کو بار بار پڑھتے رہے  
ایک روز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا دیوان طلیات دیکھ رہا۔ حضرت باقر  
میرے حجرہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور پوچھا کون کتاب پڑھ رہے ہیں۔ میں نے  
عرض کیا کہ حضرت سعدی کا دیوان۔ فرمایا کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ میں نے ایک  
غزل کا مطلع پڑھا۔

سرو سینا بصر امیر می نیک بد عہدی کہ بے مامیری

اس کے بعد جب میں نے دوسرا شعر پڑھا۔

کس بدین شوخی و رغنائی زلفت خود چینی یا بعد امیر روی  
سننے ہی بے اختیار ہو گئے۔ بار بار پڑھا آخر فرمایا کہ کاش اپنی تمام عمر میں میں  
جو کچھ کہا ہے حضرت شیخ سعدی لے لیتے اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتے۔  
اہل بہار شمال و مغرب کے کو نہ کو بھٹا کو نہ کہتے ہیں اور عام خیال یہ ہے کہ برسات



موسم میں شام کے وقت اس سمت سے جب ابرو ٹھنڈا ہے تو تمام رات خوب برسنار رہتا ہے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ برسات کا زمانہ اور بھادرون کا مہینہ تھا۔ عصر کی نماز کے بعد آ رہ کے مکان کے صحن میں حضرت باقر بیٹھے تھے اور ان کے ملاقاتیوں میں چار پانچ اصحاب ان کے پاس تھے کہ بھٹا رکونہ کی جانب سے نہایت تیرہ دنارا برنودار ہوا۔ سیاہ ابر میں سفید سفید بگلوں کا اور تانہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں عرب شاہ نامی ایک صاحب تھا۔ حضرت باقر سے کہا کہ ”حضور ملاحظہ فرمائی اس سیاہ ابر میں سفید بگلوں کا اور تانہایت بھلا معلوم ہو رہا ہے۔“ سب لوگ اوپر متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ ایک صاحب نے ان سے پوچھا کہ ”حضور! بھٹا رکونہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں۔“ فرمایا ”اس لفظ سے جو مفہوم لیا جاتا ہے اہل فارس کی اصطلاح میں اس کا مراد لفظ ”سمت یانی“ ہے۔ چنانچہ حضرت سعدی کی ایک غزل ہے جس کا ہر شعر مطلع ہے اوس کا ایک شعر یہ ہے۔

برق یمانی بحسب باد بہاری تجاست طاقت مجنون نما نہ خیمہ لیلی کی جاست

اس شعر کو پڑھتے ہی اون کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور چہرہ چمکنے لگا آخر بتیاب ہو کر مسجد میں (جو اوس صحن کے ایک گوشہ میں تھی) جا کر بیٹھ گئے اور مغرب کے بعد تک کسی سے گفتگو نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے اون کی وسعت نظر اور قوت حافظہ کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ سعدی و خواجہ حافظ میں غزل گوئی میں کون بڑے ہوئے تھے فرمایا کہ شیخ سعدی اور امیر خسرو و خواجہ غزل گوئی میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں بزرگ اس فن میں تمام متقدمین اور متاخرین شاعرا سے بہت بالاتر ہیں۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت سعدی کی

ایک غزل پر خواجہ حافظ نے خمسہ بھی لکھا ہے فرمایا کہ ہاں اور جس غزل پر خمسہ لکھا ہے اوس کا مطلع یہ ہے۔

گردست و پدر ہزار جہانم در پائے مبارکت فشانم

اس کو پڑھ کر ان کی حالت دگرگوں ہو گئی آبدیدہ ہو گئے اور بار بار پڑھتے رہے اور فرمایا کہ مبدی فیاض کا خاص فیض تھا جو سعدی کے قلم سے ایسے اشعار لکھوایا کرتا تھا۔ مولوی سید اقبال علی بھرمروم (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے چھوٹے بھائی مولوی سید خورشید علی مرحوم ایک روز پٹنہ میں حضرت باقر سے ملے آئے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کہا کہ غالب کے اردو دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں جو بھل اور بے معنی ہیں اور جنہیں انہوں نے غالباً مدہوشی کی حالت میں کہہ دیا ہوگا۔ فرمایا ایسا کوئی شعر پڑھئے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

دل خون شدہ کشمش حسرت دیدار آئینہ بدست بت بدست خنایا ہے

سکر پہلے تو اس شعر کی دیر تک تعریف کرتے رہے اس کے بعد اس کا مطلب ایسے لطیف اور دلکش طریقہ پر بیان فرمایا کہ جتنے وہاں بیٹھے تھے نہایت مخطوط ہوئے۔ مجھے ان کے الفاظ بختہ یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ انہوں نے بیان کیا اوس کو میں اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا:-

اسی مضمون کا فارسی کا ایک شعر ایک استاد کا ہے غالب کے شعر سے

اوس کا مضمون زیادہ صاف ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد غالب کے شعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ شعر یہ ہے۔

مرا جانی او سوخت وفت شبنم خوش کہ در مشاہدہ آفتاب می سوزد

شاعروں کے تخیل میں شبنم آفتاب پر عاشق ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے



اوس کی تمازت سے شبنم خشک ہو جاتی ہے گویا جل جاتی ہے شاعر کہتا ہے  
کہ ہم بھی جل گئے اور شبنم بھی جلی لیکن جلنے اور جلنے میں فرق دیکھئے کہ ہم معشوق  
کی جدائی اور فراق کی آگ میں جل گئے اور خوشا وقت شبنم کا کہ وہ اپنے معشوق  
کے عین مشاہدہ میں اوس کی تجلیات کی گرمی سے جلتی ہے۔ اسی قسم کے  
مضمون کو حضرت غالب نے اپنے شعر میں نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے۔  
قاعدہ ہے کہ کسی چیز پر چاروں جانب سے جب نہایت سخت دباؤ پڑتا ہے  
تو وہ چیر پھیل جاتی ہے۔ جیسا بھی پس کر خون کی طرح سُرخ رنگت پیدا کرتی ہے  
اور گوری رنگت کا آدمی جب شراب پیکر بدست ہو جاتا ہے تو اوس کا چہرہ  
بھی خون کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے اوس وقت اگر وہ آئینہ ہاتھ میں لیکر دیکھے تو  
اوس کے چہرہ کی سُرخ رنگت سے عکس پذیر ہو کر گویا وہ بھی خائے سائید  
کی طرح خون جیسا سُرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے  
فراق میں اوس کی دیدار کی حسرتوں کی یورش اور کشمکش سے عاشق کا دل  
کچل کر خون ہو گیا اس کے مقابلہ میں آئینہ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ لسی ہوئی  
خاک کی طرح خون جیسا ہوا تو وہ بھی لیکن اوس کو یہ حالت معشوق بدست  
پانچ میں جاکر اوس کے عین دیدار میں اوس کے رخسار کے عکس سے  
نصیب ہوئی۔ عاشق کے دل کی یہ حالت فراق کی بدولت ہوئی اور  
آئینہ کی عین وصال اور مشاہدہ رخسار یار کی بدولت شبنم بن گیا۔

## حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیات

کسی باکمال شاعر کی شاعری کی خصوصیات کا بیان کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً

مجھ جیسے شخص کے لئے جس کو شعر گوئی سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ تاہم جب تک حضرت باقر کی شاعری  
کی خصوصیتیں کم و بیش بیان نہ کی جائیں یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا اس لیے جہاں تک  
میرے فہم کی رسائی ہے کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت باقر کی شاعری کی ایک خصوصیت جو بہت نمایاں طور پر مجھے نظر آئی۔  
اُن کے کلام کی جڑبجی ہے۔ مجھے اُن کا جس قدر کلام مل سکا وہ سب کا سب بلا کم و کاست  
اس دیوان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اُن کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے مسودوں میں بہت  
عجیب بات دیکھی گئی کہ انہوں نے جو کچھ کہا اُسے فی البدیہہ اور بالکل برجستہ کہا اور لکھ لیتے  
یا لکھوائتے کے بعد انہوں نے نظر ثانی یا غور کر کے اپنے کلام میں (محدودے چیدھرے  
کے سوا) کہیں ردوبدل نہیں کیا۔ پیر کی منقبت میں او کا ایک سوچہ اشعار کا قصیدہ  
ہے اور ہمارا جہ تیا کی مدح میں شہر شعروں کا قصیدہ کہہ کر مولوی سید اقبال علی بھرچکا  
کو دیا تھا۔ دونوں کے اصل مسودے موجود ہیں۔ اُن میں کہیں ردوبدل نہیں ہے اور  
صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو وہ مسلسل لکھتے چلے گئے اور لکھ لینے کے بعد انہیں کسی مصرعہ  
میں کسی ردوبدل کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام آصف جاہ ساکب  
غفران مکان کی مدح میں سترہ شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھوایا اور عرفی اور خریس  
کے قصیدوں کے طرز پر پینتیس شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھ کر اُس میں انہیں صرف ایک  
مصرعہ کو بدلنے کی ضرورت نظر آئی۔ اُن کے او آخر زمانہ کے کلام میں ایک مصرعہ میں  
بھی کوئی ردوبدل نظر نہیں آیا البتہ اُن کی قدیم بیاض میں جو غزلیں لکھی ہوئی تھیں  
اُن میں گنتی کے صرف بارہ مصرعے ایسے ملے جن میں انہوں نے کسی قدر تغیر و تبدل کیا  
اور اوس سے اُن کی لطافت کو بہت بڑھا دیا۔ نمونہ کے طور پر دو مصرعے نقل کئے جاتے ہیں۔



روایف الف کی غزل نمبر ۲۳ کے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "خار راہ تو بودم  
از بستر گل"۔ اس کو بد لکھ "زینت جیب و گریبانست چو گل خار ریت" لکھا۔

روایف دال کی غزل نمبر ۲۳ کے چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "گداے کوے جاں  
حاصل کوین میدارو"۔ اس کو بد لکھ "گداے کوے جانان تنو کہ کام و وجہاں یابی"  
(۲) شاعری میں اہل زبان کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی لازمی

ہے ورنہ شاعری پچھری ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کے ہتیرے فارسی گو شعرا سے  
لغز میں ہو گئیں اور ایرانی محاورات کے بجائے فارسی زبان کے لباس میں اون کے  
قلم سے ہندی محاورات نکل گئے ہیں مثلاً جہاں اہل زبان "طالع" کا لفظ لکھتے ہیں۔

(۳) کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت۔ یارب از ما دگیتی بچہ طالع را دم۔ حافظ (بعض  
ہندی تراو شعرا نے بکلف "ساعت" لکھ گئے ہیں اس لیے کہ اس ملک میں لوگوں کے  
زبانزد ہی لفظ ہے مثلاً "ساعت و کیو"۔ یہ بچکس ساعت میں پیدا ہوا ہے یا مثلاً ایک

شخص نے بجائے "بے سبب" کے ہل لفظ "غیر سبب" لکھ دیا ہے (۴) ہر دم از دوگی غیر  
را چہ علاج) ایسی لغزشوں پر اہل ایران ہنسا کرتے ہیں۔ شیخ علی خرب کے متعلق مشہور ہے  
کہ جب کسی شعر میں اہل ایران کے محاورہ کے خلاف کوئی لفظ سنتے تھے بسیا خستہ کہہ دیا کرتے

تھے "بوے ہندی می آید"۔ اسی قسم کی لغزشوں اور فروگزاشتوں کے باعث حضرت غائب  
ہندی تراو فارسی گو شعرا میں حضرت امیر خسرو اور حضرت حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے سوا  
کسی کی شاعری کے متقد نہیں ہوئے۔ تنوئی "باد مخالف" میں جہاں اپنے قول کی تائید

مرزا عبدالقادر بیدل کو سند میں پیش کیا ہے وہاں بھی یہ کہنے سے باز نہیں آئے۔  
گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست ایک همچون قسطنطینیل نادان نیست

خلاصہ یہ ہے کہ فارسی زبان میں اگر شاعری کیجائے تو اہل فارس ہی کے لغات  
محاورات اور اصطلاحات کی پابندی کرنی چاہیے۔ اہل زبان کے محاورات کے خلاف  
ہندی محاورات کو فارسی کا جامہ پہنا کر شعر میں لانا شعر کو مبتذل اور تباہ کر دیتا ہے۔ حضرت  
باقر کی شاعری کی یہ نہایت ممتاز خصوصیت ہے کہ ان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جائے  
ایک جگہ بھی ایسا محاورہ نہیں ملے گا جو ایرانیوں میں مستعمل نہ ہو یا جس میں ہندیت پائی جاتی ہو  
اون کی زبان تمام ایرانیوں ہی کی زبان معلوم ہوتی ہے اور ان کا کلام اساتذہ (مثلاً نظری  
عرفی۔ صائب۔ خرب) کے کلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اون کا کلام ہر قسم کے حشو و زوائد سے بالکل پاک ہے  
اور پیش پا افتادہ مضمون اون کے اشعار میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ ان عیوب کی جانب انہیں  
بہت خیال رہا کرتا تھا چنانچہ مولوی شاہ عبدالغفر صاحب آزاد کو اون کی ایک غزل  
اصلاح و بیکر جس خط کے ساتھ واپس کی تھی (یہ خط نقل کیا جا چکا ہے) اس میں ان معایب کی  
جانب انہیں خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔ خود بھی اپنے کلام کے متعلق فرمایا ہے۔

باقر بہ کلام نبود حشو و زواید در گلشن مارہ نبود خار و خنجر را  
پیش پا افتادہ مضمون نہ بند و طبع من کے ہر صید چہین صید است شہناز مرا  
(۲) چوتھی خصوصیت ہر صنف شعر پر اون کی قادر الکلامی ہے۔ اون کی کوئی تنوئی

مجھے نہیں ملی۔ قصاید اور غزلوں اور قطعات کے علاوہ چار بابعیاں اور دو مخمس دیوان میں  
شریک ہیں۔ ان سب کو بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس نے تکلفی سے وہ غزل گوئی پر۔  
قادر تھے اسی طرح وہ تمام اصناف کلام کے کہنے پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ اور اون کے

نثر مضامین سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نثر نگاری میں بھی وہ ویسے ہی قادر الکلام تھے۔



(۵) حضرت باقر کے شباب اور اوائل جوانی کے وقت کا کوئی کلام مجھے نہیں ملا۔ دیوان میں جس قدر شریک ہے وہ اون کے واسطے عمر اور آخر عمر کا کلام ہے۔ اون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی ہی کے زمانہ میں اون کے کلام میں خشکی آگئی تھی اس لئے کہ وسط عمر اور آخر عمر کے کلاموں میں بہت ہی کم فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۶) چھٹیں خصوصیت اون کے اشعار کی فصاحت بلاغت سلاست روانی اور صفائی ہے۔ اون کے اشعار میں اغلاق کہیں نہیں ہے اور شاعری کے ساتھ جلی مسابقت ہونے کے باعث اون کے تمام اصناف کلام میں آمدہی آمد نظر آتی ہے اور آورد اور تصنیع کا کہیں شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ایک شعر میں اونہوں نے خود فرمایا ہے۔

بود بظن طبعی فصاحت طبعم و گرنہ طبع مرا ذوق خود نمائی نیست

(۷) اون کا کلام نہایت شیریں ہے اور اس میں نہایت درجہ خجالت اور متانت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اون کے جلی عشق و محبت کی بدولت اون کی غزلیں درد سے مملو اور تاثیر سے برتر پائی جاتی ہیں۔

شاعری اور زبان دانی میں اپنے محال کا اعتراف اور اشعار کے فصاحت اور بلاغت کا اظہار حضرت باقر نے شاعرانہ طرز پر کہیں کہیں خود بھی کیا ہے۔ میں سات شعر اس موقع پر نقل کرتا ہوں۔

سخن آبدار تو بافت در نظر قیمت گہر شکست  
ہر کس کہ شنید شعر من گفت این کس چه فصیح و خوش بیان است  
نباشد دل چنان متشاق اشعار خوشت باقر کہ شیرین کام جان زین شیوہ گفتاری گردد  
زیر خاک بختی وزندہ بافت کہ ذکر خیر کلام تو جابجا باقیست

در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرہ آفاق در ناحیہ ملک عجم غلغلہ ما  
ہست در ہند اگر شہرت نظم عجب اصفہان پر شدہ از شور و خندانی ما  
توئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر جزاک اللہ چہ ایران کردہ ہندوستان  
یہ اشعار شاعرانہ تغلی پر محمول کئے جاسکتے ہیں لیکن فی نفس الامر وہ حقیقت حال کا اظہار کرتے ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس کے کلام کی فصاحت بلاغت اور لطافت اور اسکی قادر الکلامی اور کمال زبان دانی کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کے فارسی گو اکابر شعر اور اہل ذوق کو ہے بلکہ ایرانیوں اور اصفہانیوں کو بھی اون کی زبان دانی اور شاعری کا معترف ہونا پڑا گو یا ان لوگوں کے اعتراف کرنے سے اون کی شہرت ایران اور اصفہان تک پہنچ گئی۔

حضرت باقر کو اوائل عمر سے ایرانیوں سے ملنے کا شوق تھا۔ فارسی زبان دانی اور ان لوگوں کی صحبت کی بدولت اونہوں نے فارسی زبان میں گفتگو کرنے میں اس قدر ہارت پیدا کر لی تھی کہ جب کسی ایرانی سے وہ باتیں کرتے تھے تو اون کے لب و لہجہ اور بات چیت سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ ایک فصیح اللسان ایرانی باتیں کر رہا ہے۔ اون کے آ رہ میں قیام کے زمانہ میں تجارت پیشہ ایرانیوں کی آمد و رفت بہت رہا کرتی تھی بعض وقت نہایت باہمال ادیب اور شاعر بھی آجاتے تھے۔ مسافروں کے قیام کی جگہ صرف قدیم شاہی سرائی جو حضرت باقر کے مکان سے بہت قریب تھی اس لئے اون لوگوں کو ان سے راہ و رسم پیدا کر لینے کا بہت جلد موقع مل جاتا تھا۔ میں نے شمس العلما نواب امداد امام بہادر مرحوم سے اور خود حضرت باقر سے اور اون کے تین چار دوستوں سے بھی سنا ہے کہ یہ لوگ جب اون کی گفتگو اور اون کا کلام سنتے تھے نہایت حیران رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شیرازی آئے جو حضرت شیخ سعدی



علیہ الرحمہ کے اولاد میں تھے آدمی نہایت ذی علم اور فصیح اللسان تھے اور بہت اچھے شاعر بھی  
حضرت باقر کی گفتگو اور ان کا کلام شکر انگیز ہے ان کے ہندی ہونے میں شبہ ہو گیا اور چند روز تک  
انہیں اصفہانی الاصل ہی سمجھے رہے۔

اساتذہ کے ساتھ اپنے کلام کی مناسبت کا اظہار حضرت باقر نے مرقومۃ الذیل اشعار  
میں کیا ہے۔

نہ خربین ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر  
تاشود شیفۃ طرز غزل خوانی  
کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و خربین  
متم قنادہ درین جاز ہنر بان تنہا  
باقراز کلک گہر زیت نہ تنہا این غزل  
ہر کلام چون کلام سعدی و خاقانی است  
بشعر عرفی و صائب نیافتم باقر  
فصاحتی کہ بہ انداز این سخن پیدا است  
ہمنوایم بہ بلبل شیراز  
طوطی ہند ہم زبان من است  
میگفت خربین باقر با عجز و ادب بامن  
یک شعر جو اشعار تو موزون نتوانم کرد  
کے خربین پشت زبدم ہم چہ جائے عرفی است  
باقراشعار خوش است از شعر سلمان شد لذت  
ان اشعار میں بھی شاعرانہ تعلی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکابر شعر  
(مثلاً نظیری، عرفی، صائب، کلیم، خربین اور غالب) نے متقدم شاعروں کی غزلوں اور  
قصاید کے طرز پر غزلیں اور قصیدے کہہ کر طبع آزمائیاں کی ہیں حضرت باقر بھی ان بزرگوں  
کے طریقہ پر چلے ہیں اور اساتذہ کی غزلوں کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ ان اشعار میں انہوں نے  
یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ”ہم نے تتبع کو اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ اگر یہ اساتذہ موجود ہوتے  
اور ہمارا کلام سنتے تو اس کی قدر کرتے اور داد دیتے۔“ انہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہوگا  
کہ اساتذہ کے بعض کلام سے ان کا بعض کلام واقعی بڑھ گیا ہے۔ مبدی فیاض کا فیض

بند نہیں ہوا ہے اور بہت ممکن ہے بلکہ کبھی کبھی دیکھنے میں بھی آیا کرتا ہے کہ متاخرین میں ایک  
شخص ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اکثر متقدمین سے بڑھ جاتا ہے۔

فیض روح القدس از باز مد و فرماید دیگران نیز کنند انچہ میگرد  
بابا کمال خجندی۔ بابا فغانی اور حاجی محمد جان قدسی کی ایک ایک غزل کے طرز پر  
حضرت باقر کی بھی ایک ایک غزل ان کے دیوان میں ہے۔ سعدی، ظہوری اور عرفی کی  
دو تین غزلوں کے طرز پر ان کی دو تین غزلیں ہیں۔ حافظ، نظیری، صائب خربین اور غالب  
کی غزلوں کے طرز پر ان کی متعدد غزلیں ہیں۔ ان سب کی صراحت میں بہت طوالت ہو جائیگی  
اس لئے صرف دو غزلوں کے مطلع کے اشعار کو پیش کرتا ہوں۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ کی ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے۔  
شب فراق چہ داند کہ تاسحر حید است مگر کسے کہ بزدان عشق در بند است  
اس غزل پر ظہوری نے ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے۔  
بغشوق قابل دیوانگی خردمند است بیز حیلہ کہ آزاد مرد این بند است  
غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے۔  
چو صبح من ز سیاہی بشام ماند است چہ گویم کہ ز شب چند رفت یا چند است  
حضرت باقر نے بھی ان غزلوں کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے۔  
(ردیف تا غزل نمبر ۳)۔

دلم بقتل ز دست تو آرزو مند است بہ تیغ عشوہ و تیر نگاہ سوگند است۔  
نظیری کی ایک غزل کا مطلع ہے۔  
نظر بہ ظاہر و صیاد در خفا خفتست اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتست



غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع مشہور ہے ۱۶۰

بودی کہ دران خضر اعصا خفتست بسینہ می سپرم راہ گر چہ پا خفتست  
حضرت باقر نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہے اور غزل کہی ہے (ردیف تا

غزل نمبر ۲۲ جس کا مطلع ہے ۵

بجواب ناز کہ آن شوخ مہ لقا خفتست بچشم بنیش حق جلوہ خد خفتست  
دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان اساتذہ کی جن جن غزلوں کے طرز پر حضرت باقر نے غزلیں  
لکھی ہیں ان میں سے کم از کم ایک ایک غزل کو بالمتقابل لکھتا اور یہ دکھاتا کہ انہوں نے ان  
بزرگوں کے تتبع کا حق کس حد تک ادا کیا لیکن اول تو یہ مقالہ بہت طویل ہو چکا ہے۔ دوسرے  
یہ زمانہ فارسی شاعری کی عام کساد بازاری کا ہے اور ایسی ترقیقات سے عموماً طبایع کو بچا  
باقی نہیں رہتی اس لئے اس سے قطع نظر کرتا ہوں۔

متاخرین شعرا میں نظیری اس قدر بلند مرتبہ میں کہ صایب جیسے شاعر نے ان کے  
متعلق کہا ہے ۵

صایب چہ مجال است شوی بچو نظیری عرفی بہ نظیری نر ساین سخن را  
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ متاخرین شعرا متقدمین کی چیدہ چیدہ اور منتخب غزلوں ہی  
پر طبع آزمائیاں کیا کرتے ہیں اس لئے متاخرین کو اپنا کلام متقدمین کے کلام تک پہنچانا  
آسان کام نہیں ہے۔ اس تہید کے بعد حضرت باقر کی ایک غزل کو نظیری کی ایک غزل کے  
بالمقابل لکھ دیتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ حضرت باقر نے تتبع کو کہاں تک پہنچایا یا نظیری ان  
کے وجدان اور ذوق سلیم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

۱۔ بار و برینہ مرا از نظر انداخت درین نظیری  
از وفا تاخت عنان و بجفاست درین  
۱۔ راز و برینہ ز رخ پرودہ بر انداخت درین  
حال ما شہرہ بانشاے غزل ساخت درین

مقدمہ دیوان باقر

۱۶۱

حضرت باقر کی شاعری

۲۔ راز عشق تو بدل بود نہان بچو شر  
اشک غماز مگر پرودہ بر انداخت درین  
۳۔ زخمی تیر نگاہ تو گشتم گاہے  
بر سرم دست قضا تیج اجل آخت درین  
۴۔ مایہ عیش و نشاط دو جهان رفت بیا  
لشکر غم طرف کشور دل تاخت درین  
۵۔ عقل بیچارہ نہان بود پس پرودہ ہنوز  
عشق سفاک بجا نہا علم افراخت درین  
۶۔ ساخت باغبر و برید از من و پیمان  
بامن آن جان جهان نرد و فاباخت درین  
۷۔ در حریش چو بنا گاہ رسیدم باقر  
حالت زار پیر سید و نہ شناخت درین  
۸۔ کعبتین مہ و خور مایہ سرم پرودہ  
چرخ کج باز من نرد و فاباخت درین  
۹۔ تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح  
باز پس رفتی و کس قدر تو شناخت درین

حضرت باقر کے دیوان سے تھوڑے اشعار انتخاب کر کے نقل کرتا ہوں اور اس مقالہ  
کو ختم کرتا ہوں۔

از سنینہ ز لاغری عیان است رازیکہ مرا بدل نہان است



ز غمِ خضر و از است گرچه زلف دراز  
 بود شیرین برنگِ جان شیرین  
 گرہ از کمالِ مشکین کشادی  
 مونثِ کافِ نکتہ زلفت بود اوراقِ شام  
 ساقی و شراب و گلشن و گل  
 بیصرفہ بود و لاکشیدن  
 تماشایت یقین باشد اگر در روزِ محرم  
 اے وائے کہ بیمارِ غمِ عشق تو از حبان  
 بیصرفہ بخور کہ سبجو با وہ  
 بافت تو مگر مریدِ عشقی  
 سوختِ غمِ زلفِ عشق بد انسان کہ مرا  
 فتنہ و آشوب و طوفانِ بلا  
 اسیرِ زلف تو گشتم بلا ہمین باشد  
 بکوے دوست چو لیلِ طپیدن و مرون  
 عشق است یہ گلستانِ عالم  
 کس نہ است و اسایہ دیوارِ کجاست  
 ہست سلطانی کو بن بدستِ محمود  
 چنان طوفان نمود آشکم کہ گردید  
 دل بہ تدبیرِ منید آبروے عشقِ مرید

درازی شبِ بھران زلف وہ چہ دست  
 چہ زہرِ عشقِ جانان خوشگوار است  
 دلِ مسکین دران و امِ بلا رفت  
 حلِ متنِ عارضتِ میگرد و از تفسیرِ صبح  
 بے روئے نگارِ خوش نباشد  
 آپ کہ دروا اثر نباشد  
 بکاتم تلخیِ بھران چو دیش خوشگوار افتد  
 میرفت و زحمتِ نگے سوے تو میگرد  
 خون و لبت حلال باشد  
 طرزِ سخن تو دال باشد  
 تارِ ہائے رگِ جان گشتہ چو زنا ر سفید  
 سرمہ ساد چشہم جانان بختند  
 مرضِ عشق شد م ابتلا ہمین باشد  
 عروجِ رتبہ اہل وفا ہمین باشد  
 نخل کہ دروثر نباشد  
 کیفیتِ آنکس کہ برد راہِ جنت و گنہ ناز  
 گر رسید یک نفس در کف او زلف ایاز  
 در و دیوار دیوار و در امروز  
 تیشہ بر زخمِ فرن در وہ در مان مفروش

دل و حشی بچش آمد بہ شوقِ کوچہ جانان  
 از تو نشوم جدا و لیکن  
 رہ بکوے یارِ برون از قضا قسمت نشد  
 ز خونِ من کہ اے قاتلِ نگارین کردہ پارا  
 چنان از ناتوانیہا عشقش بے نشان گشت  
 بر کشتگانِ خویش چو بگذشتہ بناز  
 کوتاہ کنم دامنِ صحرائے طلب را  
 گردست و پد سلسلہ زلف دراز

زمین اے دوستانِ عشق کہ دامنِ میانِ بستم  
 روزیکہ کنند در زمینم  
 دست و پا ہر چند چون لیل درین سودا زدم  
 ز غیرتِ آب شد در سبیلِ خونِ صد شہیدار  
 کہ مرگ از کاتبِ اعمال میرسد سراغ من  
 روحی فداک از تنِ حیان برآمدہ  
 گروست و پد سلسلہ زلف دراز

اس دیوان کو جس زمانہ میں میں ترتیب دے رہا تھا مجھے پٹنہ اور گیا جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴



دونوں بیکار ہو چکے اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ فرما کر دیوان کو واپس کر دیا۔  
میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت باقر کے جس قدر اشعار مجھے ملے سب کو میں نے دیوان  
میں شریک کر دیا ہے۔ اہل مسودوں میں بعض جگہ کاغذ ضائع ہو گیا تھا یا الفاظ مٹ گئے  
تھے یا پڑے نہیں جاسکے۔ ایسے تمام مقامات میں طباعت میں جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور  
مسودوں میں جہاں جہاں الفاظ مشکوک نظر آئے طباعت میں ان الفاظ پر استفہام  
(؟) کی علامت دیدی گئی ہے۔

لفظ 'جاناں' جہاں جہاں منادئی آیا ہے وہاں حضرت شاعر نے اپنے ہاتھ کی  
کتابت میں 'جانا' بے نقط 'ن' لکھا ہے۔ طباعت میں ان کی کتابت کی اتباع کی گئی ہے۔  
حیدرآباد میں اور دوسرے مقامات میں بھی مطابع کے کاتبوں نے کتابت میں  
حروف 'ن' اور 'ی' کو جہاں جہاں وہ مفرد آتے ہیں یا لفظوں کے آخر میں آتے ہیں  
نقطوں کا دینا چھوڑ دیا ہے۔ اس دیوان کی کتابت میں بھی مطبع نے زیادہ تر یہی طریقہ  
اختیار کیا ہے۔

اضافیتیں جہاں جہاں یہ اشباع کسرہ ہیں وہاں کسرہ دیدیا گیا ہے۔ دیوان کی  
طباعت میں تصحیح کی بہت کوشش کی گئی لیکن پھر بھی زیادہ تر میری سہو نظری کے باعث غلطیاں  
رہ گئیں۔ مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ میں نے عزیزم مولوی سید شاہ عبدالغفر صاحب  
آزاد کے پاس بھیج دیا تھا وہ انہوں نے غلط نامہ مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی جس کو  
میں نے نظر ثانی کے بعد دیوان کے آخر میں شریک کر دیا ہے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا جناب باری عز اسمہ و دفع ذکرہ وجل جلالہ

وعمر نوالہ کی حمد و ثناء سے کی اور ختم کرتا ہوں دعائے ازاد و عرو دولت و اقبال  
و شمت و جاہ و جلال پر بادشاہ انجم سپاہ قیصرہ خدم خواقین چشم عرش رفعت قدرت  
ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی امیر المومنین امام المسلمین محی الملک والذین  
قامع الاشرار والمفسدین سلطان الاعظم ملک الاکرم الذی بید اقتدار  
مقالید الزمان وبکف کفایتہ زمام مصالح نوع الانسان حامی بلاد اللہ  
عن الجور والطغیان ماحی آثار الظلم والعدوان خداوند جہاں قطب وائرہ نماں  
عدل گستر علم پرور سلطان العلوم سلطان ابن سلطان منظر الملک والممالک نظام الدولہ  
نظام الملک نواب سر میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی سی  
اس، آئی، جی، سی، بی متع اللہ العالمین بطول حیاتہ وبقائہ واخلد ظللال  
خلافتہ وابد علی العالمین انوار راقہ کے جن کے عہد معدلت مہدیں اور والخلافت  
بلدہ فرخندہ نبیا و حیدر آباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن میں اس دیوان کی تدوین  
اور طباعت اور اشاعت کا میں نے شرف حاصل کیا۔

سید عطاء حسین

۱۰۔ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ روز پنجشنبہ

مولانا سکرم علی حیدر آباد دکن



# غلط نامہ مقدمہ دیوان باقر

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۲	حضرت	حضرت	۴۶	۳	سایل
۳	گازوں	گازروں	۱۲	دولت پور	دولت پور
۴	علماء	علماء	۱۱	چار	چاہ
۵	۳۰۳	۳۰۲	۱۷	یثقی	یثقی
۶	بالگرامی	بالگرامی	۱۳	الترتیب	ترتیب
۷	بالگرام	بالگرام	۱	گزشت	گذشت
۱۳	اولیاء	اولیا	۱۱	عشق	عشق
۱۵	میمور	تیمور	۳	آبگلہ	آبگلہ
۱۷	اسی	اس	۱۷	فٹ نوٹ	۱۷
۲۱	محبت اللہ	اہل اللہ	۶	جمو او ان	جمو او ان
۲۵	۱۸	۱۹	۱۹	فٹ نوٹ	۱۹
۳۶	۱۵	ایا	۱۳	بہای	بہای
۳۸	۶	کوجانے والے	۷	سور ہو	سور ہو
۴۰	۲	بڑھو	۱۶	ہوتی تھی	ہوتی تھی
۷	فٹ نوٹ	۷	۱۹	اجازن	اجازنی



۹۱	۱	ماسوی	عماسوی	۱۲۵	۱۲	خطوط	خطوط
۹۶	۱	ازدبور	ازدبور	۱۲۹	۱۳-۱۲	بیاض سے میں	بیاض میں
۹۹	۲	رجا	رجا	۱۳۳	۱۵	مخالفت	مخالفت
۱۰۵	۱	مینرا	مینرا	۱۴۲	۸	اغصاء	اغصاء
۱۰۹	۱۹	ضروریات	ضرورت	۱۴۵	۱۸	تبیر	تبیر
۱۱۴	۱۷	صنائع	ضایع	۱۵۷	۲	نظم	نظم
۱۱۹	۶	۶۱۳۷۵	۶۱۳۷۵	۱۶۵	۱	نوالہ	نوالہ

## دیوان باقر

از افادات سلطان اقلیم سنخوری و سخندان شہنشاہ مملکت فصاحت  
و بلاغت و معانی سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلاء ہدایت نشانی  
بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت زین المعرفت شہید المحبت  
قدوة السالکین زبدة العارفين صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کا

اسرار خفی و جلی

حضرت شاہ باقر علی

الچشتی القادری الفخیری الاصدقی المتخلص بہ باقر

قدس اللہ سرہ و نور اللہ مرقدہ



ز وضع حضرت ایشان است لرزه بر اندام  
نموده گور پرستی تمام ملت خویش  
بحال خویش ادائے مراسم و اعلا  
بگرد مروت و الایه اولیاء الله  
ز شعله های قنادیل و دود های چراغ  
ز نغمه های ناله و بوق و از صدای دل  
بگرد و تربت پیران طوافها سازند  
بوا تمائی حب جناب آل رسول  
چه لافها ترند از کرامت و اعجاز  
بکیش فقر توکل نموده ناظم سع  
یدست اهل کرم گزین نه دخت اند  
بحقی شان به نعمت نه لب توان بخش  
بود ز کوشش ایناں فروغ خانه شرع  
و لے ز موعظت و پند مد عاواند  
پس از تصور این فتنه و بلائے زمان  
زمانه گشت تہی از نفوس پاک تراود  
بحضرت که کم عرض حال دل اے دوا

بگویم از سر حسرت که آه و اویلا  
ز اہل قیصر بخواہند چہ حاجتہا ۱۰  
شمرده اند نروں تر ز فرض های خدا  
چہ بدعتی که نازند از ره سودا  
کنند سطح زمین رشک جرم های سما  
کنند روضہ اجدا و معبد ترسا  
برند سجده بہ پائین مروت شہدا ۱۵  
شوند نوحہ کنان گرم بت پرستیہا  
کشیدہ تنگ بر آغوش خرقہ تقوا  
ز خوان بخشش یاراں شوند زلہ ربا  
چرا بہ صاحب زر میکشد دل والا  
کہ خضر وادی دیں اند حضرت علما ۲۰  
ز نفس قدسی ایشان ستون دیں برپا  
حصول پرورش نفس نے رضائے خدا  
بجغم از سر حسرت بدل من شیدا  
نماندہ اند کنوں بر گزیدگان خدا  
کہ بہت تا بکنند حل ز لطف مشکہا ۲۵



قصیدہ در مدح حضرت قدوہ السالکین زبدۃ العارفين خواجہ قیام ق  
الصّادق الحقی القادر الفخّری قدس سرہ الغیر

بگوشہ نبشستم سحر کہاں تنہا  
خیال فتنہ و وراں گذشت دہول  
ز روی غور بیدیم کہ اندیس دوراں  
نماندہ است وریں روزگار پر آشوب  
چہ بدعتی ست کہ منت نمی شود نمانش  
ادائے نافله و مستحب ہمہ یکجو  
چناں گریز نمایند از ادائے نما  
نمودہ قطع نطفہ از عوام کالانعام  
نمودہ بردل شیدا در تامل و  
بخاطر متصور شد از حرام بلا  
رواج فسق و فجور است و زور مکر و ریا  
ز زہد و ورع نشانی نہ نامے از تقوا  
چہ سنتی کہ نہ کفر است نزد اہل ہوا  
ز فرضہای خدا گشتہ اند بے پروا  
کہ سوئے قبلہ نہ افتد اگر بلغند و پا  
بحال حضرت صوفی شوم چو دیدہ کش



غرق لجه حیرت بدم که یک ناگاه  
که لے بوادی فکر و خیال سرگردا  
بقل و دانش و فرنگ وضع و بنداری  
چراست با همه فضل و کمال و وقت را  
۳۰ هفته اندی بر گزیده در آفاق  
گویم از سر اخلاصت اے غز جلال  
محب خاص خدا حضرت قیام اصف  
گذشت پایه قدرش ز کرسی اوراق  
برو بجزرت او حرف مدعا کن  
۳۵ کنون که سامعه افروز گشت فرد غیب  
ز فرط شادی و بهجت چنان یالیم  
ز جوش شدت مستی چنان ز خود رفتم  
ز جوق جوق طربها ز موج موج نشاء  
سر تو گردم و قرباں تو شوم اے بخت  
۴۰ یک هزار ز شکر تو می نیارم گفت  
رسید نوبت آن که ز دل نشاط آگین  
امام قبله ارشاد و پیشوا طریقی

سروش غیب بگو شمع چنیں رساند ندا  
توئی بفهم علوم و رموز دین بکیت  
نمانده است بگیتی کسے نظیر ترا  
تو هست همه پیر پوچ و تخلیت بجا  
که نیت هیچ زمانه تنی ز فیض خدا  
بگوش جاں بشنوائی نوید روح افزا  
که مثل او نبود کس ز دوستان خدا  
فروده حد کمالش از حد احصا  
بخواں بوصف کمالش قصیده عزا  
زار جندی بخت بلند و منکر رسا  
که جسم خویش بدیدم محیط ارض و سما  
که خویش را بخود اندر نیافتم اصلا  
برنگ بلبل شیدا شدیم نغمه ترا  
هزار طالع خضری کنیم بر تو ندا  
ز روی خاک رساندی مرا به اوج علا  
کشم ترائه در مدح آن شه والا  
چرخ را راه هدای ختم سپهر علا

خلیل عهد کرم خضر وادی ایمان  
امیر ملک تو کل شه نشسته تسلیم  
خدیو صدر نشین اریکه عظمت  
برجم بچو ابو بکر و قهر بر بچو عسکر  
چو آشنا به تکلم کند لب شیرین  
بمحفله که بود شمع عارضش روشن  
بسوی خارق عادات اگر شود مائل  
بجوش و جدو طربها رسیده در افشان  
هوائے مدح شه نشسته بران کشد دانا  
چو بوی غنچه شود عطری بر موج هوا  
چنین که عطر فشانست بوی گل شاید  
ز طاهر تو صفایافت باطن پیر سپهر  
بے ز سرفرودم لافها زند منصور  
گذشت از سر کون و مکان بیک خیال  
بخیل بسته ناز تو هر سحر خورشید  
تمام خیل چشمنندگان لذت عشق  
بخرم نابله از راه خضر را داند

کلیم طور حقیقت میح عصرا  
هنر بر پیش صبر و نهنگ بحر رضا  
۴۵ مه سپهر جلالت شه فرشته تقا  
بجود و بذل و شجاعت نظیر شیر خدا  
بهر سخن به برد رشک معجز عینی  
چرخ را روز بود حبله و ید بضیا  
کند بخت عظم ریمم را احیا  
ببارگاه حبیب خدا شب اسرا  
۵۰ که کلک شوق کند مطلع و گران  
بهر زمین که گزاری قدم نسیم آسا  
شمید گهت زلف تواز شمال صوب  
ز باطن تو جلایافت ظاہر تقوی  
بجزرت تو مگر لب به بند از دعوی  
۵۵ ز بسکه تیر جہان دی سمند سیر شہا  
به آستان بلندت شود جبین فرسا  
ز خوان نعمت فیض تواند زکربا  
بوادی طلبت هر که شد قدم فرسا



۶۰ کلاه چیت ز به خوش نماید بر  
 غلام در گه والای تست مستغنی  
 اگر ز پر تو رویت نه مقتبش گشته  
 ز فرق تا بقدم بکه جلوه سامانی  
 بسان دیده انجم شود همه تن چشم  
 ۶۵ ز ساحل کرم کس ز رفت تشنه هاں  
 اگر لعاب ز لعل افکنی در آن بنگ  
 ز ارض تا به سما از شرعت شورے  
 ز کوشش علمت ملک شرع آباد  
 بذوق وجد در آئی و میکه پاکوبان  
 ۷۰ ملک شرع تو ی قهرمان عالیشان  
 میان طائفه حمید صوفیان جهان  
 تمام اهل صفا مقتبس ز نور تواند  
 شود کشته بر لب جهاں در فردوس  
 کند تو چه ولطف تو ذره را خورشید  
 ۷۵ گدای عرصه کوئے تو حاصل کونین  
 باوج مرتبه هستی تو آن سلیمان سر

قیای قادریت در بر آمده زیب  
 طفیل سایه نعلین تو ز لعل هما  
 کجا شد به بجاں هر جلوه گریضیا  
 به زمین که خرامی شود چمن پیدا  
 بحشم دل نگر دسوی تو اگر اعمی  
 ز بسکه بحر نوال تو هست موج انز  
 مبدل است بشیرینی تلخی دریا  
 ز ملک تا ملکوت از تو رحمت غوغا  
 ز زور بازوئے علمت ستون دین برپا  
 فلک ز لرزه ارض آیدست درپا  
 بخطه های طریقت شهنشاه الا  
 تو ی چو شمس میان نجوم جلوه نما  
 چنانکه کسب کند نور مه ز مهر سما  
 رنگ غنچه کثائی و میکه بن قبا  
 تفقد و کرم قطره را کند دریا  
 بیک جوی شمار دوزخوش استغنا  
 که هست خانقمت رشک مسجد اقصا

هلاک جلوه روئے خوش تو شمس و قمر  
 چشیده از مره از چکیده لعلت  
 گزشته طایر فکرم ز آشیانه قدس  
 کیم که حرفی ز وصف تو بر زبان نام  
 چه ذره بتوان گفت مدحت خورشید  
 مگر بدی در خدمت تو آوردم  
 قبول داشت سلیمان ز مور پائے ملخ  
 چو گشت مهر خموشی کمال نادانی  
 کلید قفل دهانت جوشش قلم  
 بدوری تو بشوق زیارت قدمت  
 ز فضلهاے خداوند دو جهاں دارم  
 رسیده ام بجناب تو با هزار امید  
 ز پافتاده ام از دست گردش گردون  
 مفوض است بتو حل مشکلات جهاں  
 گذشته است خدنگ حوادثم از دل  
 ز دست بخت گراں خواب خوش دل تنگم  
 بقلب صوفیایا آمده است نفس لعین

فدای خوبی قد تو سدره و طوبی  
 و گزنگشته سکندر بگرد آب بقا  
 ز بس به اوج شنای تو گشته بال کشا  
 ۸۰ نه من منم که بخوانم مدحیت شایا  
 چه قطره بتواند ستودن دریا  
 محقر است مگر میں بضاعت مارا  
 تو هم اگر به پسندی چه کم شود شایا  
 به نکته صفت عالیت زبان مرا  
 ۸۵ بالتماس رسانیدن مطالبها  
 کجا است صبر که امروز را کنم فردا  
 امید یک نظر لطف تو من شیدا  
 بحال زار ز بونم تو چه جوشنا  
 تو دستگیری ما کن شهاب خد  
 چه کم شود که کنی حل ز لطف مشکل ما  
 ۹۰ شکسته است بیچاره کرب بلا  
 نموده خون جگر طالع زبوں بخدا  
 فدا ده است سرم آه در کند هوا



بسوئے منکر و نهیبیت میل خاطر من

۹۵ زار کتاب مناهی و شعل منوعات

ز عمر های عزیزم بے گشت و نهیز

عروس پرده نشین اریکه عصمت

زیافتاده نشانه های کوشش علم

بودی طلب از ره فتاده ام بس

۱۰۰ بے نماند هلاکم بوطر عیسا

ازین زیاده بخوف ملال خاطر تو

تویی که واقف اسرار رازهای دلی

نگاه ناز ز حالش شها درین مدار

خوش آن بود که کنون اختتام عرض کلام

۱۰۵ همیشه جلوه قد تو ظل گستر یاد

ز صد مه های حوادث خدا نگه دارو

جسم بند درگاه تو حضور مرا

هوس فتن بجای یافته است امید

فتاده ام ز او امر بے بعید و جدا

نشد گه در توفیق بر دل من و

نکرد جلوه زمانه بحبل دل ما

ز چیره دستی نفس لیم و اویدا

که خضر راه تو ان گشت حیرت یابو

تو ناخدا من عرقه شوز بهر خدا

بصفحه طول ندادیم حرف مقصدا

چه حاجت است به پیش تو عرض مطلبها

که هست بنده ناز تو با قهر تشیدا

بحضرت چو گدایان کنم بجز دعا

بفرق غلامان در گه والا

## قصیده

در فخر خود و منقبت آل اطهار سلام علیهم صحاب کبار رضی الله عنهم و پیغمبر خود و قدس سره فرماید

من کیستم آن جوهر مرآت نظیرم

همای من از فرض کنی فرض محال است

بر تارک فرهاد و شان تیشه فولاد

در چشم حقیقت طلای چشمه مهرم

آنجا که بود لغت بے صوت سمیعم

در دیده باطل صفت گرد و غبارم

یوسف غلط اند نظر عشق جو اغم

از چشم جهانم همه پوشیده چو غمت

بر حسن رخ خویش گه والک و شیدا

سلطان نجاتم بری از طاعت و برتر

بر عارض گل شبنم و در باغ صمیم

با عشق و لا شوب همه سوز و گدازم

هم فردم و هم مطلق هم جزوم و هم کل

در سلسله فقر و قناریت و فخرم

بر مندم خنده زنده نقش حصیرم

کر شعله نور قدیم است خمیرم

مکن بدو عالم نبود شبیه و نظیرم

بهر لب شیرین و نهان چشمه شیرم

در بادیه تشنه بی ابرم نظیرم

آنجا که بود معنی بے لفظ بصیرم

بر کاکل حق غالیه مشک و عیبرم

یعقوب صفت در گه عاقله پیرم

پیدا بدو عالم صفت ماهه پیرم

در سلسله زلف بیتاں گاه اسیرم

از شوق جفا فارغ و زخوف سعیرم

آهنگ بزم از صفت از صغیرم

پیش رخ حسن آئینه عکس پذیرم

هم جذر و هم بصرم و هم بحر غیرم

بر مندم خنده زنده نقش حصیرم



۱۵ آں بادشاه غفلت و جاہم کہ مہ و خور  
 آں طوطی خوش لہرام از گلشن معنی  
 و در حلقہ آریاب صف نعرہ یاهو  
 تا چند توان گفت کہ من اینم و آنم  
 اینہا ہمہ بشمر دم و از روئے حقیقت  
 ۲۰ آزادیم از فک خودم بود سوار  
 چون بخت بکامم رسانید چہ حال  
 راضی بر ضاگشتم و خرسند ز تقدیر  
 ہر چند بود راست کہ از راست کہ برست  
 ہاں نسبت ذات ست کہ با آن ہمہ دوی  
 ۲۵ انعام عمیم تو بدریوگر عجب  
 دانستہ احوال نہانی و عیان  
 برگشتہ ام و گشتہ در وادی عصیان  
 ہرگز نبود عین ترا پیچ و جوف  
 برہان وجود است احد را بخ احمد  
 ۳۰ باعترت و اصحاب بود وے نیام  
 آگہ نیم از فقر و حاصل محمول

با عجز و ادب سجدہ بردیش سریرم  
 کز بلبل مدتش است بگو طرز صفیم  
 و محفل رندانہ صدای ہم وزیرم  
 خامش بدی لے کاش لب کلک بریم  
 از خود خبرم نیست چہ گویم کہ بشیرم  
 تقدیر برنجیر الم کرد و سیرم  
 گر انوری عصر و گر رشک طہیرم  
 علواست اگر قسمت و گر نان شغیرم  
 لیکن ز قضا بودید سگونیہ مصیرم  
 پیوستہ باو ساخته چون شکر و شیرم  
 در شیوہ مطلب طلبی کرد و دیرم  
 از لطف نگاہ بمن لے رب قدیرم  
 گردان سحری خویش ازین راہ پیروم  
 پیدا است احد و نظر از جملہ کثیرم  
 مدلول و دلیل آمدہ مقصود پیروم  
 و در بار گہ آل نبی بندہ پیروم  
 و آنم کہ سگ در گہ صید تو و امیرم

از دست برودل خبر ماطلع الشمس  
 ہم مست کند ز مژمہ حشم غدیرم  
 پیراں جہاں زلہ بر خوان نوالش  
 مولا ست علی بہت علی مرشد و پیرم  
 فرووس بود بار گہ حضرت اصدق  
 یارب کہ بخاک در آن شاہ بمیرم  
 باقر نخذ پاک بجز اشک نہامت  
 باشد سیہ از نقش گنہ لوح صنیم

قصیدہ نامام

در مدح اعلیٰ حضرت غفران مکان نوایب محبوب علیاں  
 نور اللہ معرفت کرد

کہ از استماع رپورت انتظامات قحط (عادلہ مطابقت ۹۰) کیفیت صرف شدن زیادہ  
 از دو کرد و رویہ در پرورش رعایای سرکار نظام متاثر شدہ فی البدیہ فرمودند مگر نامام تا  
 فلک را کورسای با بقصر لامکان قدرت زہر شس بس بود و سوز زمین آسمان قدرت ۱  
 علویٰ منزلت نازم کہ اقبال سکندر نشاندہ ست در خاک نزلت موشان قدرت  
 چہ وارد وقتے سرہائے کیکاؤس و کنجیر کہ پانگہ از تکیہ بفرق فرقان قدرت  
 نہ تکیہ وجاہ تو کہ تا نا شاہ عادل زہر نگذاشت باقی در جہان نامون قدرت  
 بہشت اشہب گردول عنان گیسو گر تازہ کند اورا کجا با مرکب خود ہمخان قدرت ۵  
 چو در فوج عدو تا بد سر و تیغ بر انت برآورد از ہنر دستان فغان الامان قدرت



شہاں را شوکت و جہمت بیکجا گر کند منزل  
 خلا نہ خار و در دل و شمت را غر و کینیت  
 بود تا دور گردوں باد و ایم دولت و عمر  
 ۱۰ بروں آمد ز بطن مادر گیتی دریں عالم  
 ہمہ شاہان عالم زلہ بر وار تو بودند  
 بیان مدح ذات تو نہ کار چوں منہ باشد  
 بنام طالع خود را کہ مداح تو ام شاہا  
 تعالی اللہ زبہ شائے کہ آمدے شہ والا  
 ۱۵ توئی فرمانروائے مالک ملک و نگین شاہا  
 بلج تو ز نادانی بے رہ داد پستی را  
 نشمن قدسیاں سازند بہر رفعت شائش  
 بزیر قصر گردوں افگند گرساں باں قدر

کند بالاسر خور از خیل خسروان قدر  
 ہند مرہم بہ زخم کہنہ ریش دستان قدر  
 بود تا دور گردوں باد و ایم دولت و عمر  
 بہ اقبال بلند و بخت میمون تو امان قدر  
 شہاں بر سفرہ تقدیر چوں شہد مہمان قدر  
 کجا این بندہ عاجز کجا عظمت نشان قدر  
 ز خاک پستیم برداشت سوئی آسمان قدر  
 قصار را ہمسر و ہمدم قدر را ہمغاں قدر  
 ترا دولت فردوں باد و افزوں جہاں قدر  
 کسے کر کو تہ اندیشی بگوید آسمان قدر



## رولیف الف

تعالی شائے بہ رفیت در ذاتش چہ و چوں را  
 ہنوز آل لذت و مستی است و جانم بہ بیداری  
 دلش را تا بدست آرم چہاں بدبیرا کروم  
 بغیر از جلوہ جاناں نیاساید دل عاشق  
 معینر گیسواں از دل اسیر دام گیسویش  
 بروائے بوالہوس از عشق بازی و مہر گز  
 بجمع مال و زر و مسک پریشانی منی دانی  
 بروں از سمعہ و عجب و ریاض خوش بر زنداں  
 چنانم جوش و جہت شد کہ کردم سیر گاہ خود  
 چناں از بد و فطرت شد گریباں گیر عشق او  
 باین نطق و بیاں کس چوں ستاید شان چوں را  
 کہ دادم بوسہا و خواب شبیاں لعل گیسوں را  
 ندیدم ہیچ تاثیر کد امی حشر و افسوں را  
 خدا خور سندر گرداند مگر دلہائے محضوں را  
 صنوبر قاتماں از جاں غلام آن قدموں را  
 کہ آساں طے نمودن نیست این صحرائے یخوں را  
 کہ مال و زر چہ بر جاں نخت او تا دوقاوں را  
 بیاناں بدکش اینجا بتراب و بنگ و افیوں را  
 چو مجنوں دامن صحرا و دشت و کوہ و یاموں را  
 کہ در طفلی بخواند قصہ فرہاد و مجنوں را



حصول مدعاے دل کجا و من کجا باقر  
که نتوان است فرمودن ز فکر بخت و ازل

۲ دور از تو چه حال است بین تاب و تب ما  
دورم ز دیار تو مگر حبه بسویت  
پرورده در دیم ندایم اب و عم  
جاگر و خیال رخت اندر جگر و دل  
تا هست بهم جان و تن مانثود دور  
این حسن دل افروز تو خود آفت جان بود  
هر چند شدم خسته بس از سیلی احوال  
داریم خیال رخ پر نور تو هر روز  
ویرانه ام آباد شد از وصل تو صد شکر  
از ما بفرق خودت احوال چه پرسی  
گفتم که یکے بود بفرمود که باقر  
بیوده مزن حرف تیرس از غضب ما

۳ هر دم غمت دهد سرداغ دگر مرا  
زهر آب غصه حصه من گشت و جام غم  
گر که ز کاروان نه عیال گشت و نفس  
شوق نطفه گل باغ دگر مرا  
ساقی چه حاجت است ایلغ دگر مرا  
شوقش عنان کشد بسراغ دگر مرا

فیض محبت است که از عرش برترم  
این باده داده است دماغ دگر مرا

امشب ز شمع عارض او خانه روشن است

باقر چه احتیاج چراغ دگر مرا

۴ هو سم نیت بادشانی ما  
نار سائی طالع منگر  
زاهد امی نبوش بازداں  
نیت جز خستگی و دلنوی  
من و در کوئے تو گدائی ما  
که بگویت نشد رسائی ما  
تا کجا زهد و پارسائی ما  
حاصل ربط و آشنائی ما  
بیش از نیم جدا از خود پسند  
که ز حد شد قفون جدائی ما

باقر از دست روزگار مرا

کو دماغ غزل سرائی ما

۵ طره ات شانه کش زلف پریشانی ما  
هست خاک در تو صندل پیشانی ما  
سجده بارگشت هست مسکنانی ما  
بنود دست جنون را عینم عریانی ما  
داشت سماں دگر بے سرو سامانی ما  
شد نه از قید رها یوسف زندانی ما  
هوش صوفی به بر طرز ز حد خوانی ما  
روئے چو آئینه ات مایه حیرانی ما  
زینت جیب و گریبان است چو گل خاوری ما  
پارسائی چه بود زهد و ورع یعنی چه  
هر سحر چاک زند جیب و گریبان چه کنم  
از دم گرم لوا و کله از داغ جنون  
دل نه از کوچه زلف تو برون شدی  
دل مستان برود نعره یا کھو چو نیم



چوں نباشیم بجان نصیب فرسائی درت شد خط بندگی تو خط پیشانی ما

باقرا از بس غزل نغز نه خامه سرود

قدسیاں راست زباں گرم نناخوانی ما

۶ نه بولے بلغ و بستاں نه سر بهشت مارا غم عشق گلغذایے شده سر نوشت مارا

شده ایم فارغ از بسکه زنیک و بد بکلی نه بد و وزخ است جذبے نه کشد بهشت مارا

چه خوش است ناتوانی که شدت جنون هم ز کمال رحم طفلان نر زند خشت مارا

ز جمال چه ره تو هم جا است جلوه نبود تفاوتی در سرم و کشت مارا

نه همین است گل و گلشن به نظر چو خار ای که جهنم است بے تو چمن بهشت مارا

ز ملامت تو ناصح زود زول که گشته است

رقم و فائے خواباں خط سر نوشت مارا

۷ بسکه از دل زود و خشت ویرینه ما صرف هو است چو طفلان شب آویخته ما

جلوه فرما نفس در دل بکینه ما قدم نه ز کرم بر سر ویرینه ما

بسکه از پر تو عشق تو صفا یافت ست جلوه مهر و بد کینه و آینه ما

نیست یک جو رو بخائے که کردی لیکن پیچکه سیر نشد خاطر آینه ما

ما زور و غم هجران تو مردیم و لے تو گفتی چه شد آن عاشق ویرینه ما

تا چه صفتل بودے کافر کیش که او از دل سنگ تو بیکره بر و کینه ما

روزگار نیست که ما سجد بر کوه تو ایم مدد از یاد حق خدمت ویرینه ما

هم اگر دست و پدش دو عالم باقر

مشکل از دل برود و کلفت ویرینه ما

۸ آرزوے صحت جان نیست بیمار ترا میل آزادی نمی باشد گرفتار ترا

صدر رنگ یوسف مصری خریدار تواند رونق دیگر بود امروز بازار ترا

می توانش بر سر آمد یکدم ای رشک میح که بود حال دگر امروز بیمار ترا

ای دل بے طاقتم با در و در بخوری بیا که میح چاره نتوان کرد از ترا

تا حریم جلوه گاهت جذبے دل بهر است گام فرسائے و یار شوق دیدار ترا

جلوه فیض تو تا بد قایم میبایدش هر دے نتوان صدق گردید اسرار ترا

دیدہ در خواب امشب جلوه آن ماه را

گرد سر گردیم باقر بخت بدار ترا

۹ بکام جاں برساں جام عشق و مستی را ز لوح سینہ خود شو غبار پستی را

بغیر نقد دل و جاں چه بر تو افتادم قبول دار ز ما عذر تنگ دستی را

بزرگ آئینه روشنگر حریم دل است بنگ تو به وزن جام می پستی را

بقتل عاشق مسکین یک غمزه بستان ز ابرواں چه کشتی خنجر و دوستی را

خوش است گریه و گه ناله خیز لے دل مدد دوست خود ایس شیوه نایستی را

دگر بهوش نه آمد ز بخودی باقر

چشید هر که ز جامم میستی را



۱۰ نه بینم گر رخت را بر که بستم دیده خود را  
 شنیدی فتنه فرواهم و روش تماشا کن  
 نکردم آشنا بکره دریں باغ جہاں باز  
 بعفت لے مہ کمال ندانستم ہلال آسا  
 زلال لعل نوشت را منم لب تشنه تو انم  
 سرم قربان ناز تو بکام ماسیہ روزاں  
 رساگر میشود بچم زنگ آستان تو

بجز بابت کنم چون خوش دل غمیدہ خود را  
 دے در جلوہ بیرون وہ رخ پوشیدہ خود را  
 ز گلہائے تنہا دامن بر چیدہ خود را  
 کنم کاہیبہ از غمہا تن بالیدہ خود را  
 بہ آب خضر تر سازم لب تفسیدہ خود را  
 بسم ریز کن لعل می مالیدہ خود را  
 وہم بالیں آسایش سر شوریدہ خود را

خوشی تا کجا باشد بود چہیں تباہی  
 بہ یا قمر مہربان فرما دل رنجیدہ خود را

۱۱ دہ نورے در چشم بنیش دیدن مینا  
 بمستان می دہاند یاد طرز سجد حق را  
 تو چوں ساقی شوی از فیض دست تو بچہ  
 بہ بزم آں بت میکش تماشا دے در کرد

فراید کام جہاں را لذت بوئیدن مینا  
 ہمیش ساقی ہوش چہیں سائیدن مینا  
 بزم گروش پیمانہ از گردیدن مینا  
 ز شاوی خندہ جام و بخود بالیدن مینا

ز بزم میکش آں آمد مرا خوش این را باقر  
 بخدمت گشتن پیمانہ بر خود خدن مینا

۱۲ سرو گل و بہار نیاید بکار ما  
 شکر خدا کہ در بزم آمد نگار ما  
 گلزار ما توئی و توئی تو بہار ما  
 آمد بکار زندگی مستعار ما

دی شب کہ بر سرم رسیدی جدہ آ  
 عمرے گزشتہ است کہ از نامہ پیا  
 از تند باد و ہر وز آشوب روزگار  
 ای سرو من بیا تماشا کہ ہست چو  
 تیر دعار سد بہ نشان قبول چو  
 بے پردہ از حجاب تماشا ہی کنم  
 ہر جا کہ ہست بے ہر اند سر بلند

جانا چہا طمید دل بہیت را  
 یاد منی کند بت نسیاں شعار ما  
 ہرگز ز کوچہ تو نخیز و غبار ما  
 از آب اشک تر چہیں انتظار ما  
 گر بر کمال خود نرسد اضطراب ما  
 رشک تجلی است کنوں استار ما  
 قدر ہنر کجا است دریں روزگار ما

باشد ہنوز چشم امیدم حشر  
 عصیاں اگر چہ گشت چو باقر شعار ما

آفتابیت کہ روشنگر جانست ما  
 حالت گریہ ہجر تو چہ گویم چو نیست  
 نگہ ز گس فتاں تو غارت گردل  
 من ز جورت نکم شکوہ تنالم اے دست  
 من بہت شران تو از بہر خدا زود بیا  
 آہ تا دور ز بزم طربست اقام

۱۳ داغ عشق تو کہ در سینہ نہانست ما  
 رود بار بیت کہ از دیدہ روانست ما  
 خندہ لعل لبست آفت جانست ما  
 ہر جفا کہ کنی راحت جانست ما  
 دل سودا ز دہ بس بے تو طیانست ما  
 کار باز فرم آہ و فغانست ما

ملہ بقران تو و قربان تو ہر دو محاورہ است - مرزا طاهر وحید گوید - شنیدم گفتہ جانان چہ میگردد و وحید اینجا -  
 چہ میگردد و بقران تو میگوید و بقران تو - و میر محمد فضل ثابت گوید - از کوئے تو رفتن است مشکل -  
 قربان سہ تو میتوان رفت -



غیر ازین هیچ ندانم نه بخوانم باقر

اصدق اصدق همه دم و روز زبان است

۱۴ بیاساقی بده جامے رها کن از خودی مارا  
بر دل کش از درد و دشم لباس نه تقوی را

بجا یا راست و در دل یار و من و زوال او

دلخون کرد خاموشی فدائے ناز و کمینیت

ز قد و لکشتش عمرے بود خالیت اغوشم

برنگ شمع ناگه جلوه فرما در شبستانم

کجا آں طالع میمون که بینم بر مراد دل

بپهلوشا هر رعن او در کف جام صهبارا

نباشد هیچ ممکن را وجودی غیر حق باقر

کشا چشم حقیقت میں یکے داں موج و دیارا

۱۵ خوش عمر بغیرت گزرد همچو منے را

از درد و قراق تو شب و روز کنم جاں

چوں خار کند خسته تننت را و برق گل

زلف تر جاناں به نگاریں برود و دوش

آں طره طراز خود مشک فشانست

اے تازه نهال چمن حسن چه سازم

در کون و مکانست فروغش که ندیم

بے جلوه او خلوت و هم انجمنه را

مسجود هجاں حق بود اے شیخ چوبینی

سگر گرم سجود صنعے برهنے را

افتاده جدا دور تر از شهر و دیارم

از لطف بیاد آر بعید الوطنے را

نازیم بشیر نی گفت ارتو باقر

کوتاب سخن پیش تو شیریں سخن را

۱۶ دادم نه گه دل مہ من خبر تو کسے را

بے یاد تو هرگز نکشیدم نغصه را

در و دل عشاق و کجازد تو زاید

این درد نباشد چو تو بے ملوسے را

کس هیچ نداند که بهجرت گزرد چوں

از راز خود آگه نکند هم نغصه را

هر آنچه خدا داد تو اں کرد قناعت

در دل ندھی راه ہوا و ہوسے را

پرسید دریں قافلہ سالار کد مست

از وے که شنیده است صدائے حبسے را

گشتیم در آفاق جہاں لیک ندیم

از جملہ حسنان جہاں چوں تو کسے را

باقر بکلام نہ بود حشو و زواید

در گلشن مارہ نہ بود خار و خسے را

۱۷ کرا چشمے کہ تابے پرده بند آفتابش را

قیامت جلوه گر گردد چو بردار و نقابش را

چه دل با ابلق ایام بندی کز سبک تازی

مخی باشد شبائے ہستی پاد در رکابش را

کے زیں بزم نہ توان شد حریف گریز

کجا باشد جگر دارے کہ بر تابہ نقابش را

ز بیداری چشم خون نشان من چه می بوی

خیال زلف شگوننت پریشان کرد خوش را

من از میخانہ مے خوردہ ام باقر کہ تا شتر



افاقیت روئے نماید ز بد متی خرابش را

۱۸ سویم غیر سچو صبا نو بهار ما  
انداز تا ز دغمه و طرز تفالش  
یادم نمیکند بت نیایا شعرا  
صبر و شکیب برده و تاب قرار ما  
خون میکند دل گل و نسیرین روئے  
چون غازه میکشد بت گلگون عذار ما  
کردی شهیدان ز خود اکنون ز روئے صد  
شمع بی بار بر سر لوح قرار ما  
از فیض جلوه اش همه برق تجلی ما  
پروانه همچو شمع بجز دوشمار ما  
هم در شباب صرصر عشق تو کرد پیر  
دیر سے نداد رو که خراش شد بهار ما  
همتم دیرین چمن چه یکے تخیل بهار  
بے برگی است سرو منظر برگ بهار ما

شرم گنه به بی که ز آمر زگار حق

باقر نخواست عفو دل شرمسار ما

۱۹ حالت نزع است بنماید محبوب ما  
بر سرم آید دارم حال بد خوب ما  
گر شود گاه گزارت در جرم خلوش  
ای صبا از ما سلا می یار محبوب ما  
خاطر م چون شاد گردد قاصدا خوب و خوب  
من گرفتم خرباز و ساخت مکتوب ما  
در طلب سرگشته ام دیو حرم گردیده ام  
تا کجا منظر لکه است آن شوخ مطلوب ما  
یک قماش خوش که سودا بیار من نبود  
خود پسندید از کرم این جنس معیوب ما  
گرچه باقر هر نفس گرم فغانم زایم  
نیت رجم بر من آن ترک دل آشوب ما

جان من سوخت فراق صفا زود بیا  
ایکه از شرم و حیا جانب مارو کنی  
لے پری شیوه و لے ماه لقا زود بیا  
من لبت بر بان حیا لے تو بیا زود بیا  
از حیرم مه من یک صبا زود بیا  
نشر غم شکنده بهر حسد زود بیا  
شد تشنگی شوق تو سوز و جگر  
یاشدم و روز بان بے تو زود بیا  
اے به لعل لب تو آب لقا زود بیا  
شاید کج کلمه تنگ لب زود بیا

باقر خسته دل ز دور و فراق است بجا

اے همه سحر و فسون ناز و اواز زود بیا

چون بشوخی بنگرد آن میگد آئینه را  
چون بدست خویش گیرد آن نگار آئینه را  
عکس روئے او نماید لاله زار آئینه را  
میکند گرمی شش بقرار آئینه را  
جم اگر یک ره کند نظاره روئے شنت  
جلوه چمن چمن او با غوشش دلش  
چون مقابل شد به آن گلگون قبایه بنه  
بسکه حسن بے مثال او نخواهد غیر خود  
از درون پرده اش بیرون کنم در دست  
بادل عاشق چه سازد و گر چمن سیمایاں  
عکس روئے او نماید لاله زار آئینه را  
میکند گرمی شش بقرار آئینه را  
بر صفای روئے تو سازد و شاد آئینه را  
همچو دریای می نماید موجب آئینه را  
در کنار آمد عجب رنگین بهار آئینه را  
می نگردد ماه من هرگز دچا آئینه را  
جاں طلب آورد و در انتظار آئینه را  
جلوه روئے تو سازد و بقرار آئینه را

از درون لوح دل حرف دوئی را مخکن



کن مصفا باقر از گرد و غبار آئینه

۲۲ بیا از چهره روشن کن شب تاریک زندان را  
دم ترع است ای هدم شوقش میدهم جزا  
مده از دست ای زاهد خلوت زین ایام را  
بیایش گزوم قربان نه قیمت چه میدهد  
بنازم جذبه عشق ز یخار که در راهش  
ز تاثیر فغان نه بجان من عجب بنود  
پریشان میشود شیرازه جمعیت خوابان  
ز برق جلوه تو بزم گرد و دادمی امین  
فروغ جلوه حننت بوقت سیرک لاریت  
بدور عارضت آمد ز دیو کعبه استغنا  
نیم آس بیا گلهای داغ تماشاکن  
پے درس محبت چون بکتابخانه میرفتم  
بخاک تر بتم کمره بیا جانان چه کم گردد

ز آسیب جزا باقر چه می ترسی که حق فدا  
خرد با تقد آمزش متاع جنس عصیان را

۲۳ بود حبس دوام ای دای ز دانی الفت را  
قناعت شیوه ام باشد توکل خجسته طبع را  
حینان جہاں رسم و فامید اشتد اکو  
به اوج مرتبت باید تواضع خجسته خود کردن  
کشی در مجلس و عظم کنی از خلوت تم بیرون  
طیم در خاک و خون زین کجاست جان هم  
تو از فرق پاک کردن که آمد نامه زیارم  
چه میخسپی دل شب جلوه حق را تماشاکن  
مصیبت چند بر تاجم به دوری دیار خو  
رہائی کے تواند شد گرفتار محبت را  
بسیکشی غنی ہستم چه سازم مال و دولت را  
مگر منوج بنمودی تو آئین مروت را  
مال کار جز دولت نشد ارباب نخوت را  
کجادی تو ای واعظ علوی شان غزلت را  
خداوند ای که بنما رخ آں ماه طلعت را  
که بس شوق ملاقات تو باشد مابودت را  
بہشیاری سرباپی زن این خوا غفلت را  
چہاں صبح وطن سازم خدایا شام غربت را

ز خوف کثرت عصیان ہی لرزنی جان باقر  
فراموش میکنی نادان ز غفلت شان رحمت را

۲۴ جلوه آرا چوں شود ماه پری تمثال ما  
جلوه فرما گر شود و کلب تارم چه دو  
نیت خالی از ارم هرگز مرا وقت طرب  
سخت جانم سوز عشقت قصه کو میسکنم  
دیدہ گوہر نشان و چہرہ زروم بین  
ذکر حسن عارضت میباشدم و در با  
میکشد کارم به بیہوشی بگرد و حال ما  
شمع روئے غمخیز گیسوئے مشکین خال ما  
از محرم میشود غمناک تر شوال ما  
مختصر تفصیل مایب است از اجمال ما  
از دل زارم چه میپرسی به بین احوال ما  
نیت خرد یاد لب لعل تو قیل و قال ما



جند آئینے کہ ہر دیوار و در آمد برقص  
 در با خوش نغمہ بنجیدہ شب اقبال ما  
 جہد با کردم بجمہ شد کہ پیوستم بدو  
 مر جہا نخت بلند و جند اقبال ما  
 از زبان آن سنگر تا چہ می آرد پیام  
 میرسد از دور یارب یک فرخ فال ما

حالت نزع است از بہر جند آں ماہ

میتوان کردن خبر با قمر برواح سال ما

۲۵ از جور و جفائے تو نباشد گلہ ما  
 باشد ز چنین شیوہ بلند حوصلہ ما  
 اینک غزل تازہ بہ پیش تو کم عرض  
 یک بوسہ ز رخسار تو باشد صلہ ما  
 در ہند نہ تہا شدہ ام شہر آفاق  
 در ناحیہ ملک عجم غلہ ما  
 در مشرب چشم غلام شہر اصدق  
 با خواجہ حسن دست زند سلسلہ ما  
 پا کردہ ز سربہ احرام دینہ  
 رقصاں ز طربہا برو دقاسلہ ما  
 رفیقیم بسودائے تو در دامن ہر شہت  
 کو خار کہ سر سبز نہ شد ز آبلہ ما  
 ہر گوہر نظم است بہ از عفت دیرا  
 آن کیت دریں عہد کہ بخت صلہ ما  
 از دشمن و از دوست نداریم شکایت  
 رحم است بر آنکس کہ بس از و گلہ ما

بے کرد مرا پائے طلب طومر اصل

باقر چہ کنم دور بود و جسد ما

حیرت زدہ کرد آں رخ زیبائے تو مارا  
 آئینہ منظر محو تماشائے تو مارا  
 در کوئے تورفتن نتوانیم کہ کردہ است  
 زنجیر بپا زلف چلیپائے تو مارا

وقت است کہ آئی تو سوار از پی صیدم  
 وقت است کہ آئی تو سوار از پی صیدم  
 فارغ ز حسن بداری کوین بگشتم  
 فارغ ز حسن بداری کوین بگشتم  
 از خویش بر فقیم کردہ است چنانست  
 از خویش بر فقیم کردہ است چنانست  
 بر خاک بنید از دم آن جنبش ابرو  
 بر خاک بنید از دم آن جنبش ابرو  
 با خاک برابر چو شود کالبد ما  
 با خاک برابر چو شود کالبد ما  
 گر آمدنت ہست بیاحسان من ابرو  
 گر آمدنت ہست بیاحسان من ابرو  
 از میل حینان جہاں بود فرام  
 از میل حینان جہاں بود فرام

گفتم کہ داری سرمایہ بیچ بفرمود

باقر بنود میسج بدل جائے تو مارا

۲۷ در دیدہ و دل نیت بخر جائے تو مارا  
 در دیدہ و دل نیت بخر جائے تو مارا  
 در دل من بہ شدنی نیت رعیشی  
 در دل من بہ شدنی نیت رعیشی  
 در پر تو رخسار تو بسیم رخ خود را  
 در پر تو رخسار تو بسیم رخ خود را  
 از گردش چوں ساغر پرچش متا  
 از گردش چوں ساغر پرچش متا  
 ہنگام تماشائے تو سودائے محبت  
 ہنگام تماشائے تو سودائے محبت  
 بودیم بر رخ بستہ در از روی حینا  
 بودیم بر رخ بستہ در از روی حینا  
 فردا است بعید آہ ہم امروزی بجا گشت  
 فردا است بعید آہ ہم امروزی بجا گشت  
 از ہر دو وفا گوے کہ بس سخن خواست  
 از ہر دو وفا گوے کہ بس سخن خواست



باقر سخنی سنج که دل میر و از دوست

ایں شوخی انداز سخنهای تو مارا

۲۸ خنداں بدل بود گل داغ از بهار ما  
 باشد طراز دامن و خشت عنب ارما  
 از سر هوائے بادہ اظہر بروں دہی  
 ز اہد اگر چشتی ز سہ خوشگوار ما  
 ای برق ہوشدار کہ امشب بھریا  
 گرم طعیدان است دل بہت سارا ما  
 تا سر بر آستان بلندت نہادہ ایم  
 از عرش بر تراست بر اعتبار ما  
 آمد بہار و شاہد گل چہرہ بزخوت  
 بکرہ در آجیلوہ تو ہم نہ ہار ما  
 آفاق سیل حادثہ بر ہستم زنداگر  
 ہرگز ز کوئے یار نخبند غبار ما  
 قطع نظر ز رحمت عاشق نکر دایم  
 باقر شدار چہ کثرت عصیان شعار ما

۲۹ تو اں دیدن یا وانش تلک گاہ ایمن را  
 چہ باشد سرو تا پیش قداوت بر افرا  
 بیا بادام زلف ویر ترگاں بہر صیدن  
 بہ بین زیرنگی شانہ کہ شوق دانہ گندم  
 مشک میکند چون خانہ زنبور و ہار  
 نباشد کار و انم را لبہا خطرہ غارت  
 بر غنا قاتمی شد مہتر ہر چہ در عالم  
 نماید جلوہ اش خورشید محشر چشم و زان را  
 چہ باشد در نقش پیش رخ او روئے سوسن را  
 بفرما مطلع خورشید بکرہ پشت تو سن را  
 کشد سونے زمیں آں آدم فردوس سکین را  
 بفرمہ سر دہی بکرہ اگر آں چشم پر فن را  
 چرا غم کو رمی سازد چون گرس چشم رہن را  
 نداند سروبتاں چون قند طرہ چمیدن را

نی باشد کیش ما میان نیک بد فرقی  
 بچشم دوستی چون دوست می بینم دشمن را  
 پر پرواز بکشد یاد با وج رحمت یارب  
 چو مرغ روح بگزارد بگیتی خانہ تن را

بلوچ دل بود باقر ہمیں نقش تمنایم

کہ بینم وقت مردن جلوہ آں روئے روشن را

۳۰ بدیدم تاز بالائے تو طرز دلربائی را  
 ز لوج دل ستردم نقش حرف پار سائی را  
 درون گوشہ خلوت تو اے ز اید چہ می بینی  
 یہ میں در روئے یارم جلوہ شان خدائی را  
 بطرز ناز تو عرض نیاز خوشتن کردم  
 نمودم وقف در گاہ تو مشق جہ سائی را  
 بود انداز و ناز از خوبان جہاں کیو  
 نیدانم کجا آموخت طرہ دلربائی را  
 جمال آفتاب شد بذرات جہاں روشن  
 بروئے خوب رویاں جلوہ داری خود نمائی را  
 دل من بندہ عشق است اے ز اید نہ کیو  
 زمن این خرقة سالوس نہد و پار سائی را  
 بکار مشکل من یا علی مشکل کشا رجمے  
 بدست قدرت بخشد حق مشکل کشائی را  
 من گم کردہ روہ را حضرت اصدق مارا  
 منحصر کرد حق بہر تو کار رہنمائی را  
 بقربان تو از جو رجفا ہا ہر چہ خواہی کن  
 مبر چشم تو از بہر خدا نام حبائی را

طیڈ در خون دل باقر قیباں کامیابی

تو اں دیدن بچشم عبرتے شان خدائی را

۳۱ روئے تو شد مقابل ما  
 خوں گشت بدوریت دل ما  
 جامید ہم بدیدہ و دل  
 آئی تو اگر بمنزل ما



بأحر فوسن چنین دل تو گما ہے نشہ است مائل ما  
از آہ و زآب دیدہ گل کرد اسرار نہی دل ما  
چوں روز شب من است روشن شد روئے تو شمع محفل ما  
اے راحت جان من کجائی شد پارہ فقر مت دل ما  
پرسید کہ ہاں کجاست باقر

آں کشتہ ناز بیدل ما

۳۲ خوشا و میکہ بہ بینم بہار رنگ ترا خوشا نصیب کہ بوسم دہان سنگ ترا  
ز تند خوئے تو عاجز مہ چیاں ہر دم بجان و دل بدہم جائے خشم و جنگ ترا  
دل ترا است اگر میل ناوک اندازی دل و جگر بنمایم نشاں خدنگ ترا  
نتیجہ نہ بجز رونہ در فوسن اشے چہاں بدست خود آرم دل چو سنگ ترا  
بگفتش کہ بہر نام و رنگ من فرمود برو برو کہ نخواہیم نام و رنگ ترا  
یکے بسوئے من خستہ ہم کماں در کش کہ تابینہ چو دل جاوہم خدنگ ترا  
بشوق بر کہ پے مشق برق اندازی سر من است کہ گردن نشاں تفنگ ترا

متاع صبر و سکون سوخت در دل باقر

ز غارہ کرد چو مشاطہ شعلہ رنگ ترا

۳۳ پردہ می انداز رخ شاہد راز مرا روسیہ بادا الہی اشک غماز مرا  
یوسف مصری بشوخی واداہا کے رسد آں سراپا خوبی باعثوہ و ناز مرا

در تخیل شد ز ہوش و سروماز از پاقا دید گلشن چو قدس و طن از مرا  
پیش پا افتادہ مضمونے بند و طبع من کے صرید چنین صیدا است شہباز مرا  
ہر زمان نام خدا دار و ملاش طبع بخیاں فتنہ نوقت سنہ پر داز مرا

خوش نمی آید بحشیم جلوہ حسن کے

ہاں تو اں بنمود باقر جلوہ پرواز مرا

۳۴ بیابوئے من اے رشک نو بہار بیا چو جان تقابل جان دادہ در کنار بیا  
بیابا ز کجائے کشیدہ می آئی کہ لغزشیت بر قنارت از کنار بیا  
بہ چشم از زرسیدی پے نماز اکو ز بہر فاتحہ چوں شمع بر مرار بیا  
گل است خندہ زن و سرو می چہ باناز تو نیز در چمن اے سرو گلزار بیا  
یکے ز ناز قدم رنج کن کہ در پات متاع صبر و حزم می کہم نشاں بیا  
فدا اے تیزی رہوار تو گے سویم غنا گسستہ تو اے ترک شہسوار بیا  
بمن کہ محرم راز تو ام چہ شرم و حیا عبت بود زمیں خستہ ننگ و عار بیا

طید بخاک چو بسمل بہ دوری تو یکے

بسوئے باقر و خستہ اے نگار بیا

۳۵ بصلح چوں کشم اے دل خوش رنگ ترا چگونہ نرم باز مہ دل چو سنگ ترا  
خدنگ غمزہ ات از بہر شتم کافی است بریدن از نبود تیغ سر بزرگ ترا  
تو رشک خود بہشتی بت فرنگ ترا ز خلد بہہ شرم کشور و سرنگ ترا



ز و عدّه تو خوشم خواه دور یا نزدیک  
که زود می شمرم و عدّه درنگ ترا  
بر اندی از بر خویش و درشت فرمودی  
بیان کنم بکه این ماجراست جنگ ترا  
نهم چو جان به تن زار خویش شتریت  
بینه جا بد هم همچو دل خدنگ ترا  
ز چشم بد گل روی تو در امان باوا  
خزان مباد الهی بیارنگ ترا  
ز ناوک مره ام کشته که هیچ سپر  
نبوده است چو تیر قصه خدنگ ترا

ز عشق تو به لب مرا خدای را باقر

که عشق برده بت را چ نام و رنگ ترا

۳۶ یارب چه تمنا است من خسته تن را  
در بر چشم سرو قدی گلبد ترا  
با آن رخ رنگین که بود چشم بدش دور  
نسبت نبود هیچ مطرا چمن ترا  
قربان به دم خنجر تیر تو سر من  
برغش بیا کشته خونین کفن ترا  
یک جلوه بفر ما طر بزدم حرفین  
کن از رخ خود رشک چمن انجن ترا  
لے من بقدا بیت بسر خود ندیم جا  
بانگیت زلفت تو نسیم ختن ترا  
لے غیرت گلشن بچمن بے گل روت  
کے خوش بکیم جلوه سرو دسم ترا  
ای همفسان مرده که عاشق شده ام من  
شمشاد قدی ماه رخ نسیم تن ترا  
بر پائے تو اشک گرفت نام چه بنام  
در راه تو قیمت چه بود جان تن ترا  
در کام و لم نغز ترا ز شربت نغز است  
یک بوسه زون پشته شیرین دمن ترا  
در باده دولت و نبی که حرام است  
هرگز نه بیالای تو دست و دمن ترا

دنیا همس پوچ است غمش پوچ ترا پوچ  
بر دار ز دل این همس پوچ و محض ترا  
باقر زره دور و دور از آمده سویت  
لطف کن و دریاب غریب الو طرا

فراق یا کج و توان و تا کج  
مرا ز چشم ندانم که رفت خواب  
مرا و طیفه ز نخت دل است و خون جگر  
شراب ناب کجا ساقی کجا کج  
مکن کرشمه که از عشق و غم انگو  
زمان شب کج عالم شب کج  
کنون فدا ده بے دست بازون ای دل  
طییدن تو کج رفت و اضطراب  
کشا و بند قبا چه سره پر عرق چو گل  
تو میروی مہ من گو به این شب کج  
برو شد است بستی سحر زحمت نه خود  
ز چهره ماند کج بر قعه و لغت کج  
نشست غیر به بالا دمن فرو چه شود  
جباب بحر کج و در خوش آب کج  
فدا ده ام من مست گنه ز حق فاعل  
نماز صبح دعا های متجرب کج  
میان ابرو دو چشم فغان است غم  
سر شک من کج گریه سحاب کج

بگفته تو که بود جلد منی باقر

چو شعر حافظ شیراز انتخاب

۳۸ دیدم نه عارض تو و هستی تو بر ملا  
از غایت ظهور بماندی تو در غنا  
من پاکباز عشق تو هستیم با کس  
جز تو خند اگو که نگشتیم آشنا  
بصره هست شکوه عیسی بلبل رساند  
خود بوده است در دل خسته لا و



از کثرت گناه مانده است چاره ام  
یارب مرا بدر که محبوب خود را  
لے حسن پرده پوشش کنم محو جلوه ات  
هم احمدی و هم احدی ای فدایت  
چون تو به حسن نیست حسینے بزور کار  
دل میکشد بسوئے تو حسن یلیم تو  
پیکان غمزه میزنیم در دل و جگر

جنرا آنکه بر کشتی و تم غم و خراب  
در دل مانده است جز این هیچ عیب  
فارغ شویم تا ز تماشائے ماسوا  
شان رسالتی تو و هم شان کبریا  
چون تو به دلبری نبود هیچ دلبر  
کا هم من ضعیف تویی طر زنده کبریا  
تیرانگی و میفکنی تیر به خطا

شد ساز و آواز از مد و بخت کامرا

از بهر من بهر انچه بگفتی توان ساز

۳۹ روئے چون آئینه ات مایه سرائی  
توب حل برساں بار خدایا نشود  
منعاً اطلس و دیبائے تو خوب است مرا  
ناگه افتاد مرا بار امانت بر سر  
دل دیوانه به بند بر زلفت در مان  
هست در بند اگر شهرت نظم عجب  
نرود در دس بر من ز مد او ای مسح

طره ات شانه کش زلف پریشانی  
که شود عتق بلا کشته طوفانی  
نه بود خوبتر از جامه عریانی  
طرف آورده بلا این همه نادانی  
نشد از قید درها یوسف زندانی  
اصفهان پر شده از شور و خندانی  
باں شود خاک درت صندل پیشانی

نه خیز مانده عسری نه نظیری باقر

تا شود شیفه طرز غزل خوانی

آتش بر سر بر زده سودای تو مارا  
مجنون تو بده دامنم از دست ای دوست  
شو قم بکشد نفس آن روز کدام است  
امروز بیا بارخ بے پرده در آغوش  
آن بخت رسا گو که بزنگ سر زلفت  
بنشاند بر وز سیه تیره زار بخت  
هم از نگه مست و هم از غم فوجا  
هستم به همی جامه عریانی خود مست  
گر جاں لب آمد که کند زنده جیو  
جز دیدن روئے تو هوا و هوای نیست  
وستم کشی بے سبب و گاه برانی  
در دیر و حرم چون به برم سجده که کرد است

به نمود قصه عاشق شیدا تو مارا  
دل گیر و ازین تنگی صحرای تو مارا  
کاید به نطر صورت زیبای تو مارا  
تا چند کشد وعده فردای تو مارا  
باشد سر سودا زده بر پای تو مارا  
زلف سیه غایبه فرسای تو مارا  
دل بر زلف زگرش شهلا تو مارا  
منعم نه سر د اطلس و دیبای تو مارا  
یک بوسه از آن لعل شکر خای تو مارا  
فارغ ز بهیساں کرد تمنای تو مارا  
خون شد جگر از شورش بجای تو مارا  
قسمت ز ازل ناصیه فرسای تو مارا

گفتم که به بین حال بدم گفت که باقر

گر جان رودت تیر چه پروای تو مارا

ز آه و ناله فرصت نیست یک ساعت لب مارا  
شب بجرم قیامت شده خواهد آمدن پای مارا  
رسانی تا بر عرش است یارب یارب مارا  
گریبان حشر و دست دامن شب مارا



بجولان گردی ای قیس در میدان مینایی  
نکرد و همخوان شید ز عشقت اشهب مارا  
بود عشق تباں کارم بود پیر مغسایم  
برو و اعط بکار خود چه پرسی نهیب مارا  
سحرگاه وجود من درین حسرت بشام آمد  
که سازی روزگار به از رخ روشن شب مارا  
شب وصل است میخوابی تو عرض مطلبم ازین  
سرت کردم چه می پرسی تو خود گو مطلب مارا  
بود آن ماه سیمن جلوه گرد برج آغوشم  
به بین اختر شناس مشب عروج کوکب مارا

بگفتا چوں به او گفتم که ده یک به غیب

که باقر تو که باشی تا به بوسی غیب مارا

۴۲ رساں در شهر جانانم ز راه به خطر مارا  
نشان در کوچه اشش یارب گردان بد مارا  
نه چون سیلاب خوں جوشد ز ابر چشم گریانم  
که مرگان کجاست جانان بدل ز دینش مارا  
بیراست جان بهیشت نام بیایت نرفد اندام  
بیا جانان که از تو نیست دیگر دوست مارا  
تباشند جز بدست تو خدایان نفع و نقصانم  
عدو گردد اگر عالم رسد که ضرر مارا  
تقاعث پیشه ام گردان به اوج غم برسا  
بدست مهرش فادام ز جوشش گشته برام  
بخاک دلم به نشاند حرص سیم و زر مارا  
بدین وار پر آشوب به چو شتم از عدم طاهر  
بر نفس لعین یارب بد فتح و ظفر مارا  
ندام جز بذات تو نه منیم جز حال تو  
نه آسودم دوروزه هم که پیش آمد سفر مارا  
بغیر از جلوه رویت نه آید در نظر مارا  
به وادی طلب گشته و به راه میگردم  
خدایا بر صدق را بگردان راهبر مارا  
بکنج عافیت بنشان هر رخ و بلا بر مارا  
مده عشق تباں یارب مده این درو بر مارا

براه دوستی یک جلوه فرما در آغوشم  
بها از من اگر خواهی نباشد سیم و زر مارا  
بحق نور ذات خود بحق نور محبوبیت  
بدنه نور نطنس یارب بگردان دیده و مارا  
به پهلوی تو به شستم شود گریخت ننگت  
مرا از بارگاه خود مینداز از نطنس مارا

بے ملک جہاں دیدم بے گشتم کنون باقر

بکوی اوشینم نیست مقصود و دگر مارا

نمی کشد دل من سوسه بوستان تنها  
چو سیر گل نکم بے توجان جان تنها ۴۳  
کنون بلجج یاران خوشی از ان اندیش  
که جا بهی کنی در قبر جاودان تنها  
ولا به ناله بس کن که دوستان فرسند  
بمانده است وجودم از ان میاں تنها  
کنون ز تو بگلستان ہی رسد صیفا  
و گرنه دشمن جباں بود باغبان تنها  
نه بلبل و نه قمری و نه هم صیفر یک  
دریں چمن چه به بندیم آشیان تنها  
چو پے قدم سگ کوئے تو میکشد دانا  
بر اندم ز در تو نه پاسبان تنها  
بے بخاک طید و به بے بخون غلطید  
بنداخت یک جهاں تنها  
کجا است عرفی و صائب کجا کلیم و خیر  
منم فتاده دریں جاز هم زبان تنها  
جد از منزل مقصود ره غلط کردم  
زبکه دورفت ادم ز کاروان تنها

نه بر دبا خود و فرمود صایه سیم باقر

گرفته ایم اجازت ز باغبان تنها

میدهم جباں بفرقت صنما زود بیا  
ای قدومت پئے بیمار شفا زود بیا ۴۴



زخمی تیغ نعت نعل ز تو باشم تا که  
چند داری ز من اعراض روان و بیا  
تا به آغوش ترا تنگ بگیرم چو قرب  
لے بت کج کله تنگ قرب از و بیا  
مردم را زنده کند نعمت جان بخش لب  
لے چو لوی فلک نعمه سر از و بیا  
از من خسته تناس وصالش برگو  
با جواب خوشه ای پیک صبا و بیا  
کن منور ز رخت حنائی بے نور مرا  
مایه نور و ضیا شمع رخا ز و بیا

در فراق رخ تو با قر دل سخت را

جاں بلب آمده صیسی نفسا ز و بیا

۴۵ چو در بر یکشم یک دم پری رو نو جوانی را  
غیمت تر ز عمر خرمیدانم زانرا  
نی خیزد صدای بلبل و نه نغمه قمری  
ز باقی داشت در گلشن خراں یک آشیانه را  
بود آب خضر آب و تمغیت چه کم گردد  
کنی سیراب زان آیه لب تشنه دانه را  
مرا با بهمت عالی فریب غمزه دنیا  
بدام آرد چسبان کس طائر عرش آشیانه را  
نی دانم کجا هستی کجا باشد مکان تو  
ز تو بس جستجو کردم نمی یابم نشانه را  
مرا تعلیم کرد کاشکے افسوس گریه افول  
کز تو خیر می کردم دل نا مهر با فانه را  
بپر بهیز از طعم غم لکاکا گرجاں ملایه  
مده زین لعلت هرگز لذت نمی کام دانه را  
خداوند انصیسم ساز طوف روضه خواج  
بکن زیب جبینم حبه آه آستانه را

تویی ز شک نظیری و فغانی و سخن باقر

جزاک الله چه ایراں کرده هند و ستاره را

۴۶ در یاب کیسند بنده را  
در کوچه خود طپنده را  
ای ز شک میخ زنده فرما  
این مرده بنام زنده را  
محروم مراں ز در گه خود  
ناخیز و هتیر بنده را  
در حلق چکان زلال مطلب  
این زهر محن چشیده را  
دست بده وز خاک بردا  
سر پیش خودت ننگنده را  
از راه خطا شها بگرداں  
دامن بچسبان گزارد اعمی  
در راه خودت طپنده را  
ای خواجه هر دو کون در با  
همچون تو عصا کشنده را  
بر خاک درت طپنده را  
شاها چو توی معین بکن دور  
از بنده عنیم گزنده را

باقر بودت غلام بگر

میکن لقیف رونده را

از گل روزه تو کرد و نگلستان پیدا  
وز لب لعل تو شد چشمه حیواں پیدا  
آمد از نور جبینیت مه تاباں پیدا  
شد ز عکس رخ تو مهر و خشاں پیدا  
من بقرباں وجودت که پی شام وجود  
شد ز نور رخ تو شمع و خشاں پیدا  
عرش فرش ره سیر تو نمودند و ترا  
قبله گاه پی سجده دوراں پیدا  
پیش از یس امن و اماں بود و لیکن بنمود  
سحر چشم تو عجب فتنه دوراں پیدا  
من ندانم که چه چستی لیکن به لقیس  
هست از صورت تو شوکت یزداں پیدا



نکته سخاں بجایند و سخت داس بیار

بجو باقر بجایان شده سخندان پیدا

۴۸ از گلو انداخت و از کف سحر و زنا را  
برده از دین و ملت کافر و دیندار را  
شد به آفاق جهان تا غفلت بلند  
در کساد انداخت یوسف گرمی بازار را  
افکنده تا از ادای روستی نگاه باز خود  
تا تو اینها فتنه زدن شد ز کس بیار را  
صبحدم باد صبا تا نجات زلفت رسا  
از خجالت آب شد خون طبع عطارد را  
نیت جرم جنس عشق تو و مغذوم داس  
سرکن از بهر تلم غم نره خونخوار را  
بسکه در جوش خنجر ز دوام رخ و چاک چاک  
لاجرم گرفت مجنون دامن کسار را  
پنبه سال سوز و بیکدم گنبد هفت آسمان  
گر عشقت سر دهم یک آه آتشبار را  
لاف عرفان یسری زاید تو با عجب و یا  
سوز از آه نهانی پرده پندار را  
گر ترا پیش آید دل مشکل و رخ و تق  
یاد کن مشکل کشایت حیدر کزار را

گر به پیش برکشی باقر سرود و در غم

بر نخیز و نغمه متعار موسیقار را

۴۹ دیدم شب آن دوزخ مست شراب را  
و دیدم سر به گریه و چشم پر آب را  
می آمدند حبس به بر سحر در گلو  
کردم سلام شیخ مشخت ماب را  
در خواب راحت عجب بوده ایم دوش  
در بر کشیده آن بت مست شراب را  
لب تشنه ام بخلق من تشنه جان بریز  
از تیغ آبدار خود قطره آب را

معتوق جلوه گر شب ماه است چمن  
ساقی بیا کشتی و جام شراب را  
دور شراب و محسوس یاران گلشن است  
مطرب بغیر آبرو و در باب را  
ظلمت سرائی من شده روشن شب وصال  
برداشتی چو از رخ روشن نقاب را  
من با تو ام قریب تو هم شو بمن قریب  
از غیب گوش کرد و دلم این خطاب را  
شد تر تمام نامه عصیا من زاشک  
حاضر کنی چه دفتر غرق در آب را  
المختصر بخش و ز اعمال من میرس  
بامن مده طویل حساب و کتاب را  
زاهد چو تار شهابها چو ریخ تاب  
در کاکل تو کرده نظر پیچ و تاب را  
این سن رسیدگی سبب منع عیش نیست  
سبقت رباست بریم عمر شباب را  
چون دیدم که گهر گوشتواره ات  
چشم فشانده اشک خوش آب را  
یکچند بود منس و غمخواره ام چنان  
از دل بریم منت عهد شباب را  
جولان گراست جلوه ده شهسوار من  
کو طالع رسا که بوسم رکاب را  
مینا بی من که هست در آن دست چو پری  
در شیشه کرده بند مگر آفتاب را  
رفتی بناز چو لب دریا ز بهر غزل  
گرداب بحر دوخته چشم حباب را  
هستم گدای کوی تو نازم به بخت خود  
وزم بچونه طالع انار سیاب را

در بحر خویش ای بت فرزانه میری

دیوانه کرده با فخر خانه خراب را

شام و نهد روی التباس مرا در آب جلوه و بنما بهر لباس مرا ۵۰



دگر حبلوه گرانئی چه میکنی اے شوخ  
منی روم ز سر کوه تو اگر خواں  
گه که رحمت عام تو ام بیا و آمد  
کیم آتش روی کس مرا جان سوخت  
بکوه عشق تو آنم که سر بخت دارم  
عبت همیشه کشتن دمی بر اس مرا

فدای شیوه این چهل عارفانه را

چگویمت که کیم با قرم شناس مرا

۵۱ بروی خویش بستم مهر من باب عشرت را  
عقابت بر سر و چشم دلی ای مفای تو  
که شها نور حق منی به بیداری و هشیاری  
ز فکر این دآں بگذر ز حرص و آرزو خالی  
زار باب جهاں پیچیده ام — لیکن  
دریں ویرانه اغفلت چه خسی ای دل نادان  
بفرما قدم را یا خدا —  
بیارای ابر رحمت بر مزارم آب رحمت را

جان زار پر دل باقر

چگویم حالت بیتابی شهبائی وقت را

۵۲ ایکه شهبابوسه میدادم ز خندان ترا  
میکیدم تا سحر لبها بکس خندان ترا

می نهادم لب بر خار یلیح و در بل  
از قدم تا سر همی دیدم جمال طاہر  
از مسی مالیدن و خاییدن پان شکنج  
بوسه میخوای ز من ای خرد سال ازین  
میکشیدم ساعد چوین شاخ و جان ترا  
در نظر میداشتم اسرار پنهان ترا  
طرفه زبیه میفرو دآں لعل و دندان ترا  
من فدای سادگی طبع نادان ترا

خوش بگفتی با قدر طرز رنداں این غزل

من فدای شوخی این طبع جولان ترا



بخیزد باقر بیدل سحر که مست مد هو شے

بغزه گر کنی مائل و چشم سرمه ساشب

۳ برقص آرد چمن را در چمن گردینت مشب  
کند گل غنچه را که سرو من گل حیدرت مشب  
زند چاک و گرد در دامن صبر و شکیبائی  
بدوش افکنده دامان قبا قصیدت مشب  
همه تن جلوه سامانی سراپا طرز و اندازی  
سرت گردم بود زیبا بخود نازیدنت مشب  
بیا و جلوه فرما سرت گردم که چون گرس  
سراپا چشم گردیدم بشوق دیدنت مشب

خوشا و قتی که دلبر در بر و ساغر کیف داری

حالات یاد کن باقر بخود بالیدنت مشب

۴ برفرق حسن گر چه بود افسر آفتاب  
پیش رخت زوره بود کت آفتاب  
در جلوه گاه نیر خشاں عارضت  
طش پے نشا بود پر ز آفتاب  
تو آن شهی که دم ذکر نام تو  
شاید پے خطیب کند منبر آفتاب  
شاهان توئی که سوخت جلوه ترا  
مانند ابر سایه کند بر سر آفتاب  
از غیرت تجلی نور رخت زابر  
بر روی خوش بنگار چاد آفتاب  
پیش تو صوفیاں جہاں را چه نسبت است  
ہاں از مہ و نجوم بود برتر آفتاب  
آنانکہ لذت مے فیضت چشیدہ اند  
کشی کنند از فلک و ساغر آفتاب  
چون نیت جمال تو تابندگی دهد  
گرد برائے جلوه بے مضطر آفتاب  
گویند چوں نہی قدم از خانقہ برآ  
کرده است جلوه از طرف خاور آفتاب

## رویت با

۱ دل را بسان شمع منور کند شراب  
روشن برنگ آئینه پیکر کند شراب  
مے در پیاله کن عشم فرو چہ مخوری  
تایخیز زفت نہ محشر کند شراب  
سازد برنگ لاله بیک جام تر و داغ  
در کاسه ساقیم نہ مکر کند شراب  
متانہ مے ز ساقی گلچہرہ گیر تا  
مستغیت ز جرحہ کوثر کند شراب  
بنمایدش محیط جہاں کم ز قطرہ  
و قتی کہ در پیالہ قلند کند شراب

باقر نہ در جہاں بود اکسیر بے ازیں

خاک است خود اگر کہ ہمہ زر کند شراب

۲ بے دل مطہد بے تو در آغوشم بیا مشب  
فدائی ناز و تمکینت بیا جانان بیا مشب  
بغلکن سایہ زلف در از خویش بر فرم  
بسر نشین کہ آسایم در تسلیم بیا مشب  
تو در روبرو نشین بر سر زان سہ روی من  
کہ در دست من شیدا است آن زلف بیا مشب  
بفرما از چہ سراغ عارض خود خانہ ام رو  
دل و جان تا کنم جانان پی تو فدا مشب  
خدا ساز و قبول بار گاہ خود بصد زاری  
پے وصل تو بر می آورم دست دعا مشب  
گنجہ در خانہ کہ بیرون ز در و انتظار او  
بیاید ناگہاں ای کاش بایر بویا مشب



خلفه بر ند سجده به پیش و ترا  
گویند اگر چنین زپے فخر او پس است  
گر در هواے رفعت شان تو پر زند  
هر چند جلوه تاب و ضیا گستر است لیک  
از پس صفائے ظاہر و باطن قوی شہا  
گر بگزرد نسیم تو کیرہ با سماں  
انجم چه باشد در رخ مه راجہ نسبت است  
گر ننگری بدینا و عجبی ترا سزا است  
گرد و چوبانج حرکت عشوہ ات زند  
زین بادہ سرخوشم کہ ز فیض نگاه تو  
شنا ہا تو اصدق و من از صدق بندہ ات

باقر بایہ سپر رحمت تو باد  
تیغ شعاع چوں بکشد بر سر آفتاب

از روئے صدق سجدہ کند بر در آفتاب  
باشد جمال ترا منظر آفتاب  
ریزو باوج زینہ تو شہر آفتاب  
چوں چہرہ تو نیت صفا پرور آفتاب  
در خوئے چوں فرشتہ و در پیکر آفتاب  
جرم نجوم نافہ شود غیر آفتاب  
نبود جمال روئے ترا ہمسر آفتاب  
ہرگز نخواست است ز روز پرور آفتاب  
در بحر اخضر فلکی لبت گرا آفتاب  
بس ذرہ ہا کہ گشت ضیا پرور آفتاب  
من ذرہ تو ام تو ضیا گستر آفتاب

## رویت با

۱ بروں ز عرش بریں بے تو آہ و نالہ گشت  
چہاں گذشت ز آغوش من کہ تو گوئی  
مہ دو ہفتہ بروں از میاں ہالہ گشت  
و مید جاں بہر گ و پے نسیم کاکل او  
بہ تر بتم جویت عنبریں کلالہ گشت  
بہ دور ز گرس مست تو شیخ صد سالہ  
نثار شعلہ افغان ز اوج ہالہ گشت  
ز راہ شرع لبوق مئے و سالہ گشت

بکیش ما بود آن زندہ ابد ساقی

کزیں بساط بدور مئے و پیالہ گشت

۲ چوں دو زلفت تو ہمدگر شکست  
خواستم گریہ کنم از جفت  
طاقت و تاب را کہ شکست  
نفسم در گلو گرت شکست  
غمرہ کافرت ز شوخیہا  
نشرم در ول جب گرت شکست  
سنگدل از جفا و لم شکن  
کہ نہ بند و چو این گہر شکست  
کار عشق است در شکست بے  
کوہکن راز تیشہ سر شکست  
مرغ دل در ہوائے شوق رخت  
پیدا آں متدرکہ پر شکست

سخن آبدار تو باویش

در نظر قیمت گہر شکست



۳ کعبه کو میخانه را باشد قرین ابروئے تست  
میکده با کعبه یحیا ز گس جاوئے تست  
سایه طوباش باشد آفتاب تخمینر  
هر کس کو سایه پر در و قد و حجئے تست  
عزثیاں را طائر دل آنکه می آرد بدام  
پیچ و تاب کامل و چین گسویئے تست  
باده عشرت ز دور آسمان هرگز نخواه  
ساغر غم نوش کن لعل کجانیئے تست  
چاک چاک از جوش و شست در لحد ساز و کفن  
هر که از جاں دادگان چشم چو آهئے تست

باقر از تکلیف رضوان کے بخت رخ کند

ز آن که آن میکس گداز ساکنان کوئے تست

۴ کدام دل که زوالتگان دام تو نیست  
اسیر حلقه گیسوئے مشک فام تو نیست  
نیم گوشه باغ جنان خوش است و لعل  
باعتدال مزاج هوای بام تو نیست  
ز لوح دل بتوان حرف کام بستر و ن  
دور و زه گردش گرداں اگر بکام تو نیست  
خضر شربت آب بقا چپ نیازی  
برو که جام فنا آشنای کام تو نیست  
عروج اوج حقیقت ز عشق نچته طلب  
که محرم حرم راز عفتل خام تو نیست  
فروغ بزم سخن خود اگر کلیم بود  
نه خوش کنم که در و لذت کلام تو نیست  
توان رساند و ماغی ز داغ حسرت دل  
چو جام لاله نثار بے اگر بکام تو نیست

چکیده قلمت باقر است اعجازی

مگر ز عالم وحی است این کلام تو نیست

۵ ز دست خویش بقید سلاسل افتاده است  
هر آن و لعل که زلف تو مائل افتاده است

ز جانیرود از سختی جفا بایت  
که دل بشر ب عشق تو کامل افتاده است  
تمام جلوه و من محو حیرتم که کدام  
میان من و ولد ارحام افتاده است  
ترا چه سود که باشد بهشتش جهت دیدار  
چو دیده دلت از دیدن عاقل افتاده است  
رقیب گر ز ره غم بسر زند وقت است  
که زلف یار بدستم حائل افتاده است  
کے چو نہ برو جان ز دست آن بیرحم  
که ترک غمزه او سخت قاتل افتاده است

تو شرح دوری خود میکنی منم باقر

که دست من میانش حائل افتاده است

۶ بحر بے پایاں این عالم حبابے بش نیست  
عمر خود باشد اگر چو خضر خرابے بش نیست  
در حرم عظمت جانانه قیمت کے نہند  
دیدہ و دل عاقبت خونے و آبے بش نیست  
شربت و صلت چشیدن بایه عیش است بس  
صد نه بجزا کشیدن اضطرابے بش نیست  
زور و دروے طلب تا محرم رازے شوی  
حاصل این زبده تورا بد تو آبے بش نیست

لذت آب و تمغش چشم آن بخت کو

حکم بهر شتم باقر عتابے بش نیست

۷ سحر گهاں چو ز آغو شتم آن صنم بر جاست  
بہر گنازدلم شکر الم بر خاست  
بناز گشته چو رقصاں ز نغمه خلخال  
ز کنہائے لحد خفتہ عدم بر خاست  
بیل نیستیم داوہ رخت هستی  
بجوشش عجب از سینه موج غم بر خاست  
فتانہ بر قدش نقد جاں دلم آن شوخ  
پے معانقہ چوں از ره کرم بر خاست



فتانده طشت ز راز هر چرخ برپایش ز خواب ناز مهر من چو صبحدم برخاست  
بسوخت نه طبق قصر آسمان بے تو  
ز بسکه شب ز دلم دور دور و غم برخاست

۸ تا این دلم بگوئے تو ما و اگر گرفته است ملک جم و سکندر و دارا گرفته است  
زنگ و گر رخ تو ز صهب گرفته است این شعله بین ز آب که بالا گرفته است  
یخنانه ز جلوه لیلی تہی نبود مجنوں عبث رہ صحر اگر گرفته است  
مانند شمع رشته جاں را بسوخت آہ یارب چه آتیشیت که در گرفته است  
کو شادی که باعث صد گونہ رخ نیست کس غیر ازین چه بهره ز دنیا گرفته است  
ہر کوریدہ است مصب سمن آن کہ دلمے فکندہ است کہ غمنا گرفته است  
نور خوش نگشت گہے شمع بزم من دل از سیاہ روزی شہا گرفته است  
افتاد چوں نہ دامن لیلی بدست قیس بیچارہ طرف دامن صحر اگر گرفته است  
دست خانی تو خمیازہ بر نشد این فتنہ آتیشیت کہ بالا گرفته است  
ای شیخ رو کہ شیوہ ذکر خدا دلم یاد از صدائے قفل مینا گرفته است

باقر ز درد حیر رخ، همچو روز تو

خفے فغاں و نالہ شہا گرفته است

۹ تار کم را افسر از دیبائے بے سامانی است زبیب جسم ناتوانم خلعت عربانی است  
بانہاراں عجز رضوان بندہ نازمست تا نصیبم بر در او منصب و ربانی است

یوسف گم گشتہ دل را نشان محبت آہ می ندانستم بجا و غمغش زندانی است  
چشم عالم ز کس آسا و سوئے و نبالہ ما سرمہ چشم تو نور ویدہ حیرانی است  
فرہ در دے بدل ناصح ز صد تقوی بہت پند ترک عشق از تو بامن از نادانی است

باقر از کلک گہر ریت نہ تنہا این غزل

ہر کلامے چوں کلام سعدی خاقانی است

۱۰ ہمدرد مرا جز دل پرورد کے نیست غیر از نفس گرم مرا ہمتی نیست  
از دیو حیرم رستم از دولت عشقت پیش تو جبین سایم و کارم بکے نیست  
تا راست نمایند نفس نیست نفس حیف کیں ہستی موہوم بجز کھفے نیست  
منزلکہ عشقت کہ رفته است ز قراگاں در جادہ این بادیک خار و خے نیست  
غیر از تو بہ پیش کہ بنالم و بگرم کلمے جان جہاں خبر تو کے داور سے نیست  
وقت است نمائی نفس جلوه کہ انوں باقی ز وجودم صنما جز نفس نیست  
از دور نسیم تو نشان میدہد از تو در قافلات حاجت بانگ جری نیست  
از شدت وحشت نہ پدید مرغ دلم چوں جز دیدن روئے تو ہوا و ہوسے نیست

در خاطر باقر بخدا لے شہ خیاں

جز دیدن روئے تو ہوا و ہوسے نیست

۱۱ بدون دل ز عشوہ کار کے است کشتن بیگنہ شعار کے است  
خضر ہم آنکہ تشنہ اش باشد آب شمشیر آبدار کے است



نه نشاند به پهلوم از تنگ  
انچه فخر من است عار کس است  
داروئے علت دل شیدا  
لب نوشین خوشگوار کس است  
من به پرم دگی خود شادم  
که خراش من از بهار کس است  
مست سازم ز جام مدھوشی  
ز گس چشم پر خمار کس است  
باقرا این مصرعہ خرم کشت  
چه کنم دل با اختیار کس است

۱۲ کس را حاصل پیچ از بقا نیست  
که مست بادہ ذوق فنا نیست  
بگیتی در ہمہ تجا نہ یک بت  
بجنت ای صنم نام خدا نیست  
بود خاکش بسر گوید ہر آنکس  
کہ خاک کوئی تو خاک شفا نیست  
چناں از ناقتات دُور افتادم  
کہ بابانگ در گوش آشنا نیست  
کم سودا نبست دجاں ولیکن  
بہ بازار تباں جس فنا نیست  
چہ کار آید بحشم سرمہ طور  
ز خاک مقدمت گر تو تبا نیست  
ز زیور فارغ است حسن خدا داد  
کہ مر جاں پنجہ محتاج فنا نیست  
خدا را از رخ خود پردہ بردار  
کہ صبر از جلوات ای مہ فنا نیست  
لب عیسے ترنم آشنا بود  
کہ درد عشق را ہرگز دوا نیست  
بگو ناصح کد امیں مذہب است ایس  
کہ می بایار نوشیدن دوا نیست  
چہ حاصل از مے و مطرب محفل  
اگر آں ساتی رنگیں اوا نیست

اگر تو آفتابی ذرہ من  
برنگ سایہ از ذات جدا نیست  
چہ شد با قرا اگر پیانہ نوشید  
جواں زنداست پیر بار سا نیست

۱۳ شور حسن نکینت بجاں افتادہ است  
خوبی روئے خوشت و در زبان افتادہ است  
غیر پیانہ کش بزم تو و شیشہ ماست  
کہ ز طاقِ دلت ای طرفہ جواں افتادہ است  
یوسف مصر بی زبان تو ہمگ نبود  
بلکہ حسن تو اے ترک گراں افتادہ است  
نیت رعنائی سر و چین از بے سبب  
سایہ قامت آں سرور و اں افتادہ است  
ہمچو مار سیہ از رشک نہ پیچم چکنم  
طرہ ات آہ بدست و گراں افتادہ است  
ہست ز فیض نظر حضرت غالب باقر  
شور نظم تو کہ در ملک جہاں افتادہ است

ہرگز دلم ز دیدن حسن تو سیر نیست  
گر نیکم بروے تو تا خردیر نیست  
ما بلبلان قدسی عرش آشیانہ ایم  
روح القدس بہ نعمہ ما ہم صیقر نیست  
افتادہ ام ز پائے بدہ ساقیا شراب  
زیرا کہ غیر جام میم دستگیر نیست  
چشم سرش چہ بنگر داز سر معرفت  
آزرا کہ دیدہ دل و انا بصیر نیست  
ما یم سالکان طسیر بقی رضاے دوست  
شوق نعیم و ردل و خوف بعیر نیست  
پندم ترک شاہد و ساعنہ چہ میدا  
ناصح برو کہ یک سخن دلپذیر نیست  
نبود سرے کہ نیت ہو اے رخت درو  
بنود و لے کہ در خم زلفت اسیر نیست



باقر تر از کثرت عییاں چراست غم

آخر خطائے تو ز عطایش کثرت نیست

۱۵ خوں شد جگر ز حسرت و جانان بخت  
زین درد جاں سپردم و درماں بخت  
بوده است آشیانه ناگلشن قدم  
کسب هوائے عالم امکان بخت  
آندیم طره مشکین علاج ما  
عزیز قشای گل و ریحاں بخت  
بوده است بزم حبه چه قدر بے تو بنگ  
دور مستح چه گردش و دران بخت

تدبیر کار بے سرو سامانیم نزد

باقر تبیه سرو سامان بخت

۱۶ دل چو آئینه محو طاعت است  
سرخوش از باد محبت اوست  
گر عقوبت کند سزا دارم  
در به بخشد گناه رحمت اوست  
جدا جلوه رخ خویش  
یک نظر هر که دید قیمت اوست  
در همه کائنات و هر موجود  
جلوه نیر جلال صورت اوست  
هر که دانت عین حق بود  
رحم برهنم بر دست اوست  
رو به آور بصانع بیچوں  
میں کہ چون و چگونه صنعت اوست  
ز آفتاب قیامتش چه خطر  
هر که در سایه حمایت اوست

گر ز ندوم ز خواجگی چه عجب

باقر از بندگان دولت اوست

لے کسب ہو اکنا یا و نشستن در خانہائے سر و میر کردن و آگاہی بادہ تاباد و سر و آزان کب کنند (بہارِ محرم)

۱۷ چه وحدت است کزوشنخ و برہن پید است  
خیال جلوه روی تو میر و از خویش  
برنگ گل دل عاشق را کند صد چاک  
گر زشت عمر که خو کرده ام بت کای  
چه بختی که برد ناف ختا و ختن  
بہر کجاکہ وہی جلوه خوش گلستانیت  
بے ستوں تو اگر گوش دل نہی شنوی  
شریک مجلس جمعیت روی دل با اوست  
حدیث عشق چه آرام بلب کہ خوشوار است

بشر عرفی و طالب نیازم باقر

فصاحتی کہ بہ انداز این سخن پید است

۱۸ دل من است کہ کارش بحر طپیدنیت  
بگاہ گفتن حال دل حزین فرمود  
ہمیں بہ پستی ہجر تو سا ختم ناچار  
تو خود بگو کہ ازیں دیدہ ام چه سود اگر  
بحیر تم چه تواند نمود دست جنوں  
براہ عشق زرنج و نقب منال ای دل  
نصیب من بے براق تو آریدنیت  
لگو گو کہ مرا طاقت شنیدنیت  
کہ تا پیام وصالیت ہر رسیدنیت  
نصیب دیدہ جمال رخ تو دیدنیت  
کنون کہ پیر ہنم و تابل دیدنیت  
کہ کار عشق بحر با عزم کشیدنیت



چه سود از آنکه اگر تبت است و گرتا مار  
نیم زلف تو آنجا که در روز بدین نیست  
چگونه نخل مرا دست بگو مثر ریزد  
ترا که نخت دل از دیده پرچکیدن نیست  
توقیت دل شیدای من عبت پرسی  
چو مدعا دل خریدن نیست  
توئی نتیجه ایب و مشرعه موجود  
که جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

همین که می شنود لطف او بود باقر

و گرنه قصه تو لایق شنیدن نیست

۱۹ خاک در تو سرمه نور طرب است  
جانان غبار راه تو ام تیاج سرب است  
بر خاک آستان تو بودن خضر است  
رفتن بوسه کعبه کویت سرب است  
بیار شکل است سلوک طریق عشق  
ساک بهوش رو که درین رخه طرب است  
لیل و نهار عالم امکان ندیده ام  
زلف و رخ تو عالم شام و سحر است  
ای طالب رضا و قناعت نه دوستیت  
دست نهی ز بهر تو گنج گهر است  
رگزن چرا تو نشتر خود راست میکنی  
قرگان یار بهر رگم نیست بر است  
در نزع ساعتی سربالین من بیا  
از بهر زنده ماندن من این قدر است

باقر نه حدت تماشا می او دمام

گر بنگری جمال رخ یک نظر است

۲۰ ساقی محفل رنداں چو کف جام گرفت  
مستی از زنگس مست تو مگر دام گرفت  
جاں بحسرت بپیرد و توانست یک  
بوسه از لب لعلت دل ناکام گرفت

من بقربان تو ای نخت که در سیر چنین  
ناگهان دست من آن سرو گل اندام گرفت  
بیدار تو پس از عمر رسیدم صد شکر  
که متنائے دلم صورت انجم گرفت  
بهر سیر چنین حلد ممنت نرود  
هر که در سایه دیوار تو آرام گرفت  
دل بتیاب که میداشت طمیدن شب روز  
در تپه خاک کنون راحت و آرام گرفت  
مستی روند بهیچ بجز دماغ و دلش  
هر که در دست ز خود لاله صفت جام گرفت

تا بکف دامن تسلیم گرفتم باقر

دل ناشاد و ز ناکامی خود کام گرفت

۲۱ ای جان و دلم سوخته از محبت  
جانان چه کنم پیش تو اظهار محبت  
آغوش من و شاه صد گونه تننا  
بالین من و سایه دیوار محبت  
ای عیسی جان بخش چه پرسی ز فرجام  
عمریت که جانم شده بیمار محبت  
ای جلوه حسنت بفرز دل که گرم است  
از گرمی رخسار تو بازار محبت  
رخسار گل و جلوه گلشن نکند خوش  
آنرا که شکسته است بدخار محبت  
با خاک برابر نشود چو دل بتیاب  
اینست اگر شوخی ز قمار محبت  
ما از کف خود سبجه صد دانه نهادم  
تازیاب گلوم شده ز نمار محبت

ای باقر و نخت چنین حال تو نیست

شاید که دلت گشته گرفتار محبت

آں دل کجا که از غم عشقت فکار نیست  
کو گلرخه که بر گل رویت نشان نیست ۲۲



در بزم می ز شربت خود ای خضر ملاف  
با آنکه خوں بے گنہاں ریخت این قدر  
تا راج دل نمود ز جولاں اسپ چوب  
مار از سیر باغ چپ تریکف میدی  
بس جانگر است دغدغه روز حشر لیک  
باجرم بے شمار و امید لطف تو  
دانم که از گرانی دلها شده است خم  
خواهی علوی ز تیر زیندار در گذر

آب حیات باده نط خوشگوار نیست  
آل سنگدل ز کرده خود شرمنا نیست  
در دهر شمسوار چو آن نه سوار نیست  
ز بهت قزاق چو روی تو باغ و بهار نیست  
سویان روح همچو شب انتظار نیست  
اندیشه ام ز پریش روز شمار نیست  
بے وجه طره تو چنیں تابدار نیست  
نخوت باوج مرتبه انکار نیست

باقر بنامادی خود خاطر خوش است

از چرخ شکوه ام از روزگار نیست

۲۳ ماه من نه حقیقه حقیقه ابروی خمار داشت  
بر تمن ز نار تار رشته دار و در گلو  
هیچیکه مسکین دلم نمود عرض عیب  
شیخ شهنشهر آمد برون با انترج کف و یو  
کرده است از یک نگه دیوانه صد فرزان را  
دور از بزم و صالت عاشق رنجور تو  
از برائے قتل عاشق تیغ جوهر داشت  
کافر عشقت ز تار زلف تو زار داشت  
غیبه ساں خاموش پیش اولیا اظهار داشت  
در غل میداشت مصحف در گلو زار داشت  
طرفه سحرے ماه من در زگر بیمار داشت  
چشم تر جان حزین و سینہ افکار داشت

که حقیقه حقیقه کردن ابرو چرخ میا زنده با سوده طلق آینه زان ولایت بر پیشانی دار و چپا نند مثل مقیش ریزه که بر دم  
بعض زمان هندومت برائے آرایش و خوش آیدگی - مرزا جلال میره کرده حقیقه حقیقه ابرو را - واده عرض جوهر مور -  
(بیا رحیم)

باقر مسکین بکوه شک فردوس تنب  
نالہ آتش فشانے گریه های زار داشت

۲۴ یک بوسه بیده بهاش جان است  
بے روئے خوش تو ام شب و روز  
آمد بجرام یا صنوبر  
جز وصل تو نیست مقصد من  
در شوق وصال و آرزویت  
از کرسی و عرش تا بیامت  
شمشیر بکف بیابویم  
در چرخ مداں شهاب ثاقب  
از سینه ریش خود خدنگت  
از دست منش بر چو خواهی  
طوطی نه شود گه نواسنج

از لطف قدیم خود به نخواست

باقر ز غلام آستان است

۲۵ از سینه زلا عسری عیان است  
از یک مراد بل نهان است  
اے دل ز جفای او چه مالی  
کیس ناز برائے امتحان است



۱ از خانه مراں که بر صبیخم  
از بندگی و رت نشان است  
مردن بدرت ز زندگی خوش  
کیس مرگ حیات جادوان است  
هر کس که شنید شعر من گفت  
این کس چه فصیح و خوش بیان است  
در بحر خودت شنو فغانم  
خوشر ز نوا سبیلان است  
سیس بدنا بیافشا  
نام تو چه و کج امکان است

اے فخر رسل باو نگاہے

باقر ز کیس نہ اتنان است

۲۶ در بحر دوست ای دل شیدا چہا گذشت  
دور از جمال آل رخ زیب چہا گذشت  
تو شب بعبیش صحبت یاراں گذاردی  
دانی کجا کہ بر من شیدا چہا گذشت  
جانا چہ گویت کہ نہ پر رسیدیم بنا  
ہاں برویت گوے کہ بے پا چہا گذشت  
دو داز نہاد حلق برآمد بیک خرام  
آں مہ بہر طرف کہ بنا زوادا گذشت  
از تاب و پیچ طرہ خواباں ہاشم  
منت خداے را کہ بخیر این بلا گذشت  
راضی شدم برگ و طبعیم جواب داد  
جان من از علاج و دلم از دوا گذشت  
یک بوئے زان دہن بہ تن مرده جان مید  
گویا ز خلق حیرت آب بقا گذشت  
تنگ آدم ز شورش رویاہ سیراں  
فریاد من بحضرت شیر حنہا گذشت

از باقر شکستہ دل خود بروں فلک

ایں درد بکسی کہ ز خدا گذشت

۳۷ زلالہ زار فروں تر بہار داغ من است  
شگفتہ تر ز گل فو بہار داغ من است  
جیم یک شر از شعلہ زار داغ من است  
بہشت سبزہ بیکانہ ز بلع من است  
ز خاک پیرہن و کوئے یار مکن من  
ہیں نشان من است ہمیں سراغ من است  
ز بہشتی نہ شوی ز اہدا گہے ہتیار  
اگر چشتی ز شرابیکہ دریاغ من است  
نیم گلشن و بوئے گلیم نیاید خوش  
ز سیکہ نگہت زلف تو در داغ من است  
مباد سایہ داغ تو از سرم خیزد  
کہ در لیاالی تجرہ تو این چراغ من است

بکج خلوت یادش نشسته ام باقر

کہ از دو کون و مکان باعث فراغ من است

۳۸ وصف تو بر تر از بیان من است  
تو نہ آئی کہ در گماں من است  
جو رو ظلمت منتحبہ دارد  
ایں ہمہ بہر امتحاں من است  
یکدو ساعت کشیدنت در بر  
گوئی عجم جادواں من است  
تیغ سر کردہ گویدم بکشم  
جذانا ز دل ستاں من است  
نتوانم ز جا کہ بر خیزم  
ایں چنین طاقت قواں من است  
ہمنوایم بہ بلبس شیراز  
طوطی ہست ہنر ماں من است  
از جہا ہا ہر اچہ خواہی کن  
گر ترا سود در زیاں من است  
نفسے گوش کن فسانہ من  
کہ عجب طرفہ داستاں من است

سبزہ بیکانہ یعنی سبزہ بے موقع کہ قابل پیراستن و برکندن باشد میرزا صاحب سے  
تلاش صحبت آئینہ روئے میکند شوقم کہ جوہر انگاہش سبزہ بیکانہ میدانہ (بہار عجم)



طائر قدسی ام فلک پرواز  
حق سلامت بداد احسن را  
بر سر سدره آشیان من است  
زور بازوئے نالواں من است

جبه سائی در گهش باقر

باعث فروغ و نشان من است

۲۹ تر ابد رگه حق زاهد ار سائی نیست  
اگر بمیکده رستم ترا چه ای زاهد  
تو دست کش ز علاج که ای طبیب مرا  
بی تیغ قهر سرش میکند فلک به دو نیم  
کنم چه شکوه ز کوتاه دستی خود حیف  
گرفتم اینکه توئی من از غم، بچرا  
ره خلوص نه رفقی چه دم زنی از زهد  
بود به نطق طبعی فصاحت سخنم  
بر فمش چو سحر که بخند گفت آن شوخ  
اگر تو دل شکستی شکسته خود را  
اگر نه گشت رضا مند زین قدر چه کنم  
که غریب دین و دلم بهر رونمایی نیست  
تو با سریر سلیمان چه میکنی باقر

بگوئے یار اگر منصب گدائی نیست

بگوئے یار اگر منصب گدائی نیست

لله مراد از مولوی سید احسن التوحید صاحب مرحوم اند که به رشته قریب برادر خرد حضرت شاعر بودند.

۳۰ منم که سجده گهم سنگ آستانه تست  
بطرف این جگر خسته و دل محزون  
اوداناز سپاهان شکر اند ترا  
بخلوت دل شهباه چین منال ای دل  
بنو پیش تو هر چند بوده اند حیس  
اگر به بخشیم از حضرت تو لطف و عطا است  
بترک منم گمش زاهد سخت  
اگر چه بهر من این پند مشقت ز تست

چه مشهر شده باقر فسانه عشقت

که هر کجا بزبانها بهیمن فسانه تست

۳۱ غیرت بیت الحزن کنج غم آباد نیست  
آنکه پیش کس نه بکشد ایدت رعیت  
در دماغ من رسد از نا لها بوی اثر  
نه همی انساں بود محو جمال روئے  
منکه عاشق مشربم با سرو و شادام چکار  
جز لب لعل شکر زینش بخند صحنم  
دام زلف غمخیز و دانه خال کنج لب  
آنکه شادی ران شب یطیع ناشاد نیست  
و آنکه قید بر نه تا بد طبع آزاد نیست  
غالباً امشب دلا گوشتش بفراد نیست  
دلقریب قدسیاں شوخ پریراد نیست  
قامت رعنائی خواباں سرو و شاد نیست  
عیسی مریم اگر باشد که جلاد نیست  
در پی صید و لم آں ترک صیاد نیست

بچو غالب در جهاں یک نکته سخن برخواست



من فدائے لطف او باقر که دستاوست

۳۳ بزم است و جمع میکشان آن مونس پریم کجاست  
نفل و شراب است و سبواں ساقی پریم کجاست  
چون اشک چشم گوهرت که آید از استیغاث  
ای بر نیاس حشمت چوں دیده پریم کجاست  
ای مادر باغارشش لاف صفائی مینوی  
آن بر بے چینی و آن کامل پریم کجاست  
لطف مین میداشتی با غیر کنون ساختی  
آن ججویم کو ترا آن پرش عالم کجاست  
وور از جمال روئے تو گشت این غم تنهائیم  
آن مهربان من چه شد آن مونس خانم کجاست  
در رفتن راحت مرا فرسوده شد پای طلب  
پروا کنم تا سوئے تو هم آن پروا باکم کجاست

از ججویم رنجها باقر چه مینالی عبت

خاطر خالی ز اندوه و دل بیغم کجاست

۳۴ آمد ز ناز و صدم ایجا و کرد و رفت  
از غمزه کار خنجر جلا و کرد و رفت  
باشکوه و عتاب سخن کرده و نجاست  
صد گونه جور بر دل ناشاد کرد و رفت  
آمد ز بهر سیر چنین با حشرام ناز  
شمش و راز بندگی آزاد کرد و رفت  
ترکانه شد سوار و آمد به ترک تاز  
ویران بهر رخا خانه آباد کرد و رفت  
آن شهسوارین ز وجودم براه او  
مشته غنیمت بود که برباد کرد و رفت  
نازم به بخت خود که شب آن مه نجایم  
یک جلوه کرد و خاطر من شاد کرد و رفت

لے سنگدل یکے نشیدی و مٹے

باقر بر آستان تو فریاد کرد و رفت

۳۴ حسرت بوسه لعل لب جانم سوخت  
شدت تشنگی چشمه حیوانم سوخت  
در شب وصل به آغوش خود از شدت شوق  
تنگ گرفت چنانم که گریبانم سوخت  
رستم از جان به تمنائے وصال گشته  
نرسیدی بسر آخر غم پریم سوخت  
بے خطر ساخت از دغدغه روز جزا  
آتش آه دلم و قمر عصیانم سوخت  
آتش بهنجو شر محکم قطره اشک  
در سراق رخ تو دیده گریبانم سوخت  
تا بجلی که حشمت بر سیدم لیکن  
تاب دیدار کجا جلوه او جانم سوخت

بر در دولت آن شاه چو رقم باقر

شوکت خسروی و دیده شام سوخت

۳۵ بهشت در نظر باشد ز شکل روئے زیبات  
گلستان شد شام از نگهت زلف سبایت  
درون قالب جان داده جان نغمه بازاید  
حدیثه گر کنم گوشه از آن لعل سبایت  
گزارم گر شود بکیر خلوت خانه نازت  
سرت گروم بپا قدم چو آن لعل سبایت  
بصحرای جنون آخر بحسرت مری ای محبوب  
نیامد در شام تو نسیم زلف سبایت  
یکام شیره ریز از دهان شکر خود  
بقربانت بنه برب لب لعل چو حلوت  
چه سازم گلشن جنت چه سازم سایه دلی  
که جایم بود در نسل همایون سربالایت  
بود هر عضو عضو من ز عکس جلوه اش روشن  
دل من منزلت باشد و باشد دیده ام جایت

بسویت سجده میر نر ز روئے صدق باقر

نظر فرما بسوئے باقر مشکین شیدایت



۳۶ مستی ز کس قنار تو بے چیرے نیست

خلش خار بود دامن گل را لازم

در درون لب لعل می مالیده تو

مانع عسرق شود تا بد روش دل را

و همت تنگ شکر کان ملاحی لب تو

باقر از آتش عشق است ترا سینه کیا

دو آه دل بریاں تو بے چیرے نیست

شکن کاکل پیاں تو بے چیرے نیست

یوسف سیلی اخوان تو بے چیرے نیست

لمعه گوهر دندان تو بے چیرے نیست

خال بر چاه زرخندان تو بے چیرے نیست

باشکر شور مکدان تو بے چیرے نیست

۳۷ دلم بقتل ز دست تو آرزو مند است

بقتل عاشق میکس چساں کمر بستن

ز عمر خنجر دراز است گرچه زلف دراز

مرا که منزل جانان ندیده ام چه خبر

دلم بواوی عشقش شید خانه خراب

ز زهر گریه خود جانم که تر یا تش

بهائے من چه بود بوسه لب لعلت

ز غفلت است که ناخوانده کردش حبیب

مرا که طینت اضداد شد یک گفتن

همیشه لازم و ملزوم بوده است به دهر

ز عاشقان همه رندی و فاحش است

دریں چنین شجر عشق من حجب الله

باب جاری چشم ترم برومند است

دولت دل تواند شدن چرا باقر

که عارض و لب لعلش عجب گل قند است

۳۸ بازلف مسلسل چو سحر دید بیاست

در پرده توئی در طلب مقصد و کامت

باقامت رعا چو شدی جلوه گر بام

در لعل و لعب عمر بسر ساقم اکنون

در دور و وحشیم سیه مست تو زاهد

تا سر گیسوی تو کرده است چو میوم

ما فارغم از مشک که شد مست و ماغم

بے صرغه بود و عده فردات که باشد

و اعط دل من شیشه و پند تو بودنگ

تو جان جهانی بجاها زنده به باشی

بس تشنه جگر آمده ام پیش تو ساقی

یک جرعه چشم کاشک از روی حاجت

باقر ز سر عشق بستا باز نه آئی

تا چند کنم پند ترا چند ملامت

آنکه عمر عریضه اش سر و آرد من است

۳۹ خاها کرد آنکه ویران خانه آباد من است



من تسلیم خم استاده با عجز و نیاید  
آنکه سوزد عالم را آه گرم من بود  
آنکه قصر حریج تنگافد که باشد نالدام  
بر وجود عارضی مارا چه جائے نازچوں  
بچو مجنوں جاوہ پیمائے دیارِ حشتم  
زندگی شد یا خدا بر من بلائے جان من

پر غضب تیغ و دو دم در دست جلا و من است  
و آنکه مخروں کرد خلق طبع ناشاد من است  
عرش را در جنبش آرد آنکه فریاد من است  
با عدم ملصق وجود است نیاد من است  
دشت و صحرا شهر من ویران آباد من است  
از هجوم قتها پیش تو فریاد من است

رحمتے فرما بحالِ جدنا یا دوستیگر

سرفراز مکن بگو باقر زاد و من است

لے دل شدہ خستہ و بیمار محبت  
ناز و بہ اولوغرمی او خواہی و ہر  
از بندگی غیر رہا گشتہ تو ای دل  
از زندگی بے مزہ عشق چه حال  
از درد دل زار محال است تامل  
مرغ دل و حشت زود ناگاہ و رقتا  
خوش وقت تماشائی ہنگامہ یوسف  
در کون و مکان اوقت ہر از نہاں  
بر خیز مسیح از بر م این قدر است

پیدا است ز سیمائے تو آزار محبت  
آنکس کہ شود بندہ سرکار محبت  
چند آنکہ شود باش گرفتار محبت  
منصور صفت شو بہ سرور محبت  
آنکس کہ خلد در دل او خار محبت  
در دام حسد طرہ طرار محبت  
میرم بہ تماشائی بار محبت  
آن دل کہ شود محرم اسرار محبت  
ہرگز نہ شود بہ ز تو بیمار محبت

برداشتن بار عبادت بود آساں

آن کسیت چو باقر کہ کشد با محبت

گل رخسار تو یا نو بہار است  
بیا جانان نسیم آسا بسویم  
دریں دریا بکن غلے سر انجام  
خیال قانمت درویدہ تر  
بگرد عارضت خط سیفام  
تو در بزم کہ مے خوردی بفرما  
کے کو برد نقد عقل و ہوشم  
کہ میگوید کہ رنگیں از خاشد  
بیا اے یوفا بہر و دہش  
بیاتما کے بود گرم طپیدن  
چرا بر خود نہ پیچم ہچو زلفت  
دریں صحرا بے سرہا است غلط  
بود شیریں برنگ جاں شیریں  
بود افروں سر و غا کہ دہش  
بروز اہد ز بزم مے پرستان

سیہ زلف تو یا مشک تار است  
براہت جان دل ہر دشتار است  
دو چشم من چہ بحر موج دار است  
خوشا سرے میان جو بہار است  
حلب میں در حصار زنجبار است  
کہ چشم تو چنین مست خمار است  
بتے سیمیں تنے گلگون غدار است  
نگار اپایت از خونم نگار است  
مریض عشق بر آہو سوار است  
بہ ہجر تو دم بس بتیغار است  
بہ رخسار تو زلف تابدار است  
مگر جو لانکہ آن شہسوار است  
چہ زہر عشق جانان خوشگوار است  
چراغ خلعت شہائے تار است  
ترا با صحبت زنداں چہ کار است



منی پر سوز تکیس عاشقان را  
خندنگ سینہ دوزے بانگاہت  
جہد بر پائے خود و لہا کند خوں  
رخ رنگیں تو یا گلشن سبز  
مہ من شوخ و تنگ و میگسار است  
دو ابروئے کجبت یا ذوالفقار است  
مرا معشوق طفل نے سوار است  
دل پرواغ من یا لاله زار است  
تو پوشی راز عشق از من چه باقر  
ز رویت درو پنہاں آشکار است

۴۲ سرم وقت سجود آستان  
تو شاید باز پنہاں بودی ای شیخ  
تو بودی طالب حق ز اہد اچوں  
نکر دے خندہ گر آن خچہ لب  
بگاہ عرض حال من بفرمود  
تو شبہا میروی در کوش اے دل  
مکانت عاقبت زیر زمین است  
نہاں تا چند اے غفلت مغرب  
زمین و آسمان را پشت شکست  
منی آید بگوش دلبر اے دل  
تو باقر پیل تن بودی جانے

کجا شد طاقت تاب توانت

۴۳ بخواب ناز کہ آن شوخ مہ تھا تختت  
وہ نہ رخصت یک بوسہ شب وصلت  
نسیم او کہ رساند بوسے من کہ صبا  
شب فراق یہ بیداریم گزشت و ہنوز  
نہ ہچو شمع یہ بیداری سحر خیز  
یہ حال زار و زبونے شیم تو اں دیدن  
رسم چگونہ سلامت بسا حل مقصود  
من و ستیزہ شہائے مار و ناکامی  
ز روئے خاک یہ پروا شے و بدہ دے  
گہے بکوسے تو آسودم و بخاک ورت  
نہ دیدیم کہ گدائے ورت کجا تختت

چہ لاف میزنی از تکتہ دانیت باقر

بے بخاک یہ از تو سخن ہر تختت

۴۴ الم بگدشت و غم بگدشت و صبح و بلا بگدشت  
چہ دانی تو کہ در ہجرت بجان من چہا بگدشت  
چو گلشن پے سیراں بت گلگون قبا بگدشت  
مریض علت عشق تو از دار الشفا بگدشت  
کزیں رہ بانج ز سیا و با ناز و ادا بگدشت  
سحر گاہاں بنیدانم کہ بوداں ناز میں شوخ



نه تنها در دماغ عاشقانت عطر نیز آمد  
که لجنه غنبرین زلف تو از چینی تمام گشت  
ز غیش میشود روزی چه دونهایی روز افزون  
به قیمت هر که قانع گشت و از حرص و بوا گشت  
ندیدم هیچکس روئے اجابت وائے ناکامی  
ز هفتم آسمان شبها مرا تیسر در خاک گشت  
به آغوشم کشید از مهر و خشم گنه صد گشت  
بت نازک فزاج من ز لطف از ما مضایک گشت  
نه آمد ماه من یک شب گیسو خوابم باقر  
بیاد جلوه اش عمر مرا صبح و مسایک گشت

صبح دیدم مهر من سوئے گلستان میرفت  
۲۵ این طرف آن طرف مطرب قانون در دست  
از کف حوروش جاریه قلیاں برب  
از رخ سوسن و گل روئے تماشا یکسو  
دیدمش دوش بر بوار فلک سیر سوار  
می زدوی در شب معراج به افلاک قدم  
گرچه بے جرم مرا گشت و بخاکم انداخت  
شد به عشق تو ز بس سادو دل از جامه برون  
در دمنده است که در پهلوی صحت نیست

از در دولت تو باقر بے چاره سر

با دل غمزه پر حسرت و حرمان میرفت

شاهد شوق رخت حجله نشین دل ماست  
نوع و وس غم عشق تو میکن دل ماست ۲۶  
طوف کوس تو بجان شد شرف هر دو بهما  
سجده خاک درت زیب جبین دل ماست  
گرچه بے باکی و رندی بجا شد علم  
راز عشق تو همان پرده نشین دل ماست  
شد ز تقدیر و فایش خطایشانی من  
نامش از فلک قضا نقش نگین دل ماست  
گرچه تبس و مصلاش نیز و بگوئے  
زاهد شهر مگر قبله دین دل ماست  
زاهد از ملت و دینم چه کنی هرزه سوال  
عشق سیم بدن ملت دین دل ماست  
نیست ممکن شوم از کلفت دیرینه رها  
مایه رخ و عشم و خسته عجمین دل ماست  
آب و تاب چمن حسن تو شد ذکر لیم  
یاد رنگ گل روئے تو قرین دل ماست

باقر از فتنه آن چشم چه آید برجاں

زانکه صیاد نگاهش بیکین دل ماست

رسد که دست کو تا هم به اوج طوفان است  
مقامت بس بود عالی بود شک فلک شانت ۲۷  
سیه تر از شب و بخور باشد زلف پیچانیت  
فروزان تر چاک صبحدم چاک گریبانیت  
قدت سرو و رخت گل کاکلت سنبلی  
بهار خلد باشد جلوه رنگین گلستانیت  
رواں میساختم با نامه شوق خودم اورا  
رسانی داشته بیک صبا گریه ایوانیت  
توئی مجبوعه خوبی بود سرو قدت رعنا  
نرسه آن نار پستان خوشایین بخندانیت  
بمن در ساختی اول بریدی عاقبت از من  
چند قول قسم ای بت کجاست عهد بیانیت  
نه چوں غزلت نشین گوشه بیت الحزن باشم  
مراشد یوسف دل غرق در چاه زندانیت



تو در فن سخن باقر عید المثل و یکتائی

بود جمیع دعا گویت بود خلقی شناخت

۴۸ شعله آه من از چرخ برون افتاده است  
آورد و دم از تاب فروز افتاده است  
از دل زار چه پرستی که چگونه است ترا  
مایل صورت ییچون و چگون افتاده است  
لاله گون رفته تو نمازم که ز جوش غم او  
در دل زار من خسته چه خوں افتاده است  
با غم و غصه دل گرنه بسازم چه کنم  
کار من با فلک سفله دوز افتاده است  
مایل پاکی ظاهری توئی لای زاهد  
کار با یابی احوال و دوز افتاده است  
غیر چشم سیه نیست یک سحر و سحر  
در جهان گرچه بے سحر و سحر افتاده است  
بے تو باقر به سر خاک افتاده است  
بے تو باقر به سر خاک افتاده است  
میں کہ بیچاره چه در حال زبوں افتاده است

۴۹ صورت صافی اورنگ گلستان گرفت  
لعل لب نازکش ملک به خشا گرفت  
شکر ناز و اداس ملک دل جان گرفت  
مایه هوش و خرد ز گرفتار گرفت  
شعله آہم به بین خرم جاہنا سوخت  
قطره اشکم به بین صورت طوفا گرفت  
شہرہ حسن رخت شد ز سبک تاسماک  
طنطنہ عشق من عالم امکان گرفت  
حلقہ بگوشت زجاں جملہ حسینان دہر  
دامن حسن رخت یوسف کنعاں گرفت  
گر ز کفم در ربوہ ملک دل من چه شد  
یار پری شیوہ ام ملک سلیمان گرفت  
دست جنوں کرده است دامن من چاک چاک  
تادل و جان مرا عشق گریبان گرفت

در دلم به نشد گرچه بے کرد و فکر  
عیسی مریم کنوں دست ز درمان گرفت  
پاک شد از آب عفو دقت حصیان من  
بسکه کف هستم دامن پاکان گرفت  
رنج و بلا لازم است ہر کہ کو صورت است  
حسن رخ یوسفی سیلی اخوان گرفت  
جان منی غیب عیب لبس شہادت بہر  
ذات وراء الورا صورت انسان گرفت

دامن عقل از کفم رفت برون بافت

عشق بتان تمام را دست و گریبان گرفت

۵۰ گفتم ستم ز دست تو بر پا چہ از رفت  
گفتا زما ز رفت ز دست زما ز رفت  
از من چه دیدہ کہ تو رنجیدہ ز من  
جانان بخدمت تو ز من یک خطا ز رفت  
از شدت الم دل من گرچه پارہ شد  
گاہے بر طبیب برائے دوا ز رفت  
بس آشنا کہ در رخت طہید و مرد  
از جانب تو پریش ہنچ آشنا ز رفت  
بالائے باقم تو چون نالام رسد  
ہرگز عیش خانہ نازت صبار ز رفت  
در و دشن نگفتم و نہ خواستم دوا  
پیش طبیب قصہ درد و دوا ز رفت  
در مجلس نہ جلوہ کنان رفت آن نگار  
از ہر طرف کہ غلغلہ مر جبار ز رفت  
یا خواجہ معیسی کہ در دو مصیبت  
بر لب بغیر نام تو نام خدا ز رفت  
بہر وصال تو نہ شبے بہت کا ندراں  
دست و عالمند سوئے ستم ز رفت  
واری ہمیشہ و رد زبان ذکر سیم ز رفت  
یک لفظہ بر زبان تو ذکر خدا ز رفت

قانع بماندہ است بنان جوین خشک



## باقر بے حیفه و نیاز جا زلفت

۵۱  
 دل می طید جمال تو بینم تنی است  
 گل چینم از حدیقه حسنت تنی است  
 عیسی تو که علاج ندانی عبت کوش  
 در دلم ز عشق کس در زلفتی است  
 زاهد عبت بود همه وجد و تواجدت  
 این مجلس سماع تو بهر تلبی است  
 به نشین دو ساعت ز کرمهای پهلوان  
 و تنه بنه بسینه که دل رقتی است  
 دایم که کار علمم از دست زفته است  
 عیسی مگر علاج تو بهر تشفی است  
 از نعمه تو زهره در آید بوجد و رقص  
 جانان چه در گلوئی تو طرقتی است

گر با قریب تا به سحر می نخورده است

باقر از ویرس چه وجه تملی است

۵۲  
 سر و چین ز غصه گریبان درینیت  
 آں سرو خوشخرام بگلشن چمنیت  
 پیش رخ تو زرد شود رنگ روئی گل  
 یا قوت از لب حیرت گزینیت  
 می لبشوی فسانه فریاد و قیس را  
 بشو ز من که قصه نام شنیدیت  
 ای دل مثال زهر فراقش که میکشی  
 آخر نصیب ثمرت صلت چشیدیت  
 در عشق دیده ام که نبایت دیدنش  
 من بعد بنگرم که ز قیمت چه دیدیت  
 تمام خداست رونق حسن تو بر کمال  
 شایان بوسه عارض و علت یکدیت  
 ضبط نفس نماند و رعین که راز دل  
 از دل چو می ز ساغر پر می چکیدیت  
 غافل ز درد عشق ز لبس بود کون  
 ای دل بروی خاک چو بسمل طینیت

ای غیرت چمن حسن ماں چو سر و ناز  
 در دامن نگه گل حسن تو چیدیت  
 یک صبا ز کوچه جانان همیرسد  
 ای دل نوید وصل بگو شمع ریدیت  
 جان داده ام به لاله عذاراں سب خط  
 بس لاله او سبزه ز قبرم و میدیت

باقر مبد غنچه نطفه دل در پس چمن

چون بوی گل ز گلشن دنیا ریدیت

۵۳  
 حریم تست که بیمار را شفا اینجاست  
 علاج در دلدل خسته و دوا اینجاست  
 بخلوت شب عاشق بچشم حیرت می  
 دل است پر ز غم سحر و دلربا اینجاست  
 به بزم باد کشتان ساقی است مطربم  
 بیابا و به به بین زاهد اچبا اینجاست  
 تو نازکی چه نمی پائے در سراچه عشق  
 مصیبت و همه در چشم بلا اینجاست  
 به بوسه روضه اقدس بیاب گنج مرا  
 که انیت کعبه مقصود و مدعا اینجاست  
 چه گوئی یا نهم لے جان جان بکوچه تو  
 شهید ناز تو غلطیده جا بجا اینجاست  
 ز غیر چشم به بند و به بین بخلوت دل  
 انیس و محرم راز است آشنا اینجاست  
 هنوز از در من نه آمدست آں شوخ  
 بلند نعمت سهلا و محراب اینجاست

تو محو عیش در آنجا و باقر میکس

بدوری تو بصدر رخ بتلا اینجاست

۵۴  
 بے گذشت و عشق تو صد بلا بایت  
 چها گذشت ندانم کنون چها باقیست  
 بیابنا ز در آغوش و لب بنه بر لب  
 که بوسه ز تو در وعده دلربا باقیست



بوس تربت پاکان ز صدق و صفت خوا  
که زیر خاک برفتند و فیضها باقیست  
نماند ز نمه سنجاب و فرش استبرق  
هزار شکر که در خانه بویا باقیست  
بهائے جلوه تو گر نماند سیم و زرم  
متاع دین و دل از بهر رونما باقیست  
برخم گرچه تو از لطف ریختی مرهم  
هنوز در دل پرورد و در دوا باقیست  
زگریه بر سر نعش دیت بده قاتل  
که کشته تو مرا بر تو خوں بهایا باقیست  
نگشته ز علاج خمخسل تو ای عیسی  
هنوز پیش تو در و مرا دوا باقیست  
بیا و از سخته زنده کن مرا از نو  
که جز رقیق نه کنون در حیات باقیست

زیر خاک بختی و زنده باقیست

که ذکر خیر کلام تو جا بجا باقیست

شب که ذوق جوش متی آن بت بخوار داشت  
بزم عیش از مطرب منع بر لب جو بار داشت  
صبحدم در خواب دیدم جلوه حسن رخس  
طرفه چشم خفته من طالع بیدار داشت  
عشوه او و لغزب و غمزه اش افسوگرے  
طرفه سحر و العجب آن ز گس بهار داشت  
شیخ شهر من برآمد جامع اسلام و کفر  
سجده زیب دست بود و دگر گوزنار داشت  
مرغ دل در شوق رویت دوش در تقارن خود  
صدقائے دلفریب بهچو مونسقار داشت  
پاک از نقش دوی هرگز نشد لوح و لاش  
شیخ مادر پیش روانه زنگار داشت  
برهن سوئے کشت و شیخ سوئے خانقہ  
ایں دل دیوانه عزم خانه خار داشت

باقر دل خسترات در انتظار مقتدر

چشم شوق آگین بر است یابل ویدار داشت

چهار بطایع برگشته خودم جنگ است  
مرا ز تست تقاضا تر از من تنگ است  
عداوت دل تو با دلم بود قطره  
که جوهر دل من شیشه دولت تنگ است  
پیش پرین عشق و گرد عسل مگرد  
که تو بعل ننگی که جامه اش تنگ است  
به پیش تو چه مقابل شود مه کنعان  
که او به پله حسن تو سنگ یا سنگ است  
بغیر ضربت افعال نمی شود ظاهیر  
شرار عشق تو در سینه آتش تنگ است  
شگفتگی ز کجای همچو گل که عاشق تو  
همیشه غنچه نمط در غم تو دل تنگ است  
تو زاهدی بیغم عاقبت خوشا زنده  
که فارغ از دو جهان هست با دهنک است  
بیا و یکد و قح نوش کن تو هم زاهد  
به بین که با دهن گلگون چگونه خوش تنگ است  
درین زمین تو کنی تا کجا گهر سنجی  
خمش خامه و بس کن که قافیه تنگ است

بگو که حلقه به بیرون در زند مسکین

اگر صحبت بجایه با وقت تنگ است

رویت بهار گلشن جنت تار یافت  
زلف تو بوی نافع مشک تار یافت  
ای و امنم که دور ز قرب تو جاں دهم  
خوش طالع کی که به بزم تو بار یافت  
خیره دو دیده آنکه شد سرمه ز طور  
روشن و چشم آنکه ز کویت غبار یافت  
رسم بدوری دل پرورد من که او  
دور از وصال تو نتواند قرار یافت

چندین بجایه و هر برادر رضائے دوست



خوش نعمتی است هر که درین ره گزایافت

۵۸ کو در جهان حسی که محبت شار نیست  
از تیغ ابروئے تو چو من و لعل غایت  
بسل نظم ز خنجر عشقت بخون پستان  
سیماب دار از غم تو بے ترانیت  
آں دل کدام دل که بزلفت نشد ایر  
واں سر کدام سر که بیایت شار نیست  
ساقی بجائے باده بده بوسه لب  
چو لعل خوشگوار توئے خوشگوار نیست  
جانا بیا که در دل پر آرزوئے من  
بے جلوه جمال تو صبر و قرار نیست  
در آرزوئے وصل تو بے صرفه میکشم  
زاں سر خوشم که در من عشقت خار نیست  
در خاک جو گرچه نهان میکنی حبیب  
پیدا درون خاطر عاشق غبار نیست  
خواهد نظاره گل روئے تو طبع من  
شاق جلوه گل و باغ بهار نیست  
کردم به دل یقین که بود اختیار من  
لیکن به اختیار مرا اختیار نیست

یارب اگر چه کوه گناه است بر سرش

نومید از تو باقر عصیاں شعار نیست

۵۹ سر و قدر آں گل رعنا خراماں کرد و رفت  
یک دو ساعت خانه مارا گلتاں کرد و رفت  
ویدش روزی خراماں بر سر بام خوش  
روئے چو گل در تنه دامنش نهان کرد و رفت  
بوده ام گریاں به هجرش ناگهان آمد به  
همچو گل لعل و لب خوش رنگ خداں کرد و رفت  
دی بسوئے خانه ام متان آمد بے نقاب  
روئے را پوشیده در زلف پریان کرد و رفت  
بر سرم مشکلاش دوشینه آمد از کرم  
خسک مارا از لطف خویش آسان کرد و رفت

دوش در بزم حرفیاں جلوه گر شد ناگهان  
بزم را از چهره چو آئینه حیراں کرد و رفت  
بلبل بے خان و ماں از کاوش فصل خزاں  
در چمن صد ناله و صد شور و فغاں کرد و رفت

از عدم آمد به هستی باقر صورت پرست

در جهان نظاره روپای حسیاں کرد و رفت

۶۰ ز تاب جلوه اش برین چارفت  
ندانستم که ماه من کجا رفت  
شب و صبح کشیدم چو آب خوش  
بجان او چه از شرم و حیا رفت  
زمین و آسمان طلت کده شد  
ز پیش چشم چو آن رفقا رفت  
ز جوش شوق در کوشش غبارم  
چپا چاک تر از باد صبا رفت  
مراں از در مرائے من نایت  
اگر خدمت از من حلا رفت  
چکان از چشم زین غم قطره چند  
که بیایت سوی ملک فنا رفت  
گره از کاکل پر خشم کشادی  
دل مسکین در آن دام بلا رفت

مرا بار غمش باقر دو تا کرد

چه گویم آنچه زان زلف دو تافت

۶۱ بجلوه گاه تو چشم هر نفس جان باز است  
بحدت تو زبان سخنوراں باز است  
رسد بکوه تو گر کشته غمت شاید  
که پیش روئے شهیداں جفاں باز است  
نصیب من نبود خواب غیر خواب اجل  
که هر دو دیده براه تو جاوداں باز است  
اگر بدامن تو دست میسنیم مرغ  
که پیش اهل کرم دست سائلان باز است



بانتظار قدم میسر کرده  
دو چشم من بسیر راه کاروان باز است  
دلا چه غم تو اگر رندی حسن باقی  
که باب بخشش رحمت بر عاصیان باز است  
برنگ شایه چو دستم میسر چه حصول  
که طره ات برخ رشک گلستان باز است  
خدای ناز تو یک ساغر از کرم ساقی  
که همچو کاس ام از تشنگی هاں باز است  
چه حالتت بگو باقر آشت که ترا  
به آه و ناله چو مرغ نفس دهاں باز است

هرگز لے قاتل ترا  
ایں میں حسین خودت در بوتہ عشقش گداز  
کے تو اں — شربت خضر اگر  
کے کند — لب شکیم خون جگر  
زود کن بر من نظر  
در مردن مرا تا خیر نیست

بہتر ازین تخریر نیست  
لائق فراق تو این ناتواں نخریر نیست  
ہست خود بیچارہ در قید خیال زلف تو  
و حشت دیوانہ ات را حاجت تخریر نیست

عاشق روئے تو بسیار ز جانان جہاں

لیک یک کس بچو باقر عاشق دلگیر نیست

۶۳ در فراق آہ غم و غصہ نہانم سخت  
در شب وصل دلم جلوہ جانانم سخت

ز گس چشم تو و سرفست در غنایت  
ترک یاد تو مراد شنه بدل برد فرو  
تاز شہا است مرا اگر منی و معشوق چه غم  
آتش زدمہ من شعلہ حسن تو بدل  
ما ز زلف تو گزیدہ است بدیدم در خواب  
جائے گل بے تو فنا ندیم بگلشن دروے  
بے تو لے رشک چمن دوش برقم در باغ  
آمد آں شوخ چو با جامہ زیریں بر  
من کجا یار من بارخ چوں شعلہ کجا است  
خواب بے یار ویریں فصل ز تمام سخت

باقر آں مہ چونہ شد شمع شبتنام دوش

تا سحر کہ چو چراغ ایں دل بریانم سخت

۶۴ دیدہ چوں آئینہ دروئے تو حیرانی دشت  
داد با غیر خدا عیش نشاء عالم  
آں کہ بود دست کہ بگذاشت ازین راہ کہ او  
بے گنہ گشت مرا طرفہ کہ از کردہ خود  
ہست امر و زہتہ خاک مذلت در گور  
رفت بیچارہ و خاموش تہ خاک نجف  
دل ز دست سز زلفت چہ پریشانی دشت  
در عشقت بمن خستہ دل از زانی دشت  
صورت حور رخ یوسف کفانی دشت  
ز نخل گشت مہ من نہ شیمانی دشت  
آنکہ دیروز بہر تاج جہان بانی دشت  
آنکہ در زیر نگین ملک سخن دانی دشت



تاز پر وہ نہ فت شد ایدایں راز بردن  
دل خوگشته غم عشق تو پنهانی دشت  
شکر تعمیر خودم حسیت که چوں سینگرم  
وسعت آباد جہاں میل و برانی دشت  
چوں کفیل نشود رحمت یزدان کہ دلم  
حب محبوب خدا حضرت جیلانی دشت

ہر کسے غرہ بہ اعمال خودش بہت نظر

باقی خستہ سوے رحمت یزدانی دشت

۶۵ دور است گلزار رخسار باغ و بہار من کجاست  
نایدہ ام سر و قدش آن گلزار من کجاست  
شد شاید گل در چمن اندر نظر با جلوہ گر  
در جوش شد فصل بہار ان بہار من کجاست  
سرگشتہ ام در جستجو ہچوں غبار کارواں  
اے جبہ فرسائے دشت بر کو کہ یار من کجاست  
تا دور گشتم از برش و ز قرب او ماندم جدا  
تا ب تو ان من چه شد صبر و دار من کجاست  
چوں آستانش بوسم و چوں جبہ سایم بر دشت  
تا در گہ والائے او یارب گذار من کجاست  
بے جلوہ نور رخسار بے نور زمینکیش است  
آں مست ناز خود کجا آں می گسار من کجاست  
گل شد بعارض قازہ کش سبل بگیو شانہ زد  
گلزار شد گل پر ہن گلگون عذار من کجاست  
شد مانع وصل چہیں زینگو نہ جوش غیر است  
آں شاید خلوت نشین عصمت شعار من کجاست  
در راہ او شد عدم آخر چو گرد کارواں  
ایوانمیدانم چه شد مشت غبار من کجاست

اے رحمت عالم کو گاہ شفاعت روز شتر

آں باقر دل خستہ عصیاں شعار من کجاست

۶۶ طیلسان نہ تو افلاک و مویں بیش نیست  
مرکز این عالم فانی مویں بیش نیست

کجا دے برائے حق کجا  
کار تو سجودے بیش نیست  
نقش زنگار رنگ عالم بہت  
ایں ہمہ تلویں کہ می بینی مویں بیش نیست  
جلوہ گر در تفرقہ ہم جمع ذات مطلق است  
ایں تعینہا کہ می بینی مویں بیش نیست  
بیش نیست





## رویت شا

از شکوه لب به بند و کن پیش یار بحث  
از نسبت مشابهت روئے و هوئے تو  
گر بکنار میثویم از تو لطفهاست  
آں شوخ نکسته سنج نه ملزم بهیچ شد  
از حقہ لبنت در قفس بر پریشان  
زاهد حدیث زهد گویش میکشان  
لب تشنه مانده است از آں آب زندگی  
قطع امید کرده ام از طالع زبون  
امشب سخن ز زلفت تو گویند اهل بزم  
بر خاطرش ولا از ساند غبار بحث  
دارند در مقاصد لیل و نهار بحث  
ورنه منیکم پے بوس و کنار بحث  
کردم پے ثبوت جفایش هزار بحث  
کز لعل نوشخند بود خوش گوار بحث  
اینجا مکن مگر ز مے خوش گوار بحث  
دارد و دیان ز جسم ز شمشیر یار بحث  
با من عبت کند دل امیدوار بحث  
دارد هزار نماند چیں در سار بحث

باقر بکام اگر ز سیدی نمیتوان  
با بخت جنگ کردن و باروزگار بحث

## رویت حیم

با عارضت به گلشن و گلها چه احتیاج  
بیا بی دل است که جاں بر لیم رساند  
دارم دے ز داغ تو رنگین تر از بهار  
مختور و مست ز گس متانه توایم  
شد زنده ابد بجا کشته غمت  
خوش جامه ایت برنش از خاک کویت  
مسجود یک جهان بت نصرایم بؤ  
حن ترا بر نیت و زیور چه حاجت است  
با چشم توبه ز گس شهلا چه احتیاج  
اینک بیا بوعده فردا چه احتیاج  
مارا بسیر گلشن و گلها چه احتیاج  
مارا بساعت و می و مینا چه احتیاج  
جاں داده ترا بسیا چه احتیاج  
دیوانه تراست به ویا چه احتیاج  
این عقبه ات ترا بکلیا چه احتیاج  
با غازه جلوه رخ مه را چه احتیاج

با قرب از با غم و درد دل حیر  
بیار عشق را بمدا و چه احتیاج



## ردیف حا

۱ از غیرت رخ تو شود در نقاب صبح  
 با پیش جلوه ات چه کند آفتاب صبح  
 بلائے بام بود مه من بخواب صبح  
 گرم نطفه ره بود در چرخ آفتاب صبح  
 ابرو است بر رخ صنم مه نقائے من  
 یا مطلع بود بحبیبین کتاب صبح  
 باشد شب وصال چه کم کرد و فلک  
 گر اندک بدیر کشد فتح باب صبح  
 باقر به پیش جلوه روئے نگار من

چوں ماهتاب صبح بود آفتاب صبح

۲ غنچه دل بر کشاد بوی گلستان صبح  
 آتش گل بر فروخت حبیبش دامن صبح  
 باشد یعقوب و ارکشته شامش  
 گر چه بود آفتاب یوسف کنعان صبح  
 بیکه شب هجر شد چو قیامت دراز  
 سوخت دلم را چو شمع آتش هجران صبح  
 هست بلندی گرا دولت صافی دله  
 گشت سر آفتاب بهر سلیمان صبح  
 از عرق انفصال آمده شبم فشان  
 پیش رخت چوں تهر مهر درخشان صبح  
 از گل رویت جدا آه که از یاد تو  
 ناله شہائے من ناله مرغان صبح

دید چو نور رخس چشم سحر باقرا

دست جنوں چاک زد طرف گریباں صبح

۳ کدورت دل خود شستم از صفائے قدح  
 بیدار سر مه کشیدم ز خاک پایے قدح  
 ز تو به گشته خجل بهجونه می نام  
 که وائے وائے صراحی و پائے پایے قدح  
 لبالب است دل من ز حسرت مینا  
 نیامده است بر سر تیغ جز بهوائے قدح  
 هلاک خنده جام و می است جان و دلم  
 مباد کس چو من خسته مبتلائے قدح  
 چه گویمت چه جگر تشنه نیم ساقی  
 بکام من بچکان رسته ز لائے قدح  
 رسید محتب شهر و جام می شکست  
 بتالم و بکنم گریه در عزائے قدح  
 بگردش آرو بروں سازم از خودی ساقی  
 بگیر نفقہ دل و دین برو نمائے قدح  
 هوا خوش است و خنک خلعت است ابر بهار  
 بسخن بلخ بده ساقیا صلائے قدح  
 بیک دو جرعه می زنده ابد سازد  
 بلا مینا شوم فدائے قدح  
 گه ز پیرمغان خواستم که از ساقی  
 چه گویمت که چه خوں خورده ام بایے قدح

صفائے دل بدید ذکر نام می باقر

بیا گزار به پیرمغان معائے قدح

۴ متاع جان و دل افشاند ام به پایے قدح  
 مباد کس چو من خسته مبتلائے قدح  
 شکست ساغومی لیک محتب را میس  
 که سوگوار شسته است در عزائے قدح  
 توار کرم و وسه جامے اگر دمی ساقی  
 متاع دین و دل آرم برو نمائے قدح  
 به بزم باوه چنای مست و بخود افتاد  
 که دست بر شیشه بود و سر بیائے قدح



بخلوت تو چیاں پا نهم اے زاهد  
 میکده به نهادیم سر بیائے قدح  
 کمال تشنه جگر خشک لب منم ساقی  
 صراحی می نایم به بجائے قدح  
 زبں که دست طلب چون توبه ام باقر  
 ز آستین نکشم دست جزیر اے قدح

۵ میشود روشن دل صاحب دل از تویر صبح  
 شد طلای خالص خورشید از اکیر صبح  
 ترسم از طول شب بچراں که آن خانه خراب  
 میخار دآه در دل ناخن باخیر صبح  
 هر سعادتها که خواهی زیر دامان هست  
 تا توانی کوشش شهادت پی تیغ صبح  
 موثر گاف نکته زلفت بود اوراق شام  
 حل متن عارضت میگرد از تفسیر صبح  
 جلوه گاه صورت خورشید گرد و سینه ات  
 گر کنی نقش نیکین لوح دل تصویر صبح  
 صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا  
 از تیر دل حرمت روئے سپید صبح  
 شد گریبان گیر عزم لذت خواب سحر  
 گر چه شوق صما ختم غمزه بکیر صبح  
 می توان گفتن یک بامدعی لاف زن  
 گوچین رنگین غزل رشک صفای شیر صبح  
 جلوه حسن تو ویراں کرد ایوان سحر  
 خشته از مهر باید تا کند تفسیر صبح

باشندش و روز بان ذکر صفای عارض

گوش کن باقر تو از جان خوبی تقریر صبح



## ردیف دال

۱ شمع را آتش رخسار تو پروانه کند  
 شیشه را پر تو حسن تو پر نخا کند  
 آب سازد جگر می غم لب خشکی من  
 حسرت نشکنیم خون دل بیایه کند  
 این چنین عشوه فروشد اگر مغیجگان  
 سجده پاکس نه چیاں بر بخا کند  
 جلوه شمع غدار تو دل عاشق را  
 پاک پروانه صفت نور و پروانه کند  
 آه کال شوخ به حسرت به پند همه عمر  
 رحم بکره نه بحال دل دیوانه کند  
 در شب تهر چو بمل بطیاند در خاک  
 در شب جلوه دهد صبح به افسانه کند  
 پای از سر بتوان کرد بهر گام که  
 سفر عشق که از بهمت مردانه کند

فیض طبع چمن آرائے جهاں رانام

کو چو گل پرورش سبز بهر گانه کند

۲ ویش که غیر با تو به نرم شراب بود  
 مشکین دلم بر آتش غیرت کباب بود  
 و سبب غنبت مه من طرفه آب بود  
 در بو لببت مره شهید ناب بود  
 لطف گل وجود و بهاران این چمن  
 بوده است بوی غنچه که پاد رکاب بود  
 گر باده خورده ایم بنه عذر زبدا  
 فصل بهار و مستی و عهد شباب بود



شب بوسه ازاں لب شیریں نجواستم  
آں شوخ تاسحر ہمہ چشم و عتاب بود  
گر دید عطرس از نیش مشام جاں  
گیسوئے عنبریں تو یا مشک ناب بود

سرخیل خواجگان نشود چوں بروز شر

باقر غلام بارگہ بو تراب بود

دل بے غم یار خوش نباشد  
جان بے دل زار خوش نباشد

ساقی و شراب و گلشن و گل  
بے روئے نگار خوش نباشد

گر خود تو کنی کتارہ ازمن  
حورم بکتار خوش نباشد

در شہر خودم بخوان کہ بے تو  
ایں شہر و دیار خوش نباشد

خوش گفت کس کہ گفت باقر

بے یار بہار خوش نباشد

دل رخت حق نماست میگوید  
جلوہ کبریا است میگوید

کشتہ بر کشتہ دیدہ خلق ہمہ  
کوچہ ات کر بلا است میگوید

ہر لب ز حشم آب تیغ ترا  
وہ چہ آب بقا است میگوید

دید ز گس جمال روئے ترا  
جان جنت خداست میگوید

بوسہ لب چو خواہم از خندہ

باقر این نارواست میگوید

حق ز برم تو ام جدا نکند  
من و دوری ز تو خدا نکند

شکوہ او کجایم اے دے  
خود اگر فصل با جہانکند

انچہ تو کردہ ہمارے دوست  
آشنائے بہ آشنائکند

وے قمت کہ آں سراپا ناز  
نظرے سویم از حیا نکند

چیت تدبیر ہا کہ پیچ طیب  
مرض عشق را دوا نکند

در فراق تو دل چساں لای شخ  
جامہ صبر را قبا نکند

چکند ہر کہ دید روئے ترا  
سرباپیت اگر فدا نکند

دل عبث دادہ باو باقر

خبر و باکے وفا نکند

بکن یارب دل افکار محمد  
مدہ دروے جز آزار محمد

دلم را کن جنبہ از محمد  
منور کن ز انوار محمد

شکست ہنگامہ خضر و میحا  
بدور روز بازار محمد

خوشا چشمے کہ شد محو تاشا  
بر خار گہر بار محمد

چہ صحت بخشدم داروی عیسی  
مرا جانست بمبار محمد

صبا بہر دل شیر مردہ من  
رساں بوئے زکند از محمد

خدا یا جلوہ اش نہا کہ ہستم  
بے مشتاق دید از محمد

ز میں را آسماں خوانم کہ گروید  
بے پامال رفت از محمد

صباخ گوش او شد دقہ در  
شنید آنکس کہ گفت از محمد



خدا را اسے نسیم صبح بیکره  
نہاں کن سوزن خود اسے میجا  
شفابخش دہ بیمارم بیکدم  
عطا کن اسے خدا آں چشم پاکم  
کے بے بہرہ و محروم از تو  
چہ کم گردد کہ پرستہ حال زارم  
بہ امیدیکہ میدارم شب و روز  
جبین سایم بہ دربارم

اگر خواہی مراد خویش باقر  
بکن ہر خط تکرارم

اگر یک ذرہ از کویت بدانش غبار افتد  
شب آں گل پیرہن درخانہ باجلوہ فرما  
بر آتش نقش پاکش ز تخت بدشد ہرگز  
ہر آنکو میکند بیکرہ تماشائے گل روش  
بگرد خط سبزت جنبش گیسویداں ماند  
تلافی جدائی میکنم گر بعد مردنم  
تماشایت یقین باشد اگر در روز محشر ہم  
فراق از درد دل اند میان جم و جان ہست

یہ تسلیم رضائش گرنہ ساز و چون کند باقر  
بدست غیر ہر کس را عنان اختیار افتد

خوشامرے کہ خیالت درو کیس گردد  
نہی و دلے کہ پے نام تو نگیس گردد  
منی رود ز علاج میسج دروسم  
مگر کہ خاک درت صندل ہمیں گردد  
وہد فریب و فرستد بن نوید وصال  
ز سادگی من دختہ را یقین گردد  
تو و اعطا بکن این قصہ مختصر کہ نشد  
یکے ہزار ز پند تو و نشیں گردد  
عذاب تنگی گورش ہی شود قیمت  
چو شتہ دہنت دفن در زمین گردد

جد از بزم خودم کردی و ندانستی  
کہ حالتی لبس راق تو این چنین گردد

چہ می پرسی ز احوال چہ گویم داستان خود  
عیان چوں شمع میوزم ز درونہاں خود  
ز بس گردید صلیح کل شرت طبع بے کینم  
ندارم فرقی اندر دوستان و دشمنان خود  
اگر داند خضر ذوق برایت جاں پیرون را  
ہمیا ز وفائے مرگ عمر حب و خون خود  
منم آن طلبیل شیدا کہ دور از جلوہ کلہا  
ز آہ آتشیں آتش زوم در آشیان خود

من و این دشت و دشت خیر یارب ہر ماں افتد  
جرس آساہمی نام جدا از کار روان خود

کے مٹا پدہ صنعت الہی کرد  
نظر بروئے تو چوں چشم صبح گاہی کرد  
نداشت دست ز قلم دو چشم سفارش  
نگاہ شوق بے گرچہ غم خواہی کرد



صفائے آئینہ طلعت ترانارم کہ مہر پیش تو اقرار رو سیاہی کرد  
 بے عشق و تانج بخون و لم نمی خواهم غذائے خویش چونم زمزم و ماہی کرد  
 شدہ است دیدہ ز کس زان سبب نو کہ پیش چشم تو دعوی خوش نگاہی کرد

نبوده است چنین خشمگین ز عذر گنا

دل خیز عبت اظهار بگیت ہی کرد

شب بے تو تا سحر دل شیدا طیب بود بخت جگر ز دیدہ پر خوں چکیده بود  
 جانابیا بی ز کجا میرسی بگو شب با کہ بودہ گل و صلت کچکیده بود  
 در گوشہ فراق ز کس بود ہنس ما بودہ ایم و این دل حسرت کشیدہ بود  
 دور از رخت چگونہ قرارت بود بگو آں خستہ کہ پہلوئے تو آمیدہ بود  
 آبی نہ داشت باتن صافی تو یا سمن گلہا بہ پیش روئے تو زنگ پریدہ بود  
 رسوائے شہر گشت بہ عشق تو عاقبت بیچارہ دل کہ گوشہ غزلت گزیدہ بود  
 زان نور عارضے کہ کند جلوہ در نقا خیل فرشتہ دامن عصمت دیدہ بود

چوں من کہ بہت بے ہنرے ہیچکارہ

تا با قرا یزد م بچہ کار آفریدہ بود

گل کرد موسم گل رطل گراں تو ان ز ساقی صلائے عیشے در بوستان تو ان ز  
 تاکے علم براوج عیش جہاں تو ان ز از آہ گرم بر قے در این آں تو ان ز  
 در تنگنائے ہستی لے دل چہ مست جانی بید و خمیہ بیرون زین خاکل تو ان ز

واعظ ز نطق عینے افسانہا چہ خوانی حرفے ز لعل نوش آن جان تو ان ز  
 ازین مہبت شاں ہر گل است آساں دست طلب بذیل صاحب دلاں تو ان ز  
 آں جا کہ عشق بخت معراج سر باندی

سر پا بدوق مستی بر فرقہاں تو ان ز

خیال قامت او در ول افکار میگرد بہ اندازے کہ گوئی سرور گلزار میگرد  
 نظر گیرہ بمن لے آنکہ از فیض نگاہ تو برنگ غنچہ و اصد عقدہ دشوار میگرد  
 ندیدم جلوہ رویت بخواب لے وائے محرومی نصیب من کجا این دولت بیدار میگرد  
 زباں ہر چند وقت جلوہ اش نشاید از حیرت بعرض مدعا شوق لب اظهار میگرد  
 برویش گریہ ہا ہر چند آبے میزند بسکن کجا بخت من از خواب گلزار میگرد

نہا شد دل چہاں شاق اشعار خجشت باقر

کہ شیریں کام جاں زین شیوہ گفتار میگرد

عشوہ و غمزہ و نماز وصف تر گانے چند غارت کشور دل ساختہ تر کانے چند  
 جلوہ گاہ رخ خوب تو بود دیدہ و دل دارم از دولت حسن تو پرستانے چند  
 ز دست روشن ہمہ دیو حرم و خانہ دل یک فروغ است کہ شد شمع شبستانے چند  
 مطرب امشب بہ نئے از نغمہ ام آہنگ مید کردم گرم دلم سوخت نیتمانے چند  
 نہ ہمیں کشتہ ناز تو غریزہ مصیبت ہست بر گردن تو خون غریزانے چند  
 اندرین فصل گل لے ناصح ناداں چہ کنی پند تو بہ ز پے تو بہ پشیمانے چند



گاہ در حلقه زلف و گہ در چاہ زرخ  
یوسف دل شد ز غمانی زندانی چند  
جلوه از ناز لب بر لب و منتظر  
تا فشانند به پای تو دل و جان چند  
چند داریم نہاں را ز محبت کہ زند  
ہر خدنگ قرہات ز خم نمایان چند  
زہر باشد بہ مذاقش خود اگر تریاق است  
نیت بیمار تو منت کش در مان چند  
وہ چہ نیرنگی عشق است کہ بادیدہ تر  
دارم از زخم سنان لب خدای چند  
باقر از بس نے کلک تو حلاوت بارت

آب گردند ز غیرت شکر تان چند

۱۵ سوسن بچمن یا دگل روئے تو میکرد  
سنبل سخن زلف سمن بُوئے تو میکرد  
ز کتاب دگر رشتہ دیوانگیست  
ہر شانہ کہ مشاطہ بگیوئے تو میکرد  
شد رشتہ پیوند گلوئے سرگروں  
آہے کہ اسیر خم گیسوئے تو میکرد  
اے وائے کہ بیمار غم عشق تو از جاں  
میرفت و ز حسرت نگے سوئے تو میکرد  
از سوزن عیسی نہ پذیرفت رفوئے  
زخمیکہ بدل غمزہ جادوئے تو میکرد

شد شیوہ تو بس کہ تماشائے حینا

باقر دل شیدا گلہ از خوئے تو میکرد

۱۶ بہر بزم نقاب از عارض خود یار بکشاید  
بچشم عاشقان صبح قیامت بار بکشاید  
بہ بند و خون ز غیرت دگر منہ چسباید  
گرہ راچوں صبا زان طرہ طرہ آربکشاید  
مس آں میخوردہ رندم کہ از فیض گاہن  
برنگ غنچہ گلہا در خم آربکشاید

نقد در خرمن جان و دل کہ وہیاں آتش  
بہ آہ و نالہ لب راچوں دل بہار بکشاید  
بہ بند و لبیل و خستہ منقار ترغم را  
بہر جا خانہ باقر لب گفتار بکشاید

۱۷ لب ہر غنچہ بگلزار اگر مخیند  
دہن زخم من اینجا بگلر مخیند  
چشم از حسرت دیدار تو خوں میگریذ  
زخم از شوق شان تو شکر مخیند  
نسبت طرفہ بہ اصدا بود طبع مرا  
خیر بر حالت من گرید و شرم مخیند  
گرزاں تر بود از برق اگر خود سبک است  
غفلت آرا بخیرام تو شرم مخیند  
گر کشاید دلم از جلوه رویت عجب  
لب ہر غنچہ بہ نزدیک سحر مخیند  
ماندہ حیرت زدہ صاحب ہنراں در کام  
کہ ہمہ عیلم و عیسم بہ ہنر مخیند

باقر اندر سخن نغمہ حلاوت بارت

لذتے بہت کہ بر شہد و شکر مخیند

۱۸ دل بہر قدر کہ نالہ و فریاد میکند  
تُرک جفا شعارم بیدا میکند  
لعل لبش کہ خندہ بحالم زندگرا  
تدبیر و اشید دل ناشاد میکند  
ہر مرغ خوش ترانہ بگاہا دین چمن  
ذکر جفا شعار ری صیاد میکند  
نازش جہائے تازہ و ہر خطہ غمزہا  
قانون فتنہ و گراہیاد میکند  
نازد بخوش خوبی ازوقی بپشت  
گر ناز با سخن حسد آوا میکند  
وستے کشادہ ام کہ بدست بود ہم  
تاپیر میفرودش چہ ارشاد میکند



بروش زنگنه کی دامن زلف را  
تخیر صد سزار پر یزد میکند

هر خطه آن نگار فراموش کار را

باقر عبت عبت دل من یاز میکند

۱۹ از درد دل زار پس از مرگ ره باشد  
بیار مرا کج محمد دارش باشد

دینداری و کفر است پئے کافرو و بنده

شد صبح قیامت به نظر جلوه گرامروز

برشمس و قمر سکه زند و داغ جینش

جانا بیل سنگ تو هرگز نه اثر کرد

تا دامن او گر زبیده است چه حاصل

فارغ شده از قید دو عالم دل شیدا

شب بتو همه شب مهر من با تو چلویم

بر روی سینان جهاں باز نه افتد

از باقر شوریده سرخسته چه پرسی

جاں داد عشق تو براه تو فدا شد

۲۰ به نخل این چمن کے بلبل من آتیاں گیرد  
برنگ غنچه از تنگی دلم زین گلستاں گیرد

تو در دست قیماں میدهی دست خانی را

نشان پنجر میگرد و خندنگ گشتادی را

چو آن صید افکنم در دست غوثیرو کماں گیرد

ز کبسا آمد ابر تو بهاراں کو شک روی

که در گلشن رسد ستانه و رطل گراں گیرد

ز بس خورده ام به لعل شیرین تو خورون

مرا اندر گلو حلوا برنگ استخوان گیرد

فغان کرد و در باش حسن حال دل پیش او

بگفتن در نمی آید و گر گویم زباں گیرد

بسان باقر بیدل غریق حب عصیانم

خدا یاد تکیه کو که دست بیکان گیرد

۲۱ ز فیض قدمت جاناں گل از خاشاک میروید

ز عکس قامت تو سر تا ز خاک میروید

پریشان سنبل از گل در هوا کاکلت خیزد

بشوق جلوه ات گل بادل صد چاک میروید

ببین تاثیر ماے انتظار بے شمار من

گل ز گس پس از مردن مرا از خاک میروید

گل جو رو جفا کر گلشن افلاک میروید

گل عنابی سر ماے شهیدان فاهوم

بشاخ خنجر تو لے بت سفاک میروید

چنان در خاطرش رو کرد عشق من که تو گوئی

که سخته در زمین کا زنده و برا فلاک میروید

ز چین او برویش هر چند زهر تلخ میبارد

ز شک خنده او نفیس تر پاک میروید

ز بس بگریستم به تو پس از مردن ز خاک من

بجای ز گس ای جان بیده نمناک میروید

جدا سازد سرم خندانکه از تن شهسوار من

سر دیگر ز صیدم باقر از فراق میروید

۲۲ محرم معنی صد شیوه حب دو گرد

غمره چون مہم آن چشم سخن گو گرد

چون رخ قبله نما روی تو گرد

دل سود از ده هر جا و بهر سو گرد



سایه گرفته از وحشت حسالم به چمن  
سرو تکمین خرامش دم آهو گردد  
نموان رست ازین سلسله هرگز یارب  
کس بماداکه اسیر خشم گیسو گردد  
قلم از تیغ تو خود راحت جانست و لے  
انچه ترسم که نه آن ساعد باز گردد  
بنشین وزه به پهلوش که بیمار ترا  
حالتی هست که پهلوی نه زیاده گردد  
تیغ بر فرق سر دین سلمان راند  
شانه چوں در خم آن کاکل میند گردد  
جنبش ناز کجا عشوه و انداز کجا

من گرفتارم که مریه تو خشم ابرو گردد

۲۳ بگوئے تو بود گرد جهان آسودگی باشد  
بگرد کعبه گشتن حاصلش فرسودگی باشد  
جمال عارض گلهاکند آخر بقصانه  
ترا پیوسته حسن یوئے در آفرودگی باشد  
ز آب زهد و تقوی شسته شد دامن حریفان  
مرا بچند یارب خروست در آلودگی باشد  
گدائے کوئے جانان شو که کام و جهان بانی  
بخود چیدن بتاج خسروی بهبودگی باشد  
بابل فیض لازم میشود در سر نقصان  
که شایخ مندلے پوئے صرف سودگی باشد

چه حاصل از سجود کعبه ایماں که باقر را

نهادن سر بپایت مایه بهبودگی باشد

۲۴ آنرا که نفس و بال باشد  
که خواہش ملک و مال باشد  
در مجلس دوست باوه خوردن  
در مذہب ماحلال باشد  
زہرے که به آب خجرتست  
در کام و دم زلال باشد

دار و مزره که شہد و شنام  
از قند لبست سوال باشد  
فتد تو که مژده وجود است  
در گلشن جبال نہال باشد  
پنهان نظریے بسوئے عشاق  
ز ان چشم چه احتمال باشد  
آنے و بفرقت زمانے  
غیرت و دو ماه و سال باشد  
ببصر من بخود که همچو بادہ  
خون و ملت حلال باشد  
کن محو غمزه هستی ما  
از ما اگر ت ملال باشد  
داری تپشے زیاده امرو  
شیدا دل من چه حال باشد  
شیدایے یوئے و ابر و تست  
گر بدر و گر ملال باشد

یا قمر تو مگر مرید عشقی

طرز سخن تو دال باشد

۲۵ ز نیم نخل طوبی نه چنان امید باشد  
که بسایه قد تو دلم آرمیده باشد  
تو بیایے نمازش که مرض عشقت  
بعدم شافت امشب خبرت یسره باشد  
نه چگونه پاره زین غم بلجد کنم کفن  
که بمرگ من گریبان چو توئے درید باشد  
تو عتابا بقاصد بکینی و من بدل خوش  
که بکام دل حدیثے ز لبست شنیده باشد  
بمذاق تلخ دار و مزره نشاط عالم  
دل ہر کہ لذت غم بجاں حشیدہ باشد  
ہمہ تن ز جوش خلعت کند آب عطر گل  
عرقیکہ از جنبیت ز حیا چکیدہ باشد

نش از قضا نصیب دل ناشکیب باقر



که بکام خود زمانه بر برش کشیده باشد

۲۶ زبند در دهر آن دل که رسته می آید ز بند غمزه ات آخر شکسته می آید  
چو بلبه مرغ دل من که طایر قدسی بدام حلقه زلف تو بسته می آید  
ز بسکه بسته ره آنجا هجوم دل آن شوخ ز کوه خویش بر من بسته می آید  
شکار افکن ما بین که دام زلف بدوش بخرم صید من پاشکسته می آید  
ببین بگوشت چشمش که سوئے تو باقر  
ز جلوه گاه دو عالم گزشته می آید

۲۷ در معنی بر تو صفی چون ملک من افتاد نه کلمه ز استغناء بیان و امن افتاد  
ز بس گلچین حسن گلزاره بوده ام گلشن شود گر خاک من باد صبا در گلشن افتاد  
برنگ سبز خوابیده جان تازه باید هر آنکو جان سپای آن بت سرین تن افتاد  
هلاک جلوه آن شهسوار آسمان سیرم که ماه نو دل جان را غسل تو سن افتاد  
دیت با دوده باشد شوخ سفاکم اگر بکوه شهیدان محبت را گل بر مدفن افتاد  
لب زیب می را چون تسم آشناسازی چمن زار ادا یا صد بهار سوسن افتاد  
صفای گوهر آویزه گوش ترا نامزم که بر هر دانه اش عقد ثریا خرم افتاد

هوا دار صبا گردیده ام باقر که تائیکره

غبار مقدش چو سرمه در چشم من افتاد

۲۸ گشته در گریه مرا مو چون یار سفید پیش چشم نشود اگر گهر یار سفید

سوخت خونم زلف عشق بد انسان که مرا تارهای رگ جاگشته چو زار سفید  
می توان ساخت باین بخت سیاهت که دلا بخت عاشق نشود چو دل بدکار سفید  
این قدر از نشئه حسن سیه هست مشو ز آنکه روزی شود این طره طار سفید  
عطر نیز است بد انسان که نگرود هرگز پیش زلف سیهت نافه تار سفید  
از خیال خط سبز تو صفایانت دلم روئے آئینه ماگشت ز زنگار سفید  
قدر و قیمت نه نهد نقد دل و جان بر تو چو شود پیش رخت روی بدار سفید

باقر این از چه مقام است که کس را نشود

پیش رنگین سخت لغت گفتار سفید

۲۹ کافر عشق تو لای کاش دل زار شود تار زلف به گلور شسته ز تار شود  
چشم بالا کنم و جلوه رویت بینم تو سر بام مرا جاتمه دیوار شود  
گرد آن مهر چه عجب گزیند اغیار دیده باشی بچمن پهلوی گل خار شود  
امن از جملہ بلا بازند اینخواهم غیر از عشق دیگر هیچ نه آزار شود  
کهنه زخیم دل من نه نکند هیچ دوا خط سبز تو مگر مرهم زنگار شود  
هفت دریا اگرش بر رخ و بر سر زیند طالع خفته محال است که بیدار شود  
حرف باطل چه خیال است که گوید حق گو گر چو منصور سر او به سردار شود  
چند ازین درد بینالم که مرا نخل امید سرو آسانه گه با ترو بار شود  
چشمه نوش بود لب شیرینیت ده ز لای که دوائ دل بهار شود



بس خطرناک بود وادی عشق تو چیاں  
 لذت می به چشتی گر تو به زنداں زاهد  
 دست بردار ز جورای بت نیکو دل من  
 بسته ام رخت سفر جانب منزل گاهت  
 پر حذر باش از آن دم که مرا در دل شب  
 نا توانی اگر این ست چه گویم پس این  
 باقر آزاد بود که رسد آن وقت خوش  
 که بدام سر زلف تو گرفتار شود

شگفتن یکدم زان عمل خدانم نمی آید  
 فراق از حد فزون گردید و جانم نمی آید  
 توانم داشتن در سینه را ز عشق را نهیال  
 بقوی سرب افرازی ز بند چنگ نیازی  
 خوشا و تفتی که شاخ گل مرا بود آشیان هم  
 ز دست و خشت دل نیست یک روز نصیب من  
 چه می پرسی ز احوال چه گویم با تو ای ظالم  
 تو از حرف غلط بجا فریب میدی قصه  
 کجاست غالب شیرین نوا باقر که آه کنوں

صد از آن طوطی هند خوش الحانم نمی آید

سوئے من آن نگار بناز وادار سید  
 مضمون عشق من چه قدر شه شه بدهر  
 جایافت عاقبت دل محزون کجای دوست  
 از فتنه تطاول زلف تو قصه ها  
 از خون من فدای تو خوش بشه نگار  
 شد بوسه لب تو نصیبم هر از شکر  
 دست هتقی ز زر دل خالی ز مدعا  
 جانا به تبت و خبت و ختن بچین  
 آمد ز یار نامه خط شکسته  
 اکنون ز راه لطف چه جوئے نشان او  
 آسان شود چه مشکلی من چون نمی توان  
 دست بطرف دامن مشک کشار سید

باقر بخود بناز که امشب بخانه ات

زیرین کله بیتی مه گلگون قبا رسید

سحر که چون ز پهلوی من آن دلا ز بخت  
 رسد تیغ قضا و دست جلا و اجل هر که  
 ز لوح دل چیاں بیرون بر نقش خدی باز  
 نفس از سینه ام آهسته چوں بیمار بر خیزد  
 میخ من ز بالین من میبار بر خیزد  
 خوشا و قتی که از آئینه ام نگار بر خیزد



کے کو مست افتاد است بخود بر کوبیت  
 حذر از ناله ام ظالم که سقف آسمان سوزد  
 کجا ممکن که روز حشر ہم ہنشیار بر خیزد  
 ہر آن آہ و فغانے کز دل افکار بر خیزد  
 چناں رنجوری من گشت باقر در آراں

کہ عیسی از سر بالین من بیمار بر خیزد

۳۳ خوش طالع آن خستہ کہ بیمار تو باشد  
 یک جلوه دریں خانہ بفرما کہ دل من  
 فرخندہ اسیرے کہ گرفتار تو باشد  
 آئینہ صفت طالب دیدار تو باشد  
 گر آب حیات است کہ سیراب نسازد  
 آنرا کہ جگر تشنہ دیدار تو باشد  
 خوشتر بود از حمت یا قوت و گہر ہا  
 ہر سینہ کہ گنجینہ اسرار تو باشد  
 عیشے کہ بر در شک بر و راحت فردوس  
 آسودگی سایہ دیوار تو باشد  
 وابستہ دل خستہ عشاق چو گوہر  
 نے ایں دل یتیم کہ صد برق تجلی  
 در ہر شکن طرہ طرار تو باشد  
 باشد و شکر کار ندارد کہ دل من  
 محبوب شود ہر کہ محب تو بجا شد  
 آتش فگن حشر من حن نہ کنعاں  
 در قالب ایماں و تن کفر گجاں  
 لے ہر لقا گرمی رخسار تو باشد  
 کا فر پرار شستہ زناں تو باشد

یا قمر بستم عشق بجن گریہ کہ رورے

ہر قطرہ اشک در شہوار تو باشد

۳۴ گفتم بلائے ہجر ز سر و اشود نشد  
 ہر چند خواستم کہ چو گل از نسیم آہ  
 سامان عیش و صل مہیا شود نشد  
 در کوچہ تو منزل و ماوا شود نشد  
 بشکفتہ غنچہ دل شیدا شود نشد  
 تا انصاف دل سوسے مولا شود نشد  
 رفتم بہ باب رحمت او قفل بستہ بود  
 زین دلغ خوشتم بلجہ آہ تا شبے  
 شمع مزارم آن رخ زیب شود نشد  
 آن شکر قرہ کہ صف آرا شود نشد  
 صبر از لطف ارہ رخ زیب شود نشد  
 دیوانہ تو باد یہ سیمیا شود نشد  
 باشکر غمت علم آرا شود نشد  
 دل بتو یکدم نہ شکبیا شود نشد  
 تا آن نگار مائل سودا شود نشد  
 بروم متاع دل

یا قمر دعائے ایں دل محزون ببقار

امید داشتہم کہ پذیرا شود نشد

۳۵ کے جانب فردوس نظر داشتہ باشد  
 و تنگ بود غنچہ صفت و چمن ہر  
 آنکس کہ بکوسے تو گذر داشتہ باشد  
 ہر کس کہ چو گل خرمین زرداشتہ باشد  
 پروا نکند گر شکندش چو سرفاف  
 سوداے تو ہر کس کہ بسر داشتہ باشد



آن برق جمال است که زویره شود چشم  
آن کسیت که اوتاب نظر داشته باشد  
در بحر رضا هر که در انداخت دل خود  
از موج حوادث چه خطر داشته باشد

بے زحمت ز قمار کند سیر و عالم

باقی بوطن هر که سفر داشته باشد

۳۶ دل اورا چه غم از گردش دوران باشد  
نظر هر که سوئے خواشش نیروا باشد  
زخمی تیغ اداسے تو بود جن و بشر  
کشته غمزه تو گبر و مسلمان باشد  
یک تجلی ز جمال تو بر بیدار هوش  
ناظر جلوه تو موسے عمر ایا باشد  
بر دگر بیان خجالت بهالقص  
پیش روی تو اگر یوسف کنعان باشد  
مرد دل را بسخن زنده جاویدند  
لب نوش تو لب چشمه حیوان باشد  
یک وجب جائے کوی تو پئے خسته دلاں  
خوشر از ملک جم و تخت سلیمان باشد  
زنده میدارم امید وصال تو  
جاں سپردن بغم هجر تو آسان باشد  
نیت ممکن شود از قیدر با هر که چمن  
بسته سلسله کاکل چپاں باشد  
تو کجا و سر عشاق و فاپیشه کجا  
این نه امرست که در حیطه امکان باشد  
نیستی از نظر م دور که آئینه منظر  
عکس رخسار تو در دیده حیران باشد

هر گزم روی ارادت نتواند باقر

جز بآن کوی اگر روضه ضوا باشد

۳۷ روی تو به زلف به طرز عجب افتاد  
گویا به ید قدرت زنگی حلب افتاد

با آنکه گناهی نه نمودیم ندانیم  
کس در دولت از من بکدامی سبب افتاد  
چون حسن دل منور تو در جلوه گری شد  
در ملک عجم غلغله و در عرب افتاد  
خوش بود دل من به تمنای تو اکنون  
بارنج و تعب کار بهر روز و شب افتاد  
تا در طلب نیست ز غمهاست فراغت  
رحم است بر آن دل که بدر طلب افتاد  
از دغ غلامی تو شد جبه نشان مند  
عشق تو بدل لای شیه اقی لقب افتاد

از رنج و الم داشت فراموشی دل باقر

بچاره رخت دید و برنج و تعب افتاد

۳۸ ز مژگان و زابرونیر و شمشیر میازد  
بجولان آمد و تسلیم دل تسخیر میازد  
بیا و سر بیا انداز پیران طاقیت را  
نگاه گرم پاکان قلب را اکیر میازد  
بروں از خانه چو آیدت زنگین عذارین  
جهاں را از تخت پیکر تصویر میازد  
ولا ضبط نفس فرما که عاشق را به پیش او  
بیان مدعاشنا بسته تقریر میازد  
گه خوں گرید و گه ناله می کند عاشق  
کنز تا هر سرباں و را چه تدمیر میازد  
عجب نبود که سر را بر دم تیغ تو افشام  
که عاشق را غم جانانه از جان سیر میازد  
ز تیغ انتظارم میکشد از جانب کوش  
چرا پیک صبا در آمدن تاخیر میازد

تو کار خود بحق بسیار و از تدمیر فایز شو

که باقر نظم کار و در جهان تقدیر میازد

۳۹ ز نور عشق چو دل را حبل اتو افی کرد  
به یک نظر مس خود کمیم توانی کرد



توئی که با خسته بار قیوب زد و وفا  
 ز تیغ عشوه بخش یا به تیر غمزه بدوز  
 به چشم سر رسد جلوتی عالم غیب  
 تو غیرت لب عیسی مری لیکن  
 منم که حاجت خود را از تو بھی خواهم  
 ز فیض طینت لطف کرم خوش است بکن  
 نه آمدی دم ز رسم و لے براه کرم  
 ہوئے بام تو میداشت دل به لیکر  
 ز بارگاه خدا بجز خدا نخواه دیگر

تو طاعتی نه نمودی بشرط خود یا قمر

عبادتے کہ نمودی قصداً توانی کرد

۴۰ تننت لطیف ز نسیرین و نترن باشد  
 بصد لجا جت رضوان من روم در خلد  
 بغیر نگہت زلفت نازوم به دماغ  
 صفت ملک به تماشا رود بهر زبے  
 نسیم صبح چه سازم که واشد گل من  
 اگر جہاں ہمہ بگیا نہ ام شوند چه باک  
 قد و رخ تو خوش از سرو و یا من باشد  
 اگر بگلشن کویت مرا وطن باشد  
 نسیم خود اگر از وادے فتن باشد  
 کہ عارض تو در ان شمع انجمن باشد  
 بفیض خنده آن غنچه دہن باشد  
 گراں یگانہ صفت آشنائی من باشد

یکے بدولت و صلش اگر رسم باقر

نہے کرم ز کرمہائے ذلالت باشد

آمد گہے کہ آید مہر و وفا کند  
 طفل است از حسرت قیامت بپا کند  
 آوردم احتیاج بصد عجز بردش  
 ز اہد اگر بصومعه بسند ادکے او  
 اکنون کہ پاز سیر فرو مانده خاطر  
 خواهد اگر بسند جم جادہ مرا  
 نشتر شکن بقلب من آید نوکے عشق  
 نازم به ارجمندی بخت خودم کہ دوست  
 باید به ہر کسے کہ بگوید رضائے حق  
 می ہمیش کہ جو رستم تا کجا کند  
 تا بعد ازین ز غمزنہ و ابرو بپا کند  
 باشد ز لطف حاجت مارا روا کند  
 بہیش فتنہ ز پا و نمازش قضا کند  
 خواهد کہ جاکوئے تو چون نقش پا کند  
 خواهد بساط کلبہ ام از یوریا کند  
 کارم تمام مطرب شیریں نوا کند  
 مارا بزنگ سایہ نہ از خود جدا کند  
 خود را باد سپار و دو محور فنا کند

افنے بدہ کہ با قمر میکس پاپے سر

بر در گہ تو آید و بر تو دعا کند

۴۲ ایکہ ایام تو خوش دوز غم میگذرد  
 گر بد روزہ رسیدم بدرت رنجہ مشو  
 شرح حال غم شبہائے فراق چہ کنم  
 ساکن عرصہ ہستی چہ خبر میدا  
 تو چہ دانی چہ بہ من درد و الم میگذرد  
 کہ گدا بر در ارباب کرم میگذرد  
 موج اشک است کہ ہر شب بسرم میگذرد  
 تا چہ بر سالک صحرائے عدم میگذرد



تو بخلو تگره دلهاست خیز جلوه فروش  
طالب روئے تو در ویر و حرم میگذرد  
من بقریان حسرام تو چها فتنه و شر  
دم رفتار تو در زیر قدم میگذرد  
کیست این بادشاه حسن که در موبناز  
با چنین شوکت و شان جاه و شرم میگذرد  
کرسی و عرش بجان ناصیه فرستاده  
رقم حکم تو بر لوح و قلم میگذرد  
از خط پشت لب غیرت یا قوت کس  
رنگها بر خط یا قوت رستم میگذرد  
هر که از کشمکش قید به اطلاق رسید  
از حد عالم امکان بیدم میگذرد

با قرا تا بر افتاد هوای سخم

فوج معنی است چو در ملک دلم میگذرد

۴۳ زان رخ آینه سیاه و پروین ساختند  
نافه آهوی چمن زان خط مشکین ساختند  
دل بپه نظاره روئے حقیقت میپند  
شاهد حسن مجاز از بهر تکیس ساختند  
شاید مقصود و آغوش لبا جلوه داشت  
جستن از ویر و کلیسار سم و آیین ساختند  
از لب معجز بیانت یسج نکشاید میج  
داروئے در و دلم زان لعل توین ساختند  
جو هر بیم لطیف جمله از بیم و زراست  
تا چراغ همه دولت از سنگ و دین ساختند  
فیض اصدق بے نیازم ساخت از نیای  
آنکه سنگ آستانش کعبه دین ساختند

هر که با قرا از حرم تسلیم جامه کشید

تلخی ناکامیش در کام شیرین ساختند

۴۴ مستغنیم ز فصل خزان و بهار کرد  
سیاب دار هر که دلم بهیتر کرد

آن سرو چو گذشت بگلشن بایه  
فصل بهار خرم گلها نثار کرد  
در کام ذوق تلخی ناکامیسم نهاد  
تامست ساقیم ز غم خوشگوار کرد  
از باد و داشتیم سر پر پیس ساقیا  
مستانه نرگس تو مرا میگرد کرد  
از یاد او دلم نه بد روئے غفلتم  
یادم گنج نه آن بت نیایش کرد  
آسوده بوده ام ز غم روزگار حیف  
فکر دل شکسته مرا سوگوار کرد  
دلهاست عاشقان شده پامال تو نش  
جولان به شیوه عجب آن شهوار کرد

با قرا خموش باش به تقدیر دم من

خوش کرد هر چه خواهش پروردگار کرد

۴۵ درد و دل عشق در جان نختند  
گل بگلشن در بهر عمان نختند  
حامل بار محبت کس نه بود  
ایں بلا بر جان انان نختند  
تا بگردون رفت موج اشکها  
چشم گریانم چو طوفان نختند  
هر سخنهای تو شیرین تر رفتند  
درد و دانت شکرستان نختند  
گریه در چشم عذاب کرد و جا  
خنده در اهل گلستان نختند  
فتنه و آشوب و طوفان بلا  
سر مه سال در چشم جانان نختند  
درد و رامی سرم که درد امان بود  
از کرم گلهاست در مان نختند  
مرغ دلهاست اسیر دام عشق  
در کند زلف چپان نختند  
از حرام قامت رعناست تو  
فتنها بر سر و بستان نختند



آب رحمت بر سر اہل کرم خاک در چشم لیماں نختند

حضرت صاحب بطر ز این غزل

خوش غزل باقر بہ دیوان نختند

۴۶ بوئے گیسوئے کس باد صبا می آرد بنگہت نافہ آہوئے ختامی آرد

بس نیاز دل بے صبر تپنائے من است کہ ترا بر سر این تازو ادای آرد

میرسد بر سرم امروزی میخانم تا دل خستہ مارا چہ دوامی آرد

از سر انگشت تو ماد کف و منت جانیست سر خطخون من آں رنگ خنای آرد

جان سپردن برہ دوست جیاتیست آید این فانیست کہ تا حشر بقای آرد

قدراں بادہ گلرنگ چہ دانی ز اہد صیقل ہست کہ در سینہ صفای آرد

باقر از سیلی سرخچہ افلاس منال

دل فقر است کہ در نعل ہامی آرد

۴۷ ہمیت شان رخت شکر قیصر شکند زور بازوئے تو شاہا در خیر شکند

لمعہ روئے تو تاب از رخ خورشید برد سطوت جاہ تو ہنگامہ محشر شکند

توبہ آں شوکت و شانی کہ پیش تو بجا کلہ ناز بر خسر و خاورد شکند

کثرت تشنہ لبان گاہ صلائے کرم کوزہ بر کوزہ لب چشمہ کوثر شکند

من بہ پیش تو کمر بستہ بخدمت شہ روز وائے بر من کہ دلم دست تگر شکند

خسرو ایک نگہ از سر لطف و کرم نفس امارہ ماچوں بیت آرز شکند

ایکہ تو در دل من خاستم میشکنی دست و بازوئے ترا حیدر صفدر شکند

مرہم زخم غم و رنج تو داری و مرا نشتر دروالم درول مضطر شکند

یا علی شیر خدا بندہ خود را در باب تاکجا کار مرا چرخ تگر شکند

در ہوائ صفت عظمت و شانت شاما

بال پرواز خیال دل باقر شکند

۴۸ جو گرہوں ہر نفس مار از صد جا شکند بخت و اثروں در دل من صد تناب شکند

ہمچنان باشد براہ عشق لبے گرم قیس را در پا اگر صد خار صحراب شکند

کشتی خود را بطوفان بلا انداختم چون جانش نیست غم گر موج دریا شکند

صنعت دست کہ باشد تا کند پیوند او خود اگر دست قضا آئینہ ما شکند

ماہ من چون از می گلگون برافروز غذا گرمی بازار حسن ہر و مہ را شکند

جزیکے نبود میان حدت و کثرت و جو چون کس عینیت گرداب و دریا شکند

از دماغ او فرو ریزد خمار اختاب مختب در بزم می گرجام و مینا شکند

در بزم شراب چشم مست شیشہ دل را مبادا شکند

گو ہر مقصود می آید بدستش ہر کس

پادمان توکل بافت آسا شکند

۴۹ شب بشوق جلوہ او دل بے قیاب بود فرش راہ انتظارش دیدہ بخواب بود

کرد مست و بخودم طرز کلامت دلربا ہر سخن از لعل تو گویا شراب ناب بود



از خدا میخواستم چوں مدعیش نظر  
قبله ابروئے جانان حلقه محراب بود  
سرکفت آمد دل من بر سر میدان عشق  
رستم وقت خودش بوارتیا بهرب بود  
غوطها در موج اشکم خورد چشمش وانشد  
طالع شوریده من آنچنان در خواب بود  
لے اجل افکنده مارا کنوں برو خاک  
بستم در زندگی از قافم و سنجاب بود  
من فدایش بوسه او شد دوائے دل مرا  
لعل نوشش قهر گل یا شربت غناب بود  
شب عجب بزم پر از افراحتی دیدم بخواب  
شب که در یاد بنا گوشش دو چشم میگرفت  
وانهائے اشک من یا قهر خوش آب بود

۵۰ کسے این رتبه و شانے ندارد  
شو کس چوں تو امکانے ندارد  
بطرز جامه عربانیمین  
که داماں و گریبانے ندارد  
به تدبیر علاج ما مکوشید  
مریض عشق در ما نے ندارد  
خوش آں خاطر جمع که هرگز  
سر زلف پریشا نے ندارد  
مترس از کس بیاور خانه ما  
در درویش در با نے ندارد  
دل من از خندنگت هست خالی  
خلیل امروز هما نے ندارد

سراپا جسم او به جرمی دوست

که بافتن ریج عصیانے ندارد

۵۱ عیش و نشاط عالم رنگ بقا ندارد  
مانند غنچه و گل بوی وفا ندارد

رسم وفا نباشد در شهر خرویاں  
آنکس که خوب و شد مهر و وفا ندارد  
بردار پرده از رخ بهر خدا که چشم  
بے دیدن جالت نوز و ضیاء ندارد  
از زلف او که آرد چوں بوی گل نیچے  
را به خود اندر آنجا یک صبا ندارد  
آهسته و شنه راند تا جاں و هم سختی  
آں سنگدل بلا کم آسان روا ندارد  
اکیر خاکساری کرده است ز رس من  
بے دولت است آنکس این کمیاء ندارد  
عیسی تو از علایم آخر شدی پشیمان  
گفتم که علت دل هرگز دوا ندارد  
گر بگذری بسویم بر دیده ات نشانم  
کیس خانه محنت ریک بویا ندارد  
از غمزه جاں ستانی از عشوه دل بانی  
کس این نظم مهر من باز و ادا ندارد  
چوں آں سخن که آید زان لعل شکر نیت  
شیرینی و لطافت آب بقا ندارد  
شاه شهیت اصدق در ظل کفش پایش  
تا تیر این سعادت بال هما ندارد

غیر از خدا بگوید پیش که حالت دل

آنکس که همچو باقر غیر از خدا ندارد

۵۲ ز تاب عارض گریمت نقاب میسوزد  
زگر مجوشی و صلت حجاب میسوزد  
ز حن و عشق تو دستا نسراپے خوابم  
مگو فسانه که در دیده خواب میسوزد  
ز رشک بگفت گیسوئے عنبرین کسے  
بناف آهوی صفت مشک ناب میسوزد  
شب فراق ز آتش فشان شوق  
پسینه ام دل پر اضطراب میسوزد  
فتاں ز لطف به نظاره رخت آید  
دل به محبت تو یا بوتراب میسوزد



چه برنگم که لب نازکت چنان شیرین  
ز سوز هجر به نهائی آن چنان سوزم  
بیایه ز سبوی خودم بده ساقی  
چنان بسینه من جاکند شکیب و قرار  
بشوق وصل بناگوش و گوشواره او  
محبت است چه آتش که در دل هر کس  
بیاد آن لب و چشمش اگر کشم دم گرم  
ز چاروم نه به حزن بتان جلوه فروش  
بجای آب شراب زوار چشم چه دور  
چه دلبری تو که در آتش محبت تو

میرس حال که باقر بعشق شعله رخنه

طیبه دل و جگر از آتش تاب میسوزد

مه من است که مست شراب می آید  
اگر به سحر تو یک لحظه خواب می آید  
مگر ز پیک صبا هم شتاب می آید  
فرشته است که بهر خدای می آید  
برنگ سرمه چشم پر آب می آید

۵۳ کشاده بند قبا به حجاب می آید  
بدیده خوں شود و میچکد برنگ سرشک  
چه تیز میرسد از کوسه دوت قاصد  
خیال جلوه جانان و دور نشین قبر  
ز جذب عشق غبار ریت مر از دور

بنایز میرسد آن نازنین سوار بمن  
گروه خلقی رواں در کتاب می آید  
پیایم وصل فرستاده ام باو باقر  
به بینم از طرفش چون جواب می آید

۵۴ درد تو ز دل هرگز بیرون نتوانم کرد  
زیباست سیه خالت در کج لب میگو  
این است اگر دوری از وصل حال است  
نازم کرم او را کنز ناز بهر باید  
تو قصه خود بر گو لیلی صفتم گوید  
هر آنچه دهند لے دل قانع نتوان بود  
آخر چه کنم دل را اگر خون نتوانم کرد  
در باد و لیسکن خوش افیون نتوانم کرد  
کیس دیده پر خون را بجوین نتوانم کرد  
من عاشق بیدل امخوون نتوانم کرد  
من گوش به احوال مجنون نتوانم کرد  
دانی ز حد قسمت افزون نتوانم کرد

میگفت حزن باقر با عجز و ادب بمن

یک شعر چو اشعار تو موزون نتوانم کرد

۵۵ بس خواستم ز دوست که همان شود نشد  
چین بر چین ز کینه شود گاه دیدم  
دامن زند همیشه پی قتل بے گناه  
من چون کنم برودت تنهایم کشت  
هر چند سکر کرد معالج و لے صحیح  
دروصل هم نکرده جدا پرده نقاب  
زیت فزائے کلبه احزان شود نشد  
یکدم ز ناز حشرم و خندان شود نشد  
گاه ز شرم سر بگریبان شود نشد  
آغوش گرم از رویه زمستان شود نشد  
بیار در د عشق ز در مان شود نشد  
در بر کشیده خواستم عریاں شود نشد



از صدمه فراق زیتیا بی وخلق  
یکدم خموش این دل نالاں شود نشد  
نفس ضعیف گشته بعصیان خیاں دلیر  
کز کثرت گناه پشیمان شود نشد  
بد خودم نگشت ز عشق بستان نفور  
این گیر خواستم که مسلمان شود نشد

یا قمر بیا فتادم و بس خواستم و  
یکدزد هرباں دل جانان شود نشد

۵۶ کرد جا چوں بدل از تپس بد او نرود  
عشق دروایت که از دارو عیسی نرود  
تو چه زیبا بخرامی که به زیبائی آن  
بر گلو خنجر بیدار تو زیبا نرود  
جا گرفته است بکوه تو غبارم زانجا  
که بعد حیل چو نقش قدم از جا نرود  
من اگر اذن تو باشم بر کافیه روم  
کس پئے سیر بقریان تو تنها نرود  
تشنه شربت وصل تو عجب تشنه لب است  
آب خضر است اگر پیش از جا نرود  
پرده بردار ز رخ بهر تماشا امر و  
دل عاشق ز پئے وعده فردا نرود  
قیدی سلسله زلف تو گردید و لم  
این چنان سلسله مهت که از پا نرود  
شوق وصل تو فداوه است بد انسان دل  
که اگر خاک شود نقش تمنا نرود  
سوئے جنت مگر از جبر کشدش ورنه  
ساکن کوه تو در خلد به عهد نرود

از دل خویش بکن دور تمنا یا قمر  
دل آگاه پئے هیچ تمنا نرود

۵۷ چوں کس را ز محبت بدل نهان کند  
نشر این باوه اهل درد را عریان کند

پاک کن اشک مرا چشم زان اندیشه کن  
عالم سازد خراب این قطره چوں طوفان کند  
چون ز دست نازنین خود بریزی مرتبه  
هر لب ز حشم مرا مانند گل خندان کند  
میکند از یک نگه و لپاک عالم صید خود  
چون سمنند ناز را آن شوخ در جولاں کند  
روشنی اهل دل هرگز تماند در لباس  
شمع نور خویش در فانوس چوں پنهان کند  
حل عقد مشکلم سازد که از فیض نظر  
شکل مارا مگر مشکلاش آسان کند

دشمن از تیغ جفایت گر کشد با قمر چه غم  
زنده از اعجاز لب آن عیسی دوراں کند

۵۸ هر خور و ز غصه بدل خار بشکند  
چون آن نگار طره طرار بشکند  
از حب لوه رخ تو حسینان جگر  
از جوش شرم گرمی بازار بشکند  
کافیت گیسوی تو پئے بستن دلش  
ز خیر اگر بیای گشت ار بشکند  
هر لحظه غمزه ات بدل عاشق خریں  
صد شترالم پئے آزار بشکند  
سر خوش ز رنگس تو چنان شد که رخت  
خیمه باده را سب بازار بشکند  
از لطف یکد و حرف ز بیمار پرستیت  
تپه باده که نه از تن بمبار بشکند  
ای ترک آنچنان تو مسلمان ترا ده  
کز غمزه تو لشکر کفت ار بشکند  
از مشک بنیر نگهت و از بوس جانفرا  
زلف تو قدر تبت و آتار بشکند  
مانند میل سرمه در آرد چشم اگر  
خار رهت بیای طبع کار بشکند  
تو آن گلی که در چمن آئی اگر بن باز  
از حب لوه تو رونق بازار بشکند



نازیم به این حسرام که از جوش انبساط  
من چون شکسته دل نه بمانم که روزگار  
منصور اگر ز فیض نگاهم بر نصیب  
ولهائے بسته و اشود از غیبه وین  
از در و دل چون ناله کنم گنبد فلک  
از مستی نگاه تو در محفل شراب  
چون در رکاب تو نتوانم درویشم  
آن کیست در زمانه بفرما که بچو من  
فریاد زین ستم که مرا بند استخوان  
مارا چه عشم که خدا ناهدائے مات  
یکره اگر کرشمه چشم تو بنگرد  
باشیم ما به عهد و پیمان خود همه  
گر بهر ویدیت سنگی بے ادب رود  
بوده است قسمتم که گفتاده است بر من  
پیش حلاوت سخن من چه دم زند  
هر کس شکست تن بدل اوست گردش  
هر پاره دلم بکف دست آن نگار

خلخال پائے تو دم رفتار بشکند  
کار مرا چو زلف بهر بار بشکند  
زنار کفر خویش سردار بشکند  
چون قفل خامشی و گفتار بشکند  
از یک شراره آه شرار بار بشکند  
ساقی پیاله بر سر میخوار بشکند  
شمشاد پائے نوش گلزار بشکند  
شکر بهر سخن و دم گفتار بشکند  
از غیظ و غصه چرخ تمکار بشکند  
گوشتیم به چشمه زخار بشکند  
پیمان زهد زاهد وین دار بشکند  
صد بار اگر معاهده آن یار بشکند  
پائے نظاره دیده بیدار بشکند  
بارے که کوه را کمر این بار بشکند  
طولی هزار قند بمنقار بشکند  
یارب زگر ز حیدر کردار بشکند  
چون دانه در شکنجه عصار بشکند

باقر عجب مدار ز تماشیر ناله ام  
مطرب اگر به بر بوط خود تار بشکند

او بکا نشانه چیرا سرو چراغان دارد  
سنبلی از زلف فرعارض گل خندان دارد  
چه بلا سیل بر شکاست ز چشم در جوش  
از گناه ز دل حلق برد صبر و قوا دارد  
شریت خضر بود لذت یک بوسه آن  
داد بیداد که آن کافر بدیش ز کیس  
پرده از مهر رخ او که تواند برداشت  
دلبری شیوه ناز است و پخته گری  
جوهر تیغ تو نازم که چسبان از اثرش  
میکند قصد هلاک من شیداشت بجز  
هر که از عارض تو شمع شبستان دارد  
طرفه یا قوت لب و گوهر دندان دارد  
کشتی نوح کند غرق چه طوفان دارد  
طرفه سحر نظر آن ز کس فغان دارد  
از لب آن شوخ مگر چشمه حیوان دارد  
باز ترکانه سر قتل مسلمان دارد  
شوق نظاره عجب است این دل نادان دارد  
از دو گیسومه من سلسله جنیان دارد  
هر گل زخم دل من لب خندان دارد  
شیر قایلین صفت شیر نیتان دارد

نیت آسان شب من صبح بگرد باقر

طول چوں روز قیامت شب هجران دارد

ز نور دوس تو هر دیده که روشن شد  
ز ناز بارخ روشن چو شد سوار سمن  
ز فیض یک نظرش تار از گلشن شد  
ز جلوه مشرق خورشید پشت تو سمن شد  
خوشا ز بهر هائے دلم نشیمن شد



متاع طاقت و صبر و شرم را مارا خست  
بقدر حوصله بخشد زاهد منزل  
دلم ز پرده ازیں ره کند تماشا سیت  
پئے نظاره تو در چمن گل و سوسن  
بحال خویش خدا یا بهست میلزم  
گه که خلقت انسان آب و گل گردید  
هر آنچه داشت دلم از متاع هوش و خرد  
تو آن مشاهدۀ انقلاب دهر نمود

نگاه گرم ز چشم تو برق حسرت شد  
ترا بهشت و مرا کوئے یار مسکن شد  
درون سینه ام از غمزه تو روزن شد  
تمام چشم بگردید و محو دیدن شد  
خوش آن کسیت که اولدینہ من شد  
تنت ز آئینہ گشت و دولت ز آہن شد  
فدائے یک نگہ آن نگار پرمن شد  
کسیکه بود مرا دوست پیش دشمن شد

ز ہوش رفت بیک جلوه زنت باقر  
قد تو موسیٰ مارا نہال ایمن شد

۴۱ ایسر زلف تو گشتم بلا ہمیں باشد  
غبار مقدم او کرد و دیدہ ام روشن  
نہادہ لبدم تیغ و گفتہ چہ اوست  
برو نما دل و دین میکنی طلب آری  
بدست صدمہ ہجران پردن عاشق  
گہ ز لطف رساند شمیم طرہ  
بشمع روئے تو پروانہ ساں دہم جاں

مریض عشق شدم ابتلا ہمیں باشد  
ز کحل طور مگر تو تباہ ہمیں باشد  
فدائے ناز تو جب نام او ہمیں باشد  
برائے ہجو رخنہ رونما ہمیں باشد  
طریق مہر و شعاع ر وفا ہمیں باشد  
امید من ز نسیم صبا ہمیں باشد  
مرا د خاطر مے دلربا ہمیں باشد

بکوئے دوست چو بمل طہیدن مردن  
عروج رتبہ اہل وفا ہمیں باشد  
ز ناز باقر و خستہ را بکش در بر  
پے شکستن دل مو میا ہمیں باشد

۴۲ بہ تلخی میدہ جان و دلم تسکین نمی باید  
چہ رنگے ہست رویت کہ رنگ گل پرواز  
تو داری سختی و دل کہ مثلش سختی ہرگز  
بحسن خود بود شاداں بہ بکثانی بود ناز  
حذر از غیر میدارد بمن ساز و بنا چارہ  
بود سر گرم عشرت خمر و بایں مشقتہا  
کہ ہم یک بوسہ زان لب شیریں نمی باید  
چہ بوسے ہست زلفت کہ مشک چمن نمی باید  
اگر خواہد کہ از سنگ و از روئیں نمی باید  
کہ چون خود جو بروئے آن بت خویش نمی باید  
کہ یک عاشق چو من آن کافر بدین نمی باید  
متاع عیش را فرما و از شیریں نمی باید

بکام دل رسد اغیار از دست تو قیمت

مرا د خویشتن را باقر مکیں نمی باید

۴۳ درد با میسد بد و در پئے در مان نمود  
بر سر نعرش من آئی تو اگر حبس کوہ کنای  
گر تو بکرہ نگری طرہ خواباں زاهد  
روشن عرفی و جامی ہمہ سہل است  
مینیت روزم کہ بہ سو دئے تو از دست جو  
از جھائے فلک اے وائے چہ نایم کہ کن  
قاتل ماست کہ برخاک شہیدان نمود  
جاں محال است کہ در قالب بیجاں نمود  
از تو سودائے سر زلف پریشان نمود  
در رہ حاقظ ما تہیہ چ غزلخوان نمود  
تا بد اماں مہ من چاک گریباں نمود  
آفتہ نیست کہ از گردش دوران نمود



ز شدم طره مسنن پرده چویش  
روست ز کس مستافند در پیش

که شد ریشویه آن چشم بر عتاب مجمل

اگر نصیب من آید کمی ز لطف همیم  
نن بلاکش مارا بر دیباغ نسیم  
بر اسید قوتی بود بدل ز که نسیم  
بود که بار پرده کس ز خلق کریم

که از سوال ملولیم و از جواب مجمل

نگاه تو که قد کش بجان بنده زند  
بجای کرم بد نام دل از چرخنده زند  
سین که دل تو هم حرف بگویند  
چرا بر لب جام زهر چنده زند

اگر نه از لب لعل تو شد شراب مجمل

هزار شکر خدا را که وصل یافتیم  
لبوی صدق دره راستی شناسیم  
دل رقیب به تیغ هنر شکافتیم  
رخ از جناب تو عمریت تا نافتیم

نیم بیاری تو فراق این جناب مجمل

غزال از تو فخر گشت و شد بگوشت  
چرا که دید شود شوخیش بر پیش تو گشت  
ز آب حضور سکنه بسی که بگوشت  
حجاب ظلمت از آن لب آب خور گشت

ز نظم حافظ و این طبع محبوب مجمل

بیاد عشق بخور می بناد نه و دف  
مکن غصه و غم لب لب تو غم زلف  
ز ترس تیر زبانت نهان شده عشق  
از آن هفت رخ خویش در نقاب صدق

که شد نظم خوشش ز لعل خناب مجمل

غزل سیصد و هشتاد و هشتم

گشت پید از دور باد شمال  
بروای جان من استقبال  
از زبان منش بگو نه احوال  
خوش خبر باش ای نسیم شمال

که با میرسد زمان شمال

سرت مفلکی و لم تنم  
و جوت بوم بینیم بدم  
سل فلسفی حیره العلم  
ما بسی و من بدی سلم

این جیرا نشا و کیف احوال؟

همچنان نام بار غالی ماند  
دلم از یاد عشق ماله ماند  
نه محی الدین و نه خزان ماند  
عرضه بر مکه غالی ماند

از حریفان در طمع احوال

فرقه الصب غیر از ضمیمه  
دلی بالصبر غیر کافیه  
ولسوا ای غیر مشافیه  
عفت الدار بعد فاقیه

فاسئلوا احالها عن الاحوال

کرده اکنون طلوع کوکب هجر  
نیش آمد و کرد و غرق هجر  
می حلال آمده بدهب هجر  
سایا فکند چالیا شب هجر

ناچ بازند شب روان خیال

کم فنی بالفسام قد و لهام  
دورق الریاض سا حلاها  
فارقت روجه و لیس لهام  
قصه العشق لا انقضام لها

قصمت هلهما السان مقام

در جهان هر چه هست میگذرد  
دل از جهان و له میگذرد  
بر زبان هیچ نام ما نبرد  
ترک ما سوی کس نمیکرد

آه ازین کبریا و جاه و جلای

نشر طیب محبوب با احواله  
و لکرب الفواد ما احواله  
قلت و الشوق غالب و احواله  
با برید احوال حاکم الله

مرحبا مرحبا فقال فقال



جذبه عشق ز لیخا بروش مو کشان  
یوسف از خود طرف مضر کنعان نرو  
دیں پناہ است ز بس آں بت نصرانی من  
میل طبعش طرف بیچ مسلمان نرو  
از وطن دور فدا دیم بغربت لیکن  
از دم بیچ گہے یاد عزیزان نرو  
بے رخ شعله برافروز تو باشد نه شی  
کز دم تا فلک ناله سوزان نرو  
هر که شد بادشہ ملک قناعت باقر

خاطر او طرف ملک سلیمان نرو

۶۴ تا تب ز عشق آں دل ناواں شود شد  
این گبر خواستم که مسلمان شود شد  
در شوق سوختم که آں ماہر و مرا  
یک شب ز ناز شمع شبستان شود شد  
بگریستم بے بہ تمنا کہ روزیسم  
یک بوسہ از آں لب خندان شود شد  
خون دلم شراب نمودم جگر گلاب  
تا یک شبے بیاید ہماں شود شد  
نازم ترا جنوں کہ بچوش تو دست من  
فارغ ز شغل چاک گریبان شود شد  
سویم ندید یک نظرے گر چه خواستم  
گفتم کہ مہرباں دل جاناں شود شد  
چشم ترم نمود عیاں گر چه خواستم  
راز دلم نہفتہ و نہیاں شود شد

باقر بے ز جوش ندامت گریستم

تا محو شستہ دفتر عصیاں شود شد

۶۵ تا بعشق یار بے پروا دلم دیوانہ شد  
خویش با من غیر گشت آشنا بگاہ شد  
بسکہ در عشق سر زلف تو از جان فدا م  
پارہ ہائے استخوانم کاکلت اشاہ شد

تا دل بلبل شرار آتش گلہا بسوخت  
این دل دیوانہ بر شمع رخت پروا نہ شد  
بر ہی روداد تقوی را بدور ز گشت  
شیخ شہر اقامت و محبت دیوانہ شد  
نے بشہر خویش تنہا شہرہ عشقت شدم  
درویا رو و دوست این قلمہ و افسانہ شد  
عاج بالہ و صالم بعد صد رنج تعب  
باعث آں شان نعت بہت مردانہ شد  
بسکہ میگرم بیا و حلقہ گوش کے  
قطرہائے اشک حشمت گوہر یکدانشہ شد  
میکنم یاد تو وار بہر ذکر نام تو  
قطرہ اشک مسلسل سحر صد دانہ شد  
گر سوز و پاک زین آتش دل و جانم چور  
سینہ گرم ز تاب عشق آتش خانہ شد

چون نشد از خانقہ ممکن حصول مدعا

باقر بچارہ آخند را ہی میخانہ شد

۶۶ دل زارم بعشقتش مبتلا شد  
چہ شد ناگہ گرفتار بلا شد  
ز خواب فتنہ آرا کس چنین نیت  
بلایے جان رخت نام خدا شد  
بجز سویت ندارم بیچ میلے  
دلم پاک از ہمہ حرص و ہوا شد  
بایں مہر و وفا جو رجھا ہا  
حجت دل بر تو ظالم مبتلا شد  
برنگ غنچہ خورشید اول من  
بشوق آں بت گلگون قبا شد  
بگاہ بوسہ آں روئے نگین  
جبین او عسرق ریز از حیا شد  
بہر ز میکہ رفتی از سہراز  
بند آنجا صدمے مرجھا شد  
بلا خود بودہ است آں دست نگین  
بلا اندر بلا رنگ خاشا شد



برگ من میسر الفتش را      سیه پوش از پے رسم عراشد  
بشوق دست او خود نامه شوق      رواں چاک تر از یک صبا شد  
بنام رافت اورا که بافت

بحالم مہرباں بہر خدا شد

۶۷ چند دل از ستم شکوہ بیدا کند      تا کج از تو جدا ناله و فریاد کند  
بہ برد عرض شہیدان دل بتیاب اگر      جہنم نیز تیر خنجر جلاؤ کند  
عجے نیست ز لطف و کرم او کہ گے      جلوہ آرا شود و حنا نہ ام یاد کند  
دل چو تسلیم نمودم ہمہ لطف و کرم است      ہر تدر جو رستم بر من باشد کند  
پندناصح کہ بود تلخ تو از گوش قبول      بشنوی گرا اثر سیل استاؤ کند  
چوں فراموش ز دل کرد بایں زندگیم      چہ امید است پس از مرگ مرا یاد کند  
فارغ از نقش و نگارم کہ خیال تو بل      کار ضعیف مسلم مانی و بہنہ یاد کند  
مردم آنجا و شد م خاک و لیکن رسم      کہ صبا خاک من از کونے تو بر یاد کند  
ہست امید ز ساقی کہ دین بزم شراب      یکد و جامے من خستہ ہم اداؤ کند

باقرا از شیوہ جو رستم یا رمج

دل عشاق محال است کہ او شاؤ کند

۶۸ زان لب نوش دل من مے نابے کشید      وین جگر تشنہ ز تیغش دم آبے کشید  
غنجہ سناں غول نشو و چون دل حشرت گیس      کز رخ لاله رخاں بند نقابے کشید

چوں توان دامن وصل تو کشیدن و خواہ      ہر کہ در عمر رخ چادر خواہے نکشید  
لیکہ بودہ است فساں دیدہ دم خنجر تو      بسملت زود زجاں نفث عذابے نکشید  
وائے قسمت کہ دل خوش شدہ ام چندین سال      خدمت پیر مغاں کرو و شرابے نکشید  
لطف یکسو کہ گے آن بت نفاک من      چیں برابر و زوہ ہم تیغ عتابے نکشید  
کرد بر باد ہمہ عمر نخلوت زاہد      در خرابات مغاں بادہ نابے نکشید

باقرا خستہ جگر تشنہ سحر ت جال داد

یکدم از چشمہ حیواں تو آبے نکشید

۶۹ دلم پا مال ز قنار تو باشد      ہلاک طرز گفتار تو باشد  
خریدار تو صد ہچوں ز لقا      ز یوسف گرم بازار تو باشد  
رہا گرد ز ہر قیدے ہر گویا      اسیر زلف خمدار تو باشد  
بنام دولت بیدار بنختے      کہ چشمش محدودیدار تو باشد  
بسوزد آنکہ قصہ آسمان را      و لا آہ شرر بار تو باشد  
بیایے دل توان با او نمودن      زہر جنسے کہ در بار تو باشد

بیا جانا بکن سودا کہ با قرا

بہ نقد جال حشریدار تو باشد

۷۰ یک ادائے تو بمن بر کمرت ال شد      ہیچکے از طرفت پریش احوال شد  
زخمی تیر نگاہ تو نشد کو جگرے      وائے دلے کو کہ ز قنار تو پا مال شد

لہ فسان لہ تیغ اول سنگے باشد کہ کار و تیر شیر بدان تیر نکند (برہان قاطع)



داشت در پخته او بار مرافقش بعین  
نخچه نیست که از رشتی اعمال شد  
میرا دور تو بصره بے تقوی وزهد  
زاهدی و لے که یک قال ترا حال شد

یا قراحت حق باد بر آنکس که چو من

طالب حقیق دنیا و زرو مال شد

۴۱ زروے جلوه آرائے تو روزم روضه گل شد  
شب من از نر زلفت خیایانے ز سنبل شد  
تو باشان غرور حسن آنجا محو استغنا  
دل بیچاره اینجا کشته تیغ نفاق شد  
بیا اینجا و مستی کن بذر نام حق بهدم  
که در عشرت گله جانان بلند آواز قلقل شد  
مرا چوں دید گفت از کجائی گیتی برگو  
فدائے ما ز او جانم چه خوش گرمی بجای شد  
پروبال غنامل در هوا و اسوخت و گلشن  
بلنداشت مگر یارب نثار آتش گل شد  
گله طناز سر و باز گاهے نعره زن قری  
گله رخسار گل گردید که سر یابیل شد

لب از فریاد بر بندم چنان ضبط نفس سازم

که در دفترش باقر فزون ترا گل شد

۴۲ تاروے رشک سوسنت از خانه گلگون شود  
این شیم محو جلوه ات از گریه پرچون شود  
یک نگاه ناز کن لے جان جان تا به شود  
هاں از علاج عیسم در و دل افزون شود  
رود میشود غناب را از جوشش غیرت سیم  
هر که ترا زیب می آں لعل میگویند شود  
با غیر تا دیدم ترا روز بے بعثت ستم  
در سینه دایغ غیر تم هر روز افزون شود  
روزے بدیدم زلف تو چوں ابر بر ماه و ت  
هر که کنم یاد این ادا این دیده جویون شود

بس کرده افروز مستیم خال لب میگویند تو  
هاں نشه بالا میشود در می چو افیون میشود  
معتوقه عاشق میشود چو نخته شد و عشق  
یلی بکار عاشقی هم رنگ مجنون میشود  
از دلت لب تشنه آب و دم تیغ توام  
وین خشکی کام و دهاں هر روز افزون میشود

ما از سیه نختی خود یا قمر همی نالیم آه

تا تیره روز من چو شب زان لطف شکون شود

۴۳ شب تاریک من از روے تو پر نور شود  
بے سر زلف تو روزم شب دیو جور شود  
خط مشکین لب یار چو نذر شود  
از پے زحمت دلم مرهم کافور شود  
تو چنان باد شه کون و مکانی که شها  
کفش خدام درت افسر فقور شود  
ذات حق چوں نقباء عین وجودت گرد  
هر بن موے تن تو لب منصور شود  
از فروغ رخ پر نور تو گردد بهیوش  
قامت از پے موسی شجر طور شود  
چند معموره بگرد زنگاهش ویراں  
مست از باده چو آن رگس مخمور شود  
گردید حادثه اجزائے وجودم برباد  
از تیر زلف اگر جلوه رویت بیند  
ماه در پرده ابر آید مستور شود  
لے پسر عزه مباحشی بجوانی زنبا  
که قریب است کنون مشک کافور شود

از غم و غصه نگر دود بهل چون نیک

هر که یا قمر نط از انجنت دور شود

شو قم براه عشق بکوی تو میکشد  
دامان دل گرفت سوسن تو میکشد



عذرم بنه که شدت بیانی دل است  
مستی چنان منزه و بدورت که محبت  
نازم باوج مرتب تو که حبس نعل  
سوز و زخمی روی حینان روزگار  
دوری از و خواسته با آنکه صد عذاب  
صد در بروکشاده ز فیض تو می شود

یا قمر بخود سبب ال که در جرم تو سبب

ز بخیر زلف بسته گلوئی تو می کشد

سید ابرار از کسار گلشن بنه و خدایند  
چمن شد روضه رضوان ز حسن عارض گلها  
تجلی گاه ایمن شد ز نورش کلبه تارم  
به بجز تو معاذ الله و چشم اشکبارم  
بیامد بر سر من معذرت خوابان بجا شد  
مدام گوهر اشک است در دامن که میریزد  
به روی چو روی گل چو بلبل می دهم را  
نه تنها غمزه و نازش بلایه اهل مجلس شد

ز راه راست دور افتاد یارب تنگبری کن

دستم اگر نقاب ز روی تو می کشد  
در مجلس شراب بنوعی تو می کشد  
از چاه زمزم آب و نوحی تو می کشد  
مشاطه غازه که بروی تو می کشد  
بیچاره دل ز آتش غمی تو می کشد  
در شب و لیکه نعره هوی تو می کشد

دل بیچاره یا قمر اسیر مکر شیطان شد

خیز و برگرد سرش گرد که دلدار آمد  
نشود حسن خدا داد و خلوت مستور  
دوش مطرب غمزه خواند بصوت عجب  
صادقان راست صحبت اثر طرفه به صدقا  
در ره عشق ندانسته نهادند قدم  
به تمنای بنا گوش تو از چشم ترم  
غافلان را نبود بار کجاست و دوست  
هر حدیث تو بدلهاد صد فیض کشاد

حذر از یا قمر بختی که آن سوخته جان

در سر کوئی تو با آه شر بار آمد

ای خوش آنکس که شب را با تو فرو میکند  
سیر از سیر دو عالم فارغ از کون مکان  
در بروی خویش بر بستر از هر دو جهان  
در تمنای تماشا عجب جمال روی تو  
پای در زنجیر غارت که بود خلوت گریز  
از نگاه فیض خود میسازد احیای قلوب

خویش را در انجمن بهر تو تنها میکند  
پایه امان کرده در کوئی تو ما و میکند  
بر مصلی کرده جا ذکر تو شبها میکند  
خویش را خالی از دنیا و عقبی میکند  
چاک دامن کرده گلبه روی تو میکند  
دروم جان بخش خود کار میسازد میکند



باقر عصیاں شجارت از تو یارب کریم  
حشر را در زمره ایشان تمنا میکند

نگهت زلف کس باد صبا می آرد      نافه مشک ختن از پئے مای آرد  
صورت شیخ فرود آری به آئینه دل      صورت شیخ بدل نور و صیبا می آرد  
در و مندا آمده ام بر تو من خسته درو      خستگان را بدر و اشف می آرد  
گاه بر سر زخم و گاه بنال می وائے      بر سرم جو رو خفائے تو چه می آرد  
میرسد قافله یار سفر کرده مگر      مرده آمدنش بانگ در می آرد  
قطره از خون دلم مال و تماشا فرما      که بیائے تو چه خوش نگین می آرد  
خنده زن شد چمن آمد بخرام ابرها      ساقی من می خورشید تقامی آرد  
میرسد خرم و خنداں ز سر کوچه یار      مرده وصل مگر یک صبا می آرد  
می رسد ساقی و با خود ز خرابات مغل      ساغر و شیشه می نام حنای آرد  
هر که افتاد درین دیر ندانم تقدیر      بکجامی برو این را رنج می آرد  
سرو و گل تازه و تر شد چمن فصل بهار      بلبل و فاخته را نغمه می آرد  
گر بکار تو فتاد عتده چه رنجی لعل      رحمت حق ز بیت عقد کاش می آرد  
فتنه چشم تو نازیم که یک دیدن او      بر سر ناله و نریاد مرا می آرد  
جذب عشق مرا بین که دل تنگ ترا      از سر جو سر مهر و وفا می آرد  
زیب بستر بود و لیک نیاید به برم      چه بلاک بر این شرم حیا می آرد

میرسد عیسی مریم بر من بینم      گزپے در و دل من چه دوامی آرد  
شرم از کرده خود دار که باقر عملت      شرم از کرده خود دار که باقر عملت  
هیچکس بدلت خوف خدا می آرد

هر نفس از توحید ناله و آهیم باشد      گزپے پرستی تو مرا آه چه عالم باشد  
هرگز از درد دل زار شفا ممکن نیست      خود معالج اگر می عیسی مریم باشد  
جانگزا هست بے درد دل از فرقت تو      هست بسیار فزون انجم از کم باشد  
هرگز از قید بلا نیست ربائی ممکن      هرگز از بند دل آن طره پر خیم باشد  
چاره کار ندانم ز که پرسم چه کنم      گزپے زخم دل خسته چه مرهم باشد  
بر تن زار هر آن داغ که از بهر تو بود      اشب از حب لوه تو نیر اعظم باشد  
بنده ناز تو ام هر چه بخواهی فرما      تسلیم به پیش تو مرا خم باشد  
حل هر مشکل من هست بدست یا شیخ      دستگیرم چو توئی پس چه مرا غم باشد  
ضعفم افکند بگوئے تو و گزپے صبا      تابیا م تو پریم گر پرو با لم باشد  
چه بگویم که ز جور و سخت باقر را      چه بگویم که ز جور و سخت باقر را  
آه هر روز و شب و ناله پیهم باشد

دل شیدا طلب رئے تو هر جا میگرد      که سوئے مسجد و گه رو بکلیک میگرد  
لب لعل تو که شب خنده چو گلها میگرد      دهن تنگ ترا شرح معما میگرد  
من فدای لب لعل تو که از خنده ناز      مائل خنده چو گل غنچه زدها میگرد



یاد آں عہد کہ در کوئے تو مسکین دل من  
میکند خندہ تو انجیہ کند شربت خضر  
بود زانجملہ دل خستہ من نیزیکے  
خوش رسیدی بس وقت زجائے نواز  
تو بہ کروم ز سہ ناب و پشیمان گشتم  
حالیہ آہ بہ پیش کہ برم شکل خویش  
سجدہ گاہ دل و دیں شیخ من در شدن  
گریہ میکرد چو شبنم چو سرودیدہ من

باقر خستہ زجاں رفت نشد روزی

بوسہ کز لب لعل تو تمت میکرد

بندہ عشق تو ام خلق خدا میداند  
دل من زلفت ترا دایم بلا میداند  
عشوہ و غمرہ و شوخی ہمہ ختم است برو  
انجہ بر ما گذر پیش تو خواہد گفتن  
درد عشق است کہ آور دلب جان جزیں  
دل آگاہ من خستہ رخ مہر و قمر  
گرچہ طفل است مہر دلب من لیک چہا  
کشتہ ناز تو ام جل و علما میداند  
رُوی پر نور ترا نشان خدا میداند  
نیت شوخ کہ چو اوزا و ادا میداند  
حالت زار مرا یک صبا میداند  
کیست آنکس پے این رود و امیداند  
پیش خورشید عذار تو سہا میداند  
شیوہ ناز و ادا نام خدا میداند

دارم امید ز لطفش کہ گشاید گریہ عقدہ کار کہ آن عقدہ کشا میداند

از عتاب و ستم و جور و جفا پا برونے

انجہ کردی تو دل باقر ما میداند

دل من بہت برار میباش  
بیلے پچو من بگلشن منت  
دل پراز درد و ہمتو دیدہ من  
چہ گنہ کردہ ام بگو کز من  
زلف تو دایا یا بخوشبونی  
دل شیدا بدوری رویت  
جائے زلفت برخ بود آئے  
بر سر گنج مار میباش

ہست باقر چہ زندہ بخوایے

دایم در خار میباش

آں مہ تو جہ من اصلا نمیکند  
صدائے نیاز فرستادش ولے  
میرم شکرش کہ خلق بہ تیغ ناز  
صد بار میردم بدش چہ بیا ولے  
آں مست نازا است کہ در بزم میکش  
از یاد و برد و پریشانی نمیکند  
او نامہ ز بہر من ایشا نمیکند  
از جاں ہلاک ساز و پروا نمیکند  
در باں چہ کافرست کہ ووا نمیکند  
میلے بوئے ساغر و صہبای نمیکند



صبر و سکون بودی و بارش نمیدی  
مسکین دلم ز سرم تقاضا نمیکند

بخشد خلد و روضه قبول اگر باد

باقر بغیر کس تو ماوانمیکند

۸۳ دل سودا زده و شورش جانم دادند  
چشم خونبار و دم شعله فشانم دادند  
شکر بند که ز فیضان نهانخانه غیب  
معجز ناطقت و سحر بیانم دادند  
گلخانه یسم تنه سرو قد هر دو  
شاید غنچه لبه موئے میانم دادند  
آه گرم و دم سرو لب خشک و غم عشق  
انچه میخواست دل خسته بهانم دادند  
از قدر راست اگر ناوک دلدوز ترا  
از قدح سرم شده طرف کمانم دادند  
زاهد از من مطلب ز هر وی حل و حرم  
در ازل سبک ره عشق بتانم دادند

باقر هم با طرب خانقه شیخ چه کا

خدمت میکده و پیرغلام دادند

۸۵ چو گرم جلوه فرمائی بطرز دلربائی شد  
دل زاهد برون از قید رسم پارسائی شد  
بر رخسار حسینان جلوه بافرمود و شد پنهان  
چو آن خلوت نشین جانانه گرم خوانی شد  
نماند اکنون به نزد من بهائے وصل اوابقی  
مرادین و دل دیوانه صرف رونمایی شد  
ز فرقت تا قدم بحر لطافت میزند موج  
عیان از صورت پاکش چنان کبابی شد  
تنش ز لیس چو گل در صفتش از خوش آن غنیم  
ز نقش بوسه طئے من کف و تش خانی شد  
نه چیدم یک ثمر از باغ حسن باریت  
دلم صد پاره همچون گل ز در فدا سازی شد

نماند از جهان یک ذره رسم راستی باقی  
و شش را بادل عاشق چو میل کج ادائی شد

شدم از سجده دیرو حرم مستغنی اندا  
سرم چون بر در آن شوخ گرم جیه سائی شد

ز در و فرقتش باقر ز جان فتم بجدان

کز آزار دل شوریده ام اکنون بهائی شد

۸۶ شب زینت آغوش من آن ماه قبا بود  
هر گوشه ام از خانه پراز نور و صفا بود  
نظار گیش غرت و دریائے قنات شد  
آن حلقه ناف تو چه گرداب بلا بود  
نمود جدا از رخ خود پرده شب وصل  
آن مایه نازم چه قدر پرز حیا بود  
از چاشنی زنده جاوید بگشتم  
گوئی که لعاب و منهنش آب قبا بود  
بر من چه شوی خیره اگر رفته تو دیدم  
آنکس که ترا پرده بر انداخت صبا بود  
از در و دل زار ز جان رفت و شفا یافت  
بیار غنیم عشق نه محتاج دوا بود  
هر گز بد و چشم نمکند جلوه بخرد دوست  
هر سو نگر سیتیم خدا بود خدا بود  
میگشت نگاهم طرف گردش رویش  
آرے طرف قبله رخ قبله نما بود  
در رقص و طرب آمده لولی فلک شب  
آن شوخ لطف ز عجبی نعمه سرا بود  
ما شکوه نداریم از آن انچه تو کردی  
از جور و جفا مهر و وفا جمله حبا بود

دست به سرش نه ز سر مهر که باقر

یک عمر بخاک در تو ناصیه سا بود

دنیا و دنی اگر نباشد غم نیست که خوبتر نباشد



بهیضه بود ولا کشیدن  
 از دشمن و دوست تا نخواهی  
 حاصل چه شود چشم بینا  
 در دایه جگر و دلش چه خیزد  
 کن دانه اشک من در گوش  
 خون خود بودم ز زخم و جوش  
 گر خانه ماست حسد و قورخ  
 عاشق و گرانده نیز داتم  
 پیش که بنالم از تو ای وای  
 کو سوئے دیار عشق باری  
 عشق است به گلستان عالم  
 در داکه بمیرم از تپ دل  
 باشد بوج و خوش اقامت  
 میله چه کنی به سیم و زر کو  
 باقر چه کنی به سوس و صالشی  
 قدر تو بایں قدر نباشد

گوش کن حال دل دیوانه ام باید شنید  
 داستانم خوش بود افسانه ام باید شنید

بر امید وصل خواند و موکشان کردم بر  
 محتسب را بین که دنیا هم شکست و جامم  
 سینه ام شکافت و گردید از طبع نه بر  
 می فراید در دل عشاق ذوق تازه  
 مست شد از ساعری چهره چو گل بر تو  
 کهنه شد نسوج گویا قصه فرهاد و تیس  
 گر چه زدم باقر اش بهایں دیوان  
 ذکر تسبیح ملک از خانه ام باید شنید

بکام من فلک دوران ندارد  
 بیاسنگ گل حسن قد میث  
 برو عیسی از نبضم دست بردا  
 نباشد گل رخسار من تنه کو  
 به پیش جلوه تو کمیت کو چشم  
 بود کان لطافت چو گر آتشوخ  
 نه خواهم جلوه حور بهشتی  
 باشد ابر بنیاساں گر چه بدر  
 خیلیم گر چه بس مهان نواز است  
 بسوئے من گذر جانان ندارد  
 گل گلشن لبستا چندان ندارد  
 مراد و ولایت کال دریاں ندارد  
 دله از سنگ و از سندان ندارد  
 بزنگ آئینه حیران ندارد  
 ز در و دندان لب از مر جان ندارد  
 که ناز و غمزه چو نخبان ندارد  
 چو من چشم گهر افشان ندارد  
 دله جگر عطشی سامان ندارد



مرا باقر دل زاریت شیدا

که تاب فرقت جانان دارد

ترا مسکین دلم شب یاد میکرد  
تغافل پیشه جانان من ای کاش  
بدل میداشت گر یک نه سحر  
بجولان گاه شب اشوب میراند  
دیار و شهر کان بودی تعاش  
نه پرسی تو اگر حال دل زار  
نشسته یکدم گر پلک من  
ز درو و دوریت من یاد میکرد  
به یک دیدن دل من شاد میکرد  
چرا بر من چنین بیدار میکرد  
کف خاک مرا بر باد میکرد  
بخوبی خست و نوشاد میکرد  
که پاس خاطر ناشاد میکرد  
دل ویرانه ام آباد میکرد

به درس عاشقی باقر بگفت

عجایب بحث با استاد میکرد

زینت آغوش من شب آن بت میبارد بود  
بمقرر از جوشش دل بوده ام سیاه دار  
کام جان شد شکرین از بوسه های او مگر  
دیدش بر بام و سر گرم تماشا میشدم  
نتیج تاثیر نه شد از آه جانورم درو  
بعد مردن همچو طفلان بوده ام بر دوش غم  
از نسیم عشق چو گل غنچه دل پاره بود  
دوش زین بستم آن تشنه خار بود  
لعل نوشین چو گلبرگ تو شکر پاره بود  
هر گل از باغ او چیدن گل نظاره بود  
گوهر دل از شکستن شیشه صد پاره بود  
جنبش نفس از پنهان جنبش گوهر بود

مائل بوس و کنارم به حجاب به خطر

شب به غوشم مبتی آن بت مخواره بود

باقر و نخست را در جوش و دشت سرسبز

گرد باد آسا بدیدم در رهت آواره بود

نشدم شاد چه میباید کرد  
دل ناشاد چه میباید کرد  
کام را شد چو شیرین خسرو  
گفت من یاد چه میباید کرد  
دل آباد من ای وای عشق  
رفت بر باد چه میباید کرد  
پیش ازین آنچه تو کردی بمن  
جو و بیداد چه میباید کرد  
ملک الموت چو آمد ناگه  
گفت شاد چه میباید کرد  
بار عشقت که گران است از کوه  
بر سر افتاد چه میباید کرد  
قامت یار و رخسار میباید  
گل و شمشاد چه میباید کرد  
همچو گاسه بسلامم صد حیف  
نه کنی یاد چه میباید کرد

داد خواه آمده باقر تو اگر

ندهی داد چه میباید کرد

عاشق روی تو از جانم جدا میگردد  
طالب کوی تو از کون مکان میگردد  
نال میسرم ز دل ما فغان میگردد  
چون خدنگی که بصورت زکمان میگردد  
اندیس دار قمان نام و نشان یقینست  
هر که در عشق تو بے نام و نشان میگردد  
آن نه برقی است که بر اوج به بینی تیاب  
نال ما فلک شور نشان میگردد



بخت خوابیده بهوش آنظر کن بوش  
کیست زین ره که چنین جلوه کنای میگردد  
خوش تماشاست بروی قرار بیت تنک  
آنکه از حست بروی تو دخال میگردد  
پاسبان در خود گو که به بند که بشت  
کیست در کوچه تو لغز و کنای میگردد  
تو چه داری خبر ای مست تغافل نهان  
تا چه شبها بسر آه کشان میگردد  
دوش ز فتنی بچمن بیل گل گفت بشوق  
که درین بارغ عجب سروان میگردد  
دولت وصل محب از کز تنائے وصال  
سخنه هست که گاه به زبان میگردد

نوجوانی شد و شد موسم پیری باقر

با بهارے که برو باد خزان میگردد

هر خوب رو به پهلوی خود خار بشکند  
چو آن نگار طره طرازشکند  
از جلاوه رخ تو حیناں عصرا  
از جوش شرم گرم بازار بشکند  
کافیت گیسوئے قوی بستان ویش  
ز بخیر اگر بهای گرفتار بشکند  
هر خط غمزه ات بدل عاشق خریں  
صد شتر الم پئے آزار بشکند  
سر خوش ز زگر سر تو چنان شد که رند  
خمهای باد را سبزار بشکند  
از نازیکه و حرف زیبار پر سیت  
تپهای که نه از تن بیار بشکند  
ای ترک آنچنان تو مسلمان نژاد  
کز غمزه تو شکر گفتار بشکند  
از مشک نیز نگهت و از بوئے نفرا  
زلف تو قدرت و تاتار بشکند  
مانند میل سرمد و آرد بحشیم اگر  
خار رحمت به پای طلبکار بشکند

تو آن گلے که در چمن آئی اگر بنا  
از جلاوه تو رونق گلزار بشکند  
نازم باین حسرام که از جوش انبساط  
خلخال پای تو دم رفتار بشکند  
من چو شکسته دل نه بمانم که روزگار  
کار مرا چو زلف بهر بار بشکند  
منصور اگر ز فیض نگاهم برد نصیب  
ز نار کفر خویش سردار بشکند  
دلها بستاند و شود از غنچه دهن  
چو قفل خاموشی دم گفتار بشکند  
از در و دل چو ناله کنم گنبد فلک  
از یک شراره آه شرار بار بشکند

از مستی نگاه تو در محفل شراب

ساقی پیاله بر سر میخوار بشکند

چو صبحدم دل خود رفت ام بهوش آمد  
صدای صلوة السحر گوش آمد  
بخواستم ز سر بستر و صو کردم  
زبان بغض تکبیر در خوش آمد  
رخ خودم بسوی قبله کرده استادم  
دو دست من پئے تحریمه مایه دوش آمد  
من از را بخشوع و خضوع کرده ادا  
نشتم و دل شوریده ام بخوش آمد  
بند کز حق شده مشغول بوده ام سر خوش  
که ناگهان بسر گوشم این سروش آمد  
که گرچه هست نماز تو در شریعت رست  
ولے نه در خورستان باده نوش آمد  
نماز کن که در آن گم شوی ز هستی خو  
نماز عشق که حیرت دیش و خموش آمد  
بنوش باده عرفاں و آن بود عارف  
که راز غیب بدانت پرده پوش آمد  
سپس شدم متحیر که چو شوم عارف  
که ناگهان ز درم سپر می فروش آمد



پیاله داو بدستم که هاں نبوش نشوق  
طرب نما که نرا وقت نایه نوش آمد  
ببال بر خود و بر بخت ارجمند نیاز  
که بر تو رحمت یزدان حق نبوش آمد

سپاس دار که مشاطه ام ترا باقر

ز دست من ببرت یا رحله پوش آمد

۹۶ بشوخی دامن خود بر میان بچیده می آید  
قبائے سرخ در بر غازه در عارض خاکست  
ز دولت خانه خود بر سر من در دل شها  
مگر از جانب جاناں پیام وصل می آید  
بسویم چون نمی آئی ز جوش غم مر شها  
بیرزش میروند شاداں دل شیدا نمیدانم  
بے غلطیده در کوشش نشد پامال ز قار شها  
فلک را سینه بشکافد اگر آید بجان او

خجل از کرده و از شومی خود منفعیل یارب

بدرگاه تو باقر بافت خمدیده می آید

۹۷ فدائے او که بکونین بادشاهی کرد  
بهند و بد به خمر و شیش و راقصاق  
جبین نهاده امرش زوزه تا خورشید

جهاں گرفت و بعالم جهاں پناهی کرد  
نظام سلطنت دو جهاں کسای کرد  
قبول طاعت او ماه تا ماهی کرد

سپاس و منت ایزد که در همه عالم  
غلامی در آن شهر مرا مباحی کرد  
به هر دو کون چو خورشید بر بلندی افت  
کسیکه سجده آن عرش بارگاہی کرد  
نشاں پایے ترا سجده ریز جن و بشر  
در ترا ملک و ملک قبله گاہی کرد

به نامرادی خود ساز و دم من باقر

که هر چه کردی تو مرصی اهلای کرد

۹۸ مبار عشق که سیمین تنان بدل رنگ اند  
ز رنگ و نام چه جوئی ز عاشقان کین قلم  
خوش آن کساں که بیاورد چشم و بنر خط  
مقیم کوئے تو هر چند خوش دل اند و لے  
ز در که تو اسیران حلقه زلفت  
اگر بحسن تو سخت خو برویاں را  
قیاس سیرت پاکاں بخود مکن کنیاں  
مخو ز قریب که ایں زاهدان ریش سفید

ز دوستاں جهاں باش پر خد باقر

عدو به باطن و در صورت آشنایک اند

۹۹ مرا که تشنه لب افتاده ام ایام و بید  
بها ز میسر و فصل گل و ماغم نیست  
نجانہ دل تاریک چمن پیرایه و بید  
به یک دو ساعت پر پاده ام و ماغم و بید



کجا افتاد و کجا شد از نشان نیست  
روید و از دل گم گشته ام سراغ و پید  
شکسته بال و پرافتاده ام درون قفس  
مرا ز حسانه صیاد جاسیغ و پید  
کنید بیخودم لے ساقیاں زخم خور  
ز کار دیں و ز دنیا مرا سراغ و پید

صغیر خامه بافت بر بدعی به برید

نوائے بلبل درستان از باغ و پید

۱۰۰ ز راه قرب دورافتی اگر رنگ ریابا شد  
حضور می سبکی حاصل اگر صدق و صفا باشد  
صغیرم کس نشیند و منم تنها درین گلشن  
نباشد بلبل اینجا که با من هم نشواید  
ز عکس آن تن رنگین که تابدا ز لباس تو  
شور و روشن که برگ گل ترا زرقابا شد  
ز بزممت ویرمی آید ز بخت نارسا نام  
شود پله پله زرقارش اگر قاصد صبا باشد  
ز بایده خنده ات هوش و نمای غمزه ات بلبل  
چرا لے من بقر بابت من بیگانه میگردد  
بشید ناز او باشد بخاکش هر طرف قصا  
ز فرگانش همی روم که خاک آستان او  
تویی گر عاشق صادق ز جور و منال لے  
اگر خون ریختی مارا میندیش لے بر یکا فر  
که قتل عاشق بیدل معشوقان بوا باشد

به درو عشق محبوبان مباد ایچ کس باب

بزنک باقر بیدل اسیر و مبتلا باشد

۱۰۱ عاشقت ناله از بلا نکند  
میر و از درد دل دوانکند  
چوں من ساده دل مسلمان را  
عاشق روستے تو خدا نکند  
انچه تو کرده بمن جاناں  
آشنای به آشنا نکند  
اوست مالک چناب شکوه اوست  
حاجتم را اگر روانکند  
که ز تیر و گه سنان دل  
عشو و غمزه ات چنانکند  
میدید جان دلم بنا کامی  
پیش تو عرض مدعا نکند  
ملک دل شد خراب و میا کم  
توبه از جور و از جفا نکند  
تاب دیدار من ندارم و او  
نظرے سویم از حیث نکند  
دیگران مال و زربقش نند  
دین گدا جز بسرفدا نکند  
شاهد تو خلاف مطلب تست  
خضر مقصود در پنهان نکند

مشکل خود کج برو باقر

گر به پیش تو التجا نکند

۱۰۲ دلم از نعره خود بخود در حال میباشد  
نه چون صوفی بر قص از نغمه قوال میباشد  
در آن شبها که باشد آمد آن شوخ رقاصم  
دو گوشم فرشت راه نغمه نخلال میباشد  
چه حاجت با شراب و ساغر و مینا بودا  
ایا غم از شراب عشق مالا مال میباشد  
ولا بے روزه بودن خوش بود از صوم آیم  
که در رمضان بشوق آمد شوال میباشد  
بیاد حق بیاں هر دم از غافل مشو هرگز  
که ابله بیت همیشه در پے اضملال میباشد



ز ضبط گریه تنوائی نهفتن راز عشق دل  
که ظاهر صورت انساں به باطن دال میشد

ببر وارش بایمان از جہاں یار کی باقرا  
بدل خوف سیر و دہشت اغلال میشد

دل و انہم بجانب کوئے تو میشد  
و اعظا مجلس تو کند کا مطربی  
آشفته شد مزاج ز نازک مزاجیت  
صد چاک میشود دل من همچو شائست  
از دور جلوه تو عیان میدی و  
ما از کجا و طوف حریمیت شہنشا  
از کس چه حاجت است کہ بر من شان تو  
شو قم بہر زمانہ بسوئے تو میشد  
زاہد بہ نرم بادہ بسوئے تو میشد  
دل صد ہزار تندئی خوئے تو میشد  
مشاطہ شانہ را پو بسوئے تو میشد  
زلف سیاہ پرہ بسوئے تو میشد  
ایں بندہ پروری تو سوئے تو میشد  
ما را براہ قرب تو بسوئے تو میشد

یا قمر کہ بندہ تو بود چون غیرت  
بر در گہ تو نعرہ ہوئے تو میشد

دل خستہ اندازہ ز قمار تو باشد  
نازم بحال رخ خوب تو کہ یوسف  
تینیکہ از آن ریختہ خون غریزاں  
از دہر بودن سارخ و از قید و دھالم  
رومی نکند جانب رضواں کہ دلم را  
جاں شیفتہ لہو گفتار تو باشد  
جاں باختہ گرمی بازار تو باشد  
تیغ و دودم ابوئے خمدار تو باشد  
آزاد بود ہر کہ گرفتار تو باشد  
آسائشہ در سایہ دیوار تو باشد

دار و صدف سینہ پراز گوہر کمون  
چنانا سبب رفعت سرمایے بلنداں  
کے مائل نظارہ خواباں شود آن چشم  
من گم شوم از خود چو بیایم خبر تو

ہر تیر جفا سے ز کماں سر شود مگفت  
یا قمر بفش سینہ انگار تو باشد

بسوئے خازن ام آن شوخ امشب بجا آید  
دو روزے بودہ ام موجود و معدوم کنوں  
بہار آمد زند گل خندہ و بلبل زند چہ چہ  
بنازم طالع خود را بدیدم جلوه رویش  
بلک دلیبری شاہی تعالی اللہ چہ زیبائی  
بمضمون من سراق او نوشتہ نامہ شوق  
مگر مشاطہ واکردہ است زلف غمہ زینش  
برفتن پایے اولغراں عجب مست خراب آید  
مرا این ہستی موہوم در رنگ جباب آید  
بگلشن سدر من با مطرب چنگ و رباب آید  
مرا ایں دولت بیدار خود امشب بخواب آید  
کتاب حسن خواباں را حالمات انتخاب آید  
خطم ناخواندہ با قاصد ز جاناں جواب آید  
مشام راز کوئے اوچہ لہو شکناں آید

بحال زار اور حے کہ میکس با قمر بیدل  
بہ نرمت بادل نالان با چشم پر آب آید

چہ عبت فغان آید کہ دال اثر نباشد  
تو صحبت رقیبیاں بگر بحال زار آید  
بروم ز جاں پئے تو و ترا خبر نباشد  
کہ مرا عشق رویت ز کسے خبر نباشد



چه سُرّی که کوه سیمین چو میال که تاز رفت  
 ره عشق را بست از م که مصوّل بود رفت  
 به تنگی و صالت من و صد مه فراق  
 همه شب بکنج غزلت نظر من است و است  
 چه کنم نعیم حنّت چمن ارم چه سازم  
 تو علاج در دگر کن سر من جدا زن کن  
 مے ناب ده تو ساقی که بود علاج دم

نه چنین سُرّی بخوبی و چنان که نباشد  
 به چنین سُرّی قدم زن که در آن خطر نباشد  
 شجریّت نخل عشقت که در و ثمر نباشد  
 چه کنم بحال ز ارم که ترانظر نباشد  
 بفرار بام و صلت اگر مگذر نباشد  
 چو جدا شود سر از تن خلت دگر نباشد  
 که می است آن دوا نیکه در و ضرر نباشد

بگفت است نقد ممت رطلای دوست باقر  
 ز رو سیم در کف من چه شود اگر نباشد

۱۰۴ سر و غرّو نه تو جاندار انجمن باشد  
 زمین کوه تو از خون کشته نازت  
 مرا که جوهر سبز زیاں رساند جاں بر لب  
 گل شکفته ز غیرت همی شود غنچه  
 چو غیر حق نبود در دل شکسته چه دور  
 ز قدر و قیمت حنّت چه کم شود شیرین  
 مرز در تبه خاک آبرو مے من یارب  
 میان ما و ضمّ ز اختلاف ملت و دیس

چنانکه شمع فرو زنده در لگن باشد  
 همیشه مثبت سیرین و نثر نباشد  
 بطبع کربت غربت به از وطن باشد  
 ز ناز چوں لب لعل تو خنده نباشد  
 سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد  
 که زینت گفت از خون کوکب نباشد  
 نهان ز شرم چو رویم تپ کفن نباشد  
 تفاوت قیمت که در شیخ و برهن نباشد

یکیش من نبود امتیاز دشمن دست  
 یکیک دشمن من شد عزیز من باشد  
 تو خورد سال ترا قدر بادش تباخت  
 که باقر تو ترا عاشق کهن باشد

۱۰۸ جانم به رجا و بیم باشد  
 جز به تو سخن بکن سازم  
 من جز در تو نه جا پذیرم  
 ترسی چه ز پریشش علما  
 بخت نبود اگر بکاست  
 ای طبع حکیم شو معالج  
 از خنجر غمزه تو طالم  
 در عشق جدا ز نام و تنگم  
 از طعن کس چه بیم باشد

باقر تو کج و عشق بازی  
 شانت بخت اعظم باشد

۱۰۹ شمع من جلوه کنان چو ز میاں بر سیر  
 عاشق خسته ز بزم تو ز بیمهری تو  
 جاں دهر که جگر سوخته و همت دست  
 عاشق روی نه ترا اگر سوخته حنّت طلبند  
 دود آه از دل من شد فشان خیر  
 از سر حسرت و غم اشک فشان خیر  
 روز محشر ز لحد تشنه و پاں خیر  
 نیست ممکن ز درت شیفته جاں خیر



هر که از سیر جهان رسته نشیند بدرت  
پشت پاگر بزمی بر لب کشته ناز  
بجو سیاه بعلطم به سر بستر خویش  
گرچه چشم بزند آب بر ویش بخت  
میزند دم ز تو کل عبت آن گرسنه چشم  
لے خوشا حال که سود از دهات روز نشور  
آتش عشق بدل هر که بخوشد به سحر  
کشور دل چو شود تخت گه شاه یقین  
آنکه بیکان پوشش ماضی و هم مستقبل و حال

باقر از تلخی ایام نشسته است خراب

وقت این است که میکس زبیاں خربسند

آمد گنج که آید و مهر و وفا کند  
طنل است از خسرو قیامت پاکند  
آوردم احتیاج بصد عجز پرورش  
زاید اگر بصومعه بیند اول و راه  
اکنون که پازیر سر و مانده غلام  
خواهد اگر بکشد جم جاد و پد مرا  
می نمیش که جور و ستم تا کجا کند  
تا بعد ازین ز غمزه و ابرو چها کند  
باشد ز لطف حاجت بار داد کند  
بیش قد ز پا و تماش قضا کند  
خواهد که جای کوئے تو چون نقش پاکند  
خواهد که کلبه ام از بوریا کند

نشر شکن قلب من آید تو لے عشق  
کارم تمام مطرب شیرین نوا کند  
نازم بهار چندی بخت خودم که دست  
مارا بزرگ سایه ناز خود جاکند  
باید به هر سیکه بخوبی رضای حق  
خود را با وسپارد و محو صفا کند

افزونی ده که باقر میکس بیایه نمر

بر در گه تو آید و بر تو دعای کند

کافر عشق تو لے کاش دل زار شود  
تاز زلفت بگلور شسته ز ناز شود  
چشم بالا کنم و جلوه رویت بینم  
تو به سر بام و مرا جات دیوار شود  
گرد آن به چه عجب گریز بیند اغیا  
دید به باشی که بچین بلوئے گل خار شود  
امن از جمله بلا باز خدایم خواهم  
غیر از عشق و گریه هیچ ز آزار شود  
کهنه ز حسم دل من به نکند تیج دوا  
خطا سبز تو مگر مرهم زنگار شود  
هفت دریا اگر کش بر رخ و بر سر ریزند  
طالع خفته محال است که بیدار شود  
حرف باطل چه خیال است که گوید حق گوئے  
گرچه مضور سر او بسردار شود  
چند ازین در و بنالم که مرا نخل امید  
سر و آسان گئے یا ثمر و بار شود  
چشمه نوش بود عسل لب شیرینیت  
ده زلالے که دوائ دل بهار شود  
بس خطرناک بود جاده عشق تو چیاں  
طے به بنیم زمین این وادی پرچار شود  
لذت می بجیشی گر تو برنداں زاهد  
رهن میخانه ترا جسته و دستار شود  
دست بردار ز جور لے بت نکسین دل من  
چند ازین تیشه دل زار من افکار شود



بستم رخسار خست سفر جانب فرنگ گاهت  
استلالم تو کنم بخت من اریار شود  
پر حذر پاش از آندم که مراد دل شب  
گرم رو سوس فلک آه شر بار شود  
تا توانی اگر این است چویم پس ازین  
بردت آمد غم آه چه دشوار شود  
باقر آزاد بود که رسد آن وقت خوش  
که بدام سر زلف تو گرفتار شود

۱۱۲  
ز تیر فتند دل خود فگار نتوان کرد  
لگام شوق بر روی نگار نتوان کرد  
بکیش عشق دل و جان چه قیمتی دارد  
بیای بیار که ابراست دلکش ساقی  
بیار بادیه که ابراست دلکش ساقی  
اگر عشق تو مردم چه جانے افسوس است  
زور و عشق اگر سینه شوق شود چه غم است  
زیر گلشن و گلها چه بشکند دل من  
بیا بیا ز کجای میری بیا جانا  
فدای شان تو ای خواجہ ام که گفت ترا  
توئی بسای نیلیس خواجگان باقر  
ترا هر اس ز روز شمار نتوان کرد

۱۱۳  
در دل نبود جز به تمنای محمد  
لبریز سبب است ز سودای محمد  
خورشید غلام رخ زیبای محمد  
طوبی است بجاں تبه بالای محمد

سوداوی است اینک کم دعوی عشقش  
باشد چو خدا عاشق شد ای محمد  
عیسی بدید جان و خضر نقد دل از  
بر غمزه لبت ای ز کس شملای محمد  
در عرض غرض پیش کی لب کشایم  
جز سرور خود حضرت والای محمد  
از بهر شفا من بخت بود پس  
حرف ز لب لعل شکر حنائی محمد  
گرد و چو حسرا ماں ز روزه باز کنم  
ایں دیدہ و دل فرس کف پائی محمد  
رقم خرد و توشن بت اراج نگاشت  
شد جان دل من همه نغمای محمد  
گردست و دہ از مد و بخت بلندت  
بر گرد و لا گرد سر پای محمد

زنجیر گل شد دل دیوانہ باقر  
در عشق تو ای زلف علیای محمد

۱۱۴  
شب زینت آغوش من آن جا بین بود  
اقلم نشاط و طبریم زیر نگین بود  
قارغ شد عیش و نشاط و دو جهانم  
تا در و غمت در دل من گونہ نشین بود  
وار نقش خیالم بلم بود  
جز عشق تو دیدیم نه آن بود نه این بود  
گفتم که بدر و غم عشق تو بمردم  
گفتا چه توان کرد که تقدیر چنین بود  
دشمن عشق تو بر انداخت  
دل در صدف سینہ عجب در شین بود  
از ناز من حال شب بھر چه پرسی  
جانا چه گویم که چنای بود چنیں بود  
آندی و باز رفتی  
هر نفس من نفس باز پسین بود

آن بار که و قصر بلندت



آخر نہ مقام تو ہمیں زیر زمین بود

۱۱۵ — دوری تو لے ستم ایجاد نما  
کشت تجسیر تو مرا حاجت جلا دما  
ہر کجا گوش کم شہرت عشق من تہوت  
قصہ عاشقی شیریں و سہا دما  
بشہ سلسلہ زلف تو آن گیت کہ نیت  
خالی از عشق تو یک بندہ و آزاد نما  
شکوہ کرہ م ز فراموشی و گفت کہ من  
خواستم بس کہ ترا یا کنم یا دما  
خود کجا لطف کہ از خشم و عقابت لے شوخ  
ہیچکاسے دل غمیدہ من نہا دما  
دم تصویر تو از غیرت حسن رویت  
جستہ و تسلیم مانی و بہر ادا دما  
من بستر پاں تو از لطف بفرما لطف

باقرخستہ کہ اولایق بید او نما

۱۱۶ حال در دل من خلق کجا میبند  
انچہ بر من میگزد و بے تو خدا میبند  
گر بیاید سرم عیسی مریم حکیم  
بن آرید کسے را کہ دو ایمی بند  
چہ نویسم کہ بر پیش تو بخوابد گفتن  
شدت شوق مرا یک صبا میبند  
سخنم را بہ بند معنی دیگر چہ عجب  
نکتہ سنجی صنم نکتہ سر ایمی بند  
گر بیاید سر بالیں دم زخم چہ عجب  
کشتن بگینہاں آنکہ روا میبند  
بوسہ چند بدہ زانکہ دل تشنہ لبم  
لعل نوشیں ترا آب بقا میبند  
ناخن لطف ترا عقدہ کشائیت ثعنا  
بندہ ات شان ترا شاخ ایمی بند

ز دیکارم گر ہے بخت زبوتہم یا شیخ

باقرخستہ ترا عقدہ کشا میبند

۱۱۷ چشم بد دور وجودت چنے ساخته اند  
قامت دروے ترا سرو و سمنے ساخته اند  
قامت سرو و رخت گل لب لعلت غنچہ  
ایں سرو پایے ترا خوش چنے ساخته اند  
مطرب و ساقی و می صحبت زندان بستیا  
اندریں جہجہ چہ خوش انجمنے ساخته اند  
مشک بیز است سرو امن صحر کہ توئی  
گوئیاد در حشم زلفت نختہ ساخته اند  
چند ز گلہا و سمن و دختہ اند  
از پے کشتہ نازت کھنہ ساخته اند  
عاشقاں و اشدہ از جامعہ عرمانی خود  
بر تن از خاک دلت پیر ہنہ ساخته اند  
از پے شہرت حسن رخ شیریں دروہ  
ہمچو فرہاد بتریشہ ز نے ساخته اند

میزنی لاف ترا سلام چہ باقر کہ ترا

از پے مہر بتاں بر ہنہ ساخته اند

۱۱۸ دل نہاں با تو بدادیم و نہا ستیم  
ننگ و ناموس مرا عشق تو بر باد کند  
تو ز حال دل من بیچ نداری خبر  
دل ما ہست کہ ہر خطہ ترا یاد کند  
از کرم رنجہ متدم کہ وہ در خانہ من  
حق تعالی از کرم خانہ ات آباد کند

۱۱۹ آہے از دل غنم بروں نہ ہد  
دو دایں آتشم بروں نہ ہد  
پیشگاہ رخت ز غیرت حسن  
چشم خون تاب نم بروں نہ ہد  
تا در اشک نیت گوہر عفو  
موج بحر کرم بروں نہ ہد



بے وجود حقیقت واجب  
 اینچنان محرومے تست و لم  
 گر محبت کشند عاشق را  
 دل عاشق غنیم محبت را  
 نماند آنست غیر در مکتوب  
 گر رود نقد جان رود لیکن  
 دید صد نامه ام مگر آن شوخ

از لب نوش چون چکری تریاق  
 افغی زلف سسم بروں نهد

مکنے را عدم بروں نهد  
 کچو آسینہ دم بروں نهد  
 از دور تو قدم بروں نهد  
 از بلا و ستم بروں نهد  
 راز عشقت و سلم بروں نهد  
 ممک از کف دم بروں نهد  
 رفته از سلم بروں نهد

## روایت دال

ز بہر محنت در کام جان چوں شیر و یاجان شد لذت  
 از شوق جاوادم بدل پیکان خونخوار ترا  
 نظارہ رخسار و خوش آیدم از سیر گل  
 خورده ام تا این چنیں بر تلخی حیران تو  
 زندہ می سازد دل عاشق طرز نطق او  
 بیمار عی شفت مراد دل ز درماں شد لذت  
 جانا بکام ہم ہستم تکریم ہماں شد لذت  
 از شہد و شکر بوسہ آن لعل خنداں شد لذت  
 چوں لالہ نعمان مرا این داغ حیران شد لذت  
 از دم عیسی سخن زان لعل خنداں شد لذت

کے حیزیں پیشیت زند دم ہم چہ جائے غنی است  
 باقر اشعار خوش است از شعر سلمان شد لذت



## رولیت را

۱ گریه شد کار دل از پشته خندان تو دور  
روز غم زرد شد از سبب زنجاران تو دور  
زهر غم ریخت بجان غمزه شیرین کارت  
چشم بد جان من از زرگس فغان تو دور  
جلوه آراست گلک تازه و شاخ سنبل  
چون صبا کرد ز رخ زلف پریشان تو دور  
تا ابل می نشود دست و گریبان بامن  
نشود دست من از گوشت دمان تو دور  
یوسفایج و بلا لازم حسان تو دور  
نشود از تو گه سبیل اخوان تو دور  
قامت سرو و زخت گل زلف سنبل  
صرصر حسد و شه باو از چستان تو دور  
چیت تدبیر تو ای باقر دخت که شد  
پای رفار تو پی منزل جانان تو دور

۲ غیر حق هر چه بود ای دل شیدا بگذار  
خوابش بوی خوش و زلف چلیپا بگذار  
دست از حرص کش و کج قناعت بگزین  
الفت مال و زر و دولت دنیا بگذار  
بوریا فرش کن و کهنه گلیمه در بر  
شوز پیشینه بروی طلسم و دیبا بگذار  
در گریبان تامل سر فکرت در کش  
دیده بر بند ترس و دید و تماشا بگذار  
دیده انجمن فسق به پیش خلوت جمع  
چشم بینا بکشا دیده اعمی بگذار

تا توان راز محبت توان کرد عیال  
ساز ضبط نفس و ناله شبها بگذار

باقر از دوسوسه غیر تهی کن دل را

از سر و اعیه بر خیز و متن بگذار

۳ تو مولاسیدی اشرف جهانگیر  
تو آقا سیدی اشرف جهانگیر  
نقاوم بر درت هسته بدستم  
خدا را سیدی اشرف جهانگیر  
بسوی من ز رحمت یک نگاه  
بفرما سیدی اشرف جهانگیر  
زهرم محله از رافت و مهر  
بیار سیدی اشرف جهانگیر  
توئی آنخب معین و دوستیگم  
هم آنجا سیدی اشرف جهانگیر  
من جان داده رازنده منرا  
میجا سیدی اشرف جهانگیر  
توئی حلال مشکل مشکل من  
تو کجا سیدی اشرف جهانگیر  
بفرما سرفرازم بر سر من  
نبه پای سیدی اشرف جهانگیر  
بفرما چشم کورم راز رحمت  
تو مینا سیدی اشرف جهانگیر  
مرنج از من کنم گریه طلب  
تقاضا سیدی اشرف جهانگیر  
ترا خوانم بهر دشت و بیابان  
بصحر سیدی اشرف جهانگیر  
نباش چون تو کس از خیل خیابان  
دل آقا سیدی اشرف جهانگیر  
بفرما دعوتم را از سلف طفت  
پذیرا سیدی اشرف جهانگیر  
بگردان دست شفقت بر سر من  
خدا را سیدی اشرف جهانگیر



بود ذات و صفات شان حجت

سرای سیدی اشرف جهانگیر

فشانم جاں بسایت گشته امن

همیای سیدی اشرف جهانگیر

شد از نور رخ پاکت مدینه

کچھ سیدی اشرف جهانگیر

جمال روئے خود بیکره به باقر

تو بنمای سیدی اشرف جهانگیر

# روایت را

یک نگه کردی و رفتی زفته از کارم هنوز

از نظر پنهان شدی و مخودیدارم هنوز

قیس را شد لنگ اسپ ناله در صحرای عشق

برق آس گرم جولان است ہوارم هنوز

نا توانی گرچه پے کردہ است پائے رفتن

در طریق عشق بازی گرم رفتارم هنوز

شدت در دِل شیدا تمامم کرد آہ

دست بر دل میگذارد بدگماں یارم هنوز

گرچه واعظ میکند تلقین اسلام بے

سجدہ بت میکنم در بند زارم هنوز

گرچه در عشق تو کردم خانان خود خراب

لیک وصلت را بنقد جان خریدارم هنوز

تو ز قید دوستی خود رہا کردی من

در خم زلف چو زنجیرت گرفتارم هنوز

حاصل باقر نیکو دوسے تخم امید

در زمین دل عبث از سادگی کارم هنوز

دل بسو داسے توبے تاب تو ان است هنوز

بر درت همچو جرس گرم فغان است هنوز

گرچه بر بستہ میان از پے طوف حرمم

لیک پیش نظرم روئے بتان است هنوز

شعلہ شوق تو ہر چند چو شمع بگدخت

راز عشق است کہ در سینه نہان است هنوز

خط سبز اچہ بر آور و رخ همچو گلشن

خندہ لعل لبش آفت جان است هنوز



وا غطش شهر ترا گرمی بازار من اند  
معدن فیض در پیر میغان است هنوز  
برق آه است که بسوزد دل سودا زده را  
آتش ناله هایل شعله نشان است هنوز  
تا توانیست که افسرده دل زار ازو  
دل بتیاب بشوق تپان است هنوز  
پر تو ظل صفات همه جا جلوه گر است  
کنه ذات تو مگر ستر نهان است هنوز

تو گدشتی ز سر عهد و ز پیمان خودت

یا قمر دل شده بر عهد هان است هنوز

خیز و کن زود و صنو میرودت وقت نماز  
لطف فرما و کرم کن به من ای بنده نوا  
یا ورم نیست کس جز تو خدا یا مدد  
خشم آلوده نگه را چو بسویم انداخت  
عاشق روئے بتاں شو که بچشم عارت  
بے نصیب است ز نظاره حسن رخ دوست  
گردهای بوسه ز لعل لب نوشی چه شود  
گاه دست کرم از ماتمودی کوتاه  
نیست یک جلوه گری غیر تو در ملک وجود  
چون تو اواز داشت نهان راز نهان عشقت  
اندیس راه مزن گام که ای دل نه سزا

منزل عشق بود پر خطر و دور دراز

کس ندانست و راستی دیوار کجاست  
کیست آنکس که بر در آنجاست تو گماناز  
هست سلطان فی کونین بدست محمود  
گر رسید یک نفس در کف اوزلف ایاز  
آبروی خودش از کثرت عیال و بخت  
یا قمر امید به پیش تو چه دار و اعزاز

بس زبون و زار باشد به تو احوال هنوز  
گفته بودی یک شب بانا ز آیم بر برت  
چون کنم طول زمان روز و وقت ریاں  
دقش بے طاقتی شد مانع پرواز  
در شبستان الم دور از تو میسالم هنوز  
زین مسرت جان من بر خویش میاالم هنوز  
میشود یک روز و بجز تو یک سالم هنوز  
سوخن صیاد میخواهد پروا بالم هنوز

گرچه با قمر گشته ام از دام خطا و رها

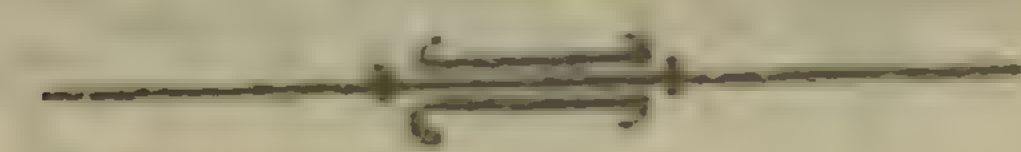
دانه آس میفرسید دانه ختم هنوز

سرم از عرش باشد بر تر امروز  
چیاں تبد و ز چشم چشمه خوں  
که امی قننه قد آمد لب بام  
نبا شد چوں تو سفا که در عهد  
چناں طوقاں نمود اشکم که گردید  
جبیں سودم بیاب عشق از صدق  
نصیب دوست فردا جسام کوثر  
که سودا ای تو دارم در سر امروز  
که فرگانش بدل ز دشت امروز  
که در شهر است شور محشر امروز  
توئی تیغ ستم را جوهر امروز  
درو دیوار دیوار و در امروز  
خرد را قفل بستم بر در امروز  
کس شد مست عشق حیدر امروز



چلے گم کردہ راہ طریقت بجز اصدق نباشد رہبر امروز

توئی سلطان اقلیم معانی  
ترا باقر نباشد ہمراہ امروز



## ردیف سین

شد داغ دل خستہ رنگ پرطاوس از بس زنداں شوخ خندک پرطاوس  
مستانہ بدیناں طرب چون کند قص باں کشور حسن است به چنگ پرطاوس  
ہم چشمی داغ دل سودا زوہ من ہرگز نکند دیدہ تنگ پرطاوس  
عشرت وہ صد جلوہ باغ است بہارش نازیم بدیں شوخی رنگ پرطاوس

باقرچہ بود گلشن کشمیر بہ حشمیش

دید است ہر آنکس کہ فرنگ پرطاوس

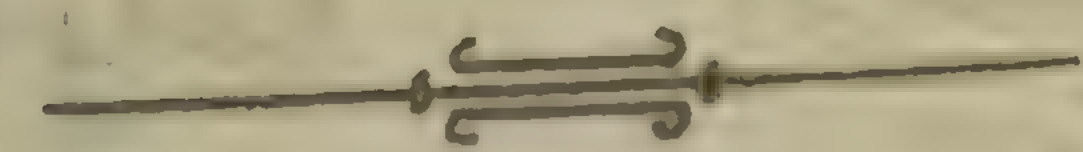
عاشق روئے توایم آخر زیار مایہرس ساکن کوئے توہستم از دیار مایہرس  
در تمنائیش ز دروا انتظار مایہرس بے چراغ روشن از شہائے تار مایہرس  
بوسہ لعلت بقدر جان نماید آرزو از تمنائے دل امیدوار مایہرس  
شمع ساں از سرتاپا از جلوہ او سوختم بوئے آتشناک او بگز کار مایہرس  
روکش باغ ارم باشد دل پرداغ ما بیچ از رنگیں بہار لالہ زار مایہرس  
شب براہ انتظارش کنفیس خواہش نہرہ حال زار دیدہ آخر شناس مایہرس



تو کرمی بادشاها از کرمهایش بخش  
کرده هائے باقر عصیان شعار میپرس

۳ کن رحمتی و از عسلم یا خدا میپرس  
شرمنده ام ز کرده خود از خطا میپرس  
لے دل برفت هر چه از ما جز میپرس  
یا جورا و لب از زهر و وفا میپرس  
گر خود ترا بخلوت نازش گزار نیت  
راز حسیم یار ز با و صبا میپرس  
گردن تو ان نهاد به تیغ جفا لے او  
با در و دل بس از زرد لیر و او میپرس  
دل برده ز دوست من اکنون حال دل  
از من فدائے ناز تو لے لایا میپرس  
از فرق کرده سر بر سیدم بگو لے یار  
بگذشت بر سر آنچه زنج و بلا میپرس  
ز هر آب غصه ریخت بکامم نمود تلخ  
عیشم چگونه آن بت شیرین و او میپرس  
رقصاں بوجد و حال به بین شیخ شهر را  
بالحیة سفید و ز صدق و صفا میپرس  
دی شب به انتظار قدوش میدیج  
در دشب فراق چگویم و لا میپرس

باقر خمش تو محرم راز دلم نه  
خون شد دلم چگونه ز بهر خدا میپرس



## روایت شین

نظاره یکے حورو ملک گر میکنندش  
مشکل که بهر ساز و اول نمیدندش  
در چاه زنج که دل دیوانه کند بند  
که میکشد از ناز زگیسو بکمتش  
هر لحظه خیال قدر غنائے تو در دل  
شونخه است پر ناز که در شیشه کنندش  
سر رشته زلفت نگذارد دل عاشق  
گر بمچو سطره خوابان شکنندش  
این فتنه که دارد روشش گردش گرد  
آموخت مگر شیوه جولان سمندش

باقر سر خود ساخته وقف ره خوابان

تا در دم رفتن سر پای به نرندش

۲ به تغافل نظر لطف خود لے جان نفروش  
یا عشاق و فایضیه به نسیان نفروش  
دارم اشک که جهان است از و طوفانی  
بمن لے ابر تو ایس دیده گریان نفروش  
حاجم سرماں زده ام و ز تو تکی کاسه ترم  
داغ حسرت بمن لے لاله نغمان نفروش  
نیت چوں جلوه که یار تر خانة دل  
زاهد خشک عبت سر گریبان نفروش  
زاهد از باده بود پیکر ما نورانی  
پیش روشن گهران گوهر عفان نفروش

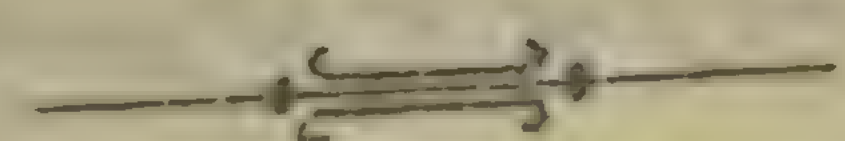


دل بتدبیر مبرسند آبروئے عشق میریز  
تیشہ بر رخسار من در دہ و دہان مفروش  
ہر لب زخم دلم از تو بود خندان تر  
بمن خستہ تو لے گل لب خندان مفروش  
بمرا تو بہایش ندہندت باقر

گو ہر پاک دل خود حسینان مفروش

۳ من و شوق روئے آن مہ کہ ندیدہ ام ہنوزش  
تو فسانہ ام بگفتی ز کسے شفیہہ باشی  
برہش چہاں بر فتم کہ بماند پیائے رفتن  
تو بیا بگفت با من کہ ز ربط مہر با تو  
چہ بودے وصالش کہ خورشید ام ہنوزش  
تو بگو بگفت ہے ہے نہ نشید ام ہنوزش  
بکجا است منزل او نہ سید ام ہنوزش  
سرشتی کہ دارم نہ سید ام ہنوزش

ز سر نیاز گفتم کہ غلام تست باقر  
بہ چگونہ شد بختانہ خدیوہ ام ہنوزش

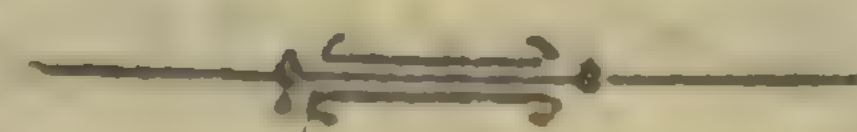


## روایت صاد

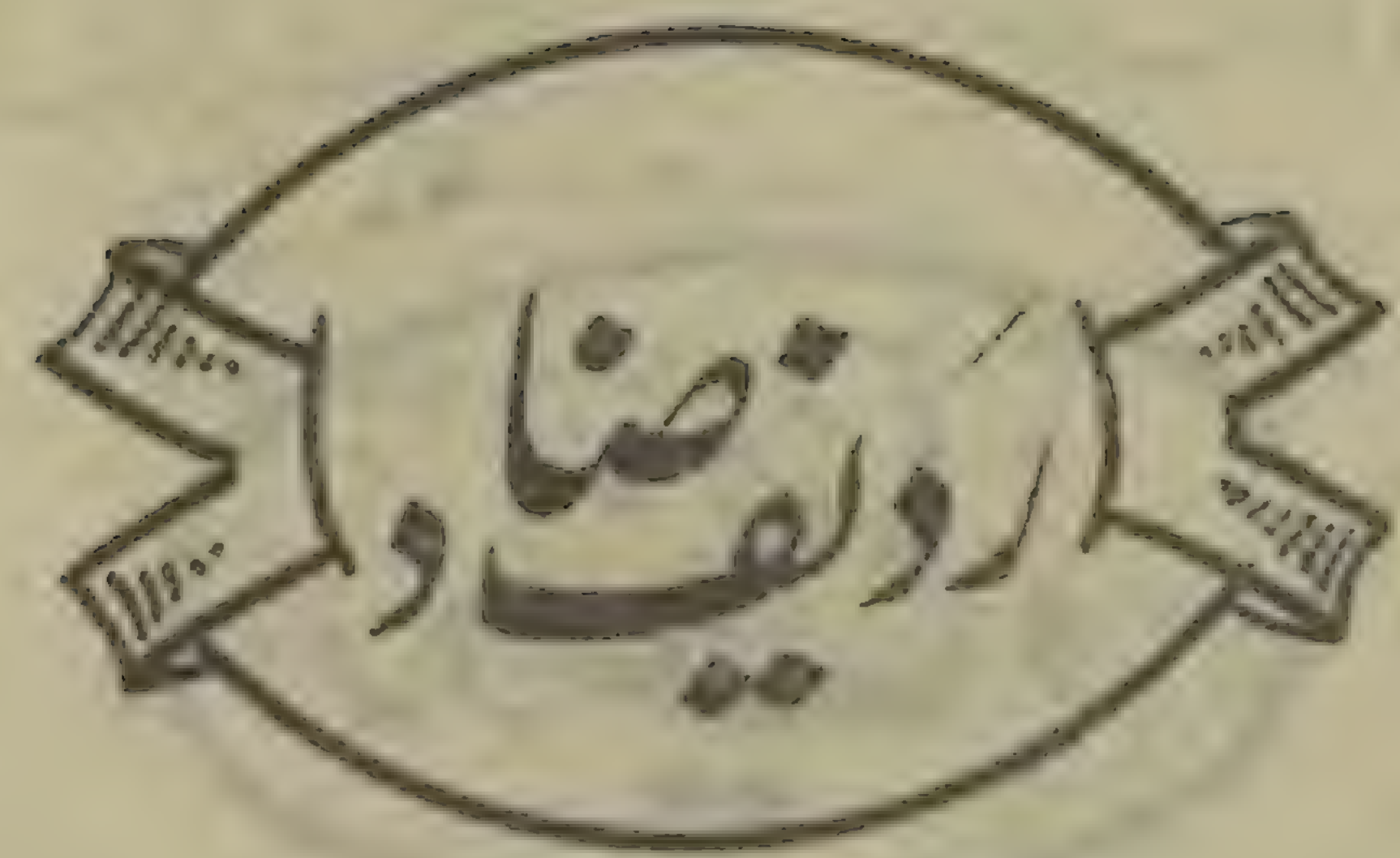
در عشق چو بسمل دل دیوانہ کن در قص  
در شوق بنا گوشش تو از جوش طربہا  
یکرہ سوئے محبت نہ گرا ز ناز بر آئی  
ہر جا ہمہ مستند بہ اندازہ خود ہا  
آندم کہ بہ گلزار تو از ناز حسرا می  
یاد آیدم از گرد سرت گشتن خوشیم  
در شعلہ چو افتاد بلے دانہ کن در قص  
در بطن صدف گوہر یکدانہ کن در قص  
مستانہ حسم و بادہ و پیانہ کن در قص  
لبیل بچین چہد بویرانہ کن در قص  
ہر سرو سہی بخود وستانہ کن در قص  
بر گرد رخ شمع چو پروانہ کن در قص

باقر بیکے گردش آن ز گس جادو

زاہد بد میسکہ زندانہ کن در قص

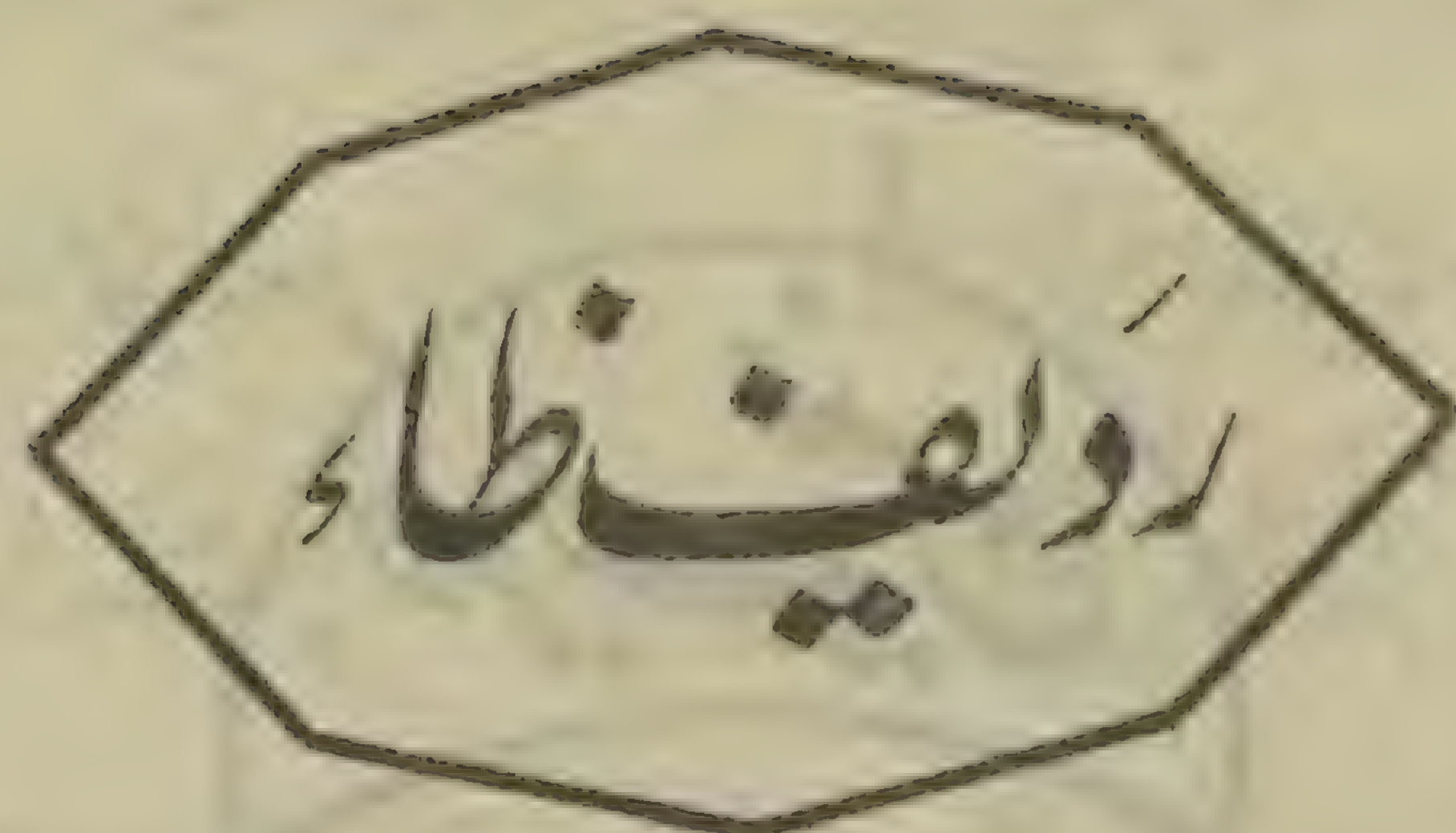
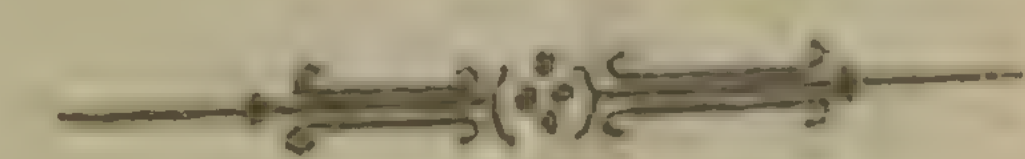






۱ نہ فروغ رخ شمس و قمری بود عرض  
 ریختم اشک پے ناقہ بہ آئینہ دل  
 رہ سپردیم سوئے کعبہ و گہ جانب دیر  
 بر جمال تو نیفتاد مرا نور نظیر  
 بود مقصود حدیث توشنیدن از سمع  
 سوئے مسجد بکشد صبح گاہم بہر نماز  
 مژدہ وصل رساندی بقداہیت جانم  
 اشک و آہ است کز آن شہرہ عشق تو شام  
 لمعہ روئے تو زین جلوہ گری بود عرض  
 مقدم محمل یار سہری بود عرض  
 جلوہ روئے تو زین در بدری بود عرض  
 آہ زین چشم گریہ بصری بود عرض  
 دیدن روئے تو از دیدہ وی بود عرض  
 بوئے زلفت ز نسیم سحری بود عرض  
 فاصدا از تو ہمیں خوشخبری بود عرض  
 ورنہ ایں راز کرا پردہ داری بود عرض

کشتہ شوق تو بودہ است بدل باقرا  
 کے تماشائے رخ حورو پری بود عرض



۱ نصیحت تو بود جبکہ از ریا و اعطا  
 فتادہ زرہ صدق و راستی بس دور  
 ہنوز قشری و دم میں زنی زکبہ علوم  
 زمین کہ ساکن محبت نہ ام چہ پیہر ہی  
 کنی مطالعہ گراں رخ کتانی را  
 نکرده اند چو قسمت ترا دل صافی  
 حدیث رتبہ اہل کرم و طیفہ تست  
 فتادہ پے قصر شارب رنداں  
 زاجتہاد برا علم دین خطا گیری  
 زباب علم و عمل خود نگشتہ آگاہ  
 سر نیاز بخلوت نہ بر زمین سائی  
 دل تو نیست بہ اخلاص آشنا و اعطا  
 کج دل تو کج جلوہ خدا و اعطا  
 بدوق مغر نگہ دیدہ آشنا و اعطا  
 کہ شیخ شہر کج ماند کج و اعطا  
 وہی زجب و دستار رؤسا و اعطا  
 مباحش غرہ بریں ریش با صفت و اعطا  
 بطر ز خوب کنی عرض دعا و اعطا  
 دراز باد ترا ریش خوشنما و اعطا  
 تو رستگار بناشی ازین خطا و اعطا  
 براہ دیں کہ ترا کرد پیشوا و اعطا  
 میان جمع بہنبر کنی دعا و اعطا

تو مگذر از حد خدمت بہ پیش او باقر

کہ زند و ضعیف تو ہستی و پارسا و اعطا



## ردیف غین

۱ یار ویرینه مرا از نظر انداخت ویرغ  
از وفا تاخت عنان و بجا ساخت ویرغ  
راز عشق تو بدل بود نهان همچو شکر  
اشک غماز مگر پرده بر انداخت ویرغ  
زخمی تیر نگاه تو گشتم گاه  
بر سرم دست قضای تعجل آخت ویرغ  
مایه عیش و نشاط دو جهان رفت بیاد  
لشکر عزم طرف کشور دل تاخت ویرغ  
عقل بیچاره نهان بوی پس پرده هنوز  
عشق سفاک بجا نهان علم و اخت ویرغ  
ساخت با غیر و بریدار من و بیجا شکست  
با من آن جان جهان نزد وفا تاخت ویرغ

در هر عیش و بنگاه رسیدم باقر

حالت زار نپر سید و نه بشناخت ویرغ

۲ جمال دوست ز تو ماند در حجاب ویرغ  
ز روی دوست نبرد داشتی نقاب ویرغ  
ز تاب عشق نکردی جگر کباب ویرغ  
ز خون دل نکشیدی شراب ناب ویرغ  
نگشت پیچ که قیمت تو همیشگی  
ز نوش با ده غفلت شدی خراب ویرغ  
رسید جان ز جگر تشنگی بلب لب کن  
مذاق آتی مایک متع شراب ویرغ

اگر چه جلوه حسن تو شد بهماں افروز  
بماند روی تو در پرده نقاب ویرغ  
سحاب فیض یباروز آسمان شب رُوز  
تو قطره آب نخوردی ازین سحاب ویرغ  
جهان همه صدف ستر عالم معنی است  
تو زین صدف نکشیدی در خوش آب ویرغ  
نگنده ام دل خود را بر آتش عشقت  
هنوز بخت نگردید ای کباب ویرغ  
مدار زهد به کم خوارگی و بیداریست  
تو بخیر همه مصروف خورد و خواب ویرغ  
یکے بغور نه نگرستی بصفی دل  
بماند محدود و حشمت به صد کتاب ویرغ  
بجان رسید چه از آن نگاه سحر آمیز  
ز دل شکیب ر بود و زویده خواب ویرغ  
گذشت عمر و نه شد بر مه قیمت چشم  
ز گرد راه شهنت شاه بو تراب ویرغ

اسیر عشق رخ خود نموده باقر را

تو زلف خویش نگندی بیچ و تاب ویرغ

۳ کند بخاطر جانان گذر دروغ و دروغ  
به آه و ناله عاشق اثر دروغ و دروغ  
ز حال خسته من پرستی از دولت بس دور  
کنی ز لطف تو بر من نرسد دروغ و دروغ  
تو سنگدل ز تو آید که در رگ جانم  
ز نوک غمزه زنی نشتر دروغ و دروغ  
ز سادگی به یقین دانم و تو هر روز  
دهی ز آمدن خود خبر دروغ و دروغ  
بخنده گفت فرستاده که می آیم  
بخانه ام تو شوی جلوه گردوغ و دروغ  
ز راه عشق نگردم چه گوئی ای زاهد  
مرد که هست در پس ره خطر دروغ و دروغ  
پئے تو سحر و سجاده بس بود زاهد  
ز عشق دم من ای بخیر دروغ و دروغ



جواب نامه ز معشوق قاصد معلوم  
فدائے ناز تو جان و دلم بوقت طلب  
درستی سخن و صدق وعده ات دائم  
به فرقت به عنسم در رخ و غصه ساخته ام  
بکج نفتر به تقدیر گشته ام قانع  
سخن درست بگویم به پیش جلوه او

فنا ده است ز پیا باقر تو در راهت

رود ز کوه تو جائے و گرد و غوغا

۴ میل نکر دسوی من آں باهر و دیرن  
به من از عشق نه کردم طهارت  
خلقه کنند عرض غرض پیش او گر  
از تشنگی بدم و ساقی به نرمی  
از نقش پائے یار نصیب نشد نشان  
به حسرتی بود طلب آبر و غیر  
آمد پئے ناز به نعشم و ز غم  
دایم ستیزه میکندم وز کرم یک  
با من که بنده ام بکجا در حدیث لب

از رخ کشیده پرده نشد رو بر و دیرن  
از آب دیده گرچه نمودم وضو دیرن  
آں محو نازی نکند گفت گو دیرن  
تهه جبره ز نیت مرا در گلو دیرن  
ماندم تمام عمر دیں جستجو دیرن  
از غیبت حق کنی طلب آبر و دیرن  
اشک ز نیت آں صنم نشد رو دیرن  
ایل به آشتی نشد آں جنگجو دیرن  
واری چسبیده به چو من گفتگو دیرن

باقر نه رفت داغ سیه از جبین بخت

کردم ز آب دیده به شست شوی رخ

۵ کن یک شب از روی خود در خانه نام روشن چراغ  
از روشن شب که میگردی نظر سوخته بر لب  
میخرا میدی به بام امشب ز عکس روی تو  
کشته ناز تو من هستم شهید غمزه ات  
دوست دشمن بنگرم از یک نظر از سادگی  
شمع روی او ایام دیده گاهی کیس چنین  
عالت دارم شب بجز که از سوز دوری  
هست در آغوش من امشب به من گرم ناز

روئے کن در دامنم چوں در تپه دامن چراغ  
بوده است از عارضت در خانه روزن چراغ  
بود روشن ماه من در کوچه و برزن چراغ  
میایدت آوردنم یک شب سریدن چراغ  
میفروزم هر شب در خانه و دشمن چراغ  
می بر آرد از سر در دے رگ گردن چراغ  
بر سر تنهایی من میکند شیون چراغ  
میکند نظاره با شد قابل کشتن چراغ

سخت دل چوں شمع باقر بر سینه بختی خود

در شب رحلت نشد روزی هم مردن چراغ



## ردیف قاف

۱۱ عشق باشد منزل من میرسم از کوه عشق  
نور رخسار محبت شمع افروز دل است  
گر بنقد جان بدست آید خوشا بخت بلند  
میکند در یک نفس تخیل ملک جان و دل  
ز بهر از دسیلی و سر نخچه تقوی شکست  
غازه رفته محبت ساقم خون جگر  
میرسد از هر چمن اندر مشام بوی عشق  
روح رامتی فراید نگهت گیسوی عشق  
زنده جاوید سازد زنده را دوی عشق  
رشد سحر مری باشد مگر جادوی عشق  
من بلا گرداں زور و قوت با زوای عشق  
شد سدیدای دل من و سمره ابروی عشق

فارغ آمد باقر از سیر همه شهر و دیار

هر که چوں سیکن دل من شد مقیم کوه عشق

۲ قوام ملت و دین حضرت قیام صدق  
بعارض شرف ابتلائے بنی شریقی  
منزه صانع قدرت بختام همه مهر  
علاج درد و علل ان علت عصیاں  
نظام شرع متین حضرت قیام صدق  
چهره فد و جبین حضرت قیام صدق  
ستوده نقش نگین حضرت قیام صدق  
دوای قلب خرب حضرت قیام صدق

برفته خاک چو سبیل طعیده ام تا رفت  
با بطن دل غمگین با و تر میکس  
بود چو روح قرین حضرت قیام صدق

۳ میر من است و پیرم حضرت قیام صدق  
هستم ز ناتوانی چوں نقش پافتاده  
از دشمنی اعدا باشد چه خوف مارا  
شد جان و تن سراپا روشن ز نور روشن  
و گلشن چو بلبل هر صبح دم بنالم  
نقش جمال رویت چوں نقش در نگین  
از لطف کن نگاہی سوسه من غریبه  
از قید سزن و کریم از لطف خود رها کن  
رویت چگونه بینم بے نور شد و چشم  
من شاه ملک فقرم تاج من است کشت  
از زیستن به تنگام بے روه تو بخوام

کن از کرم نگاہی بر حال زار باقر

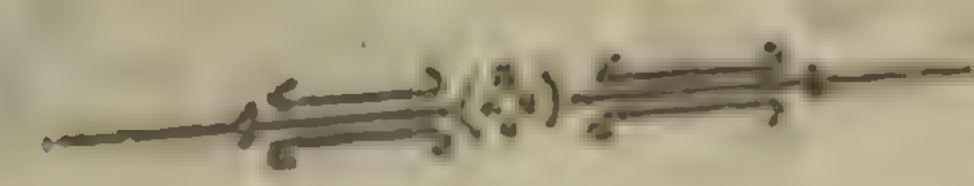
دخسته و حقیرم حضرت قیام صدق

رحم من شیدا یا پیر قیام صدق  
بر من نظری فرمایا پیر قیام صدق



لے من بقداے تو از حال من میکن  
 ہستم بہ در فضیلت استادہ بصدرت  
 دور از در پاک تو آوارہ بوم تاکہ  
 از شور و فغان خود کردیم تماشا کن  
 این ہستی موہوم در ذات تو شد نہاں  
 امروز چو دستم شد در دست ولایت تو  
 از مدحت ذات تو آریم سخن گفتن  
 تو ساقی بزم آرام من جگر کش فضیلت  
 از بہر من میکن جز تو نبود ہادی  
 در علم خدا دانی در معرفت و عرفان

بر یاد گل رویت چوں مرغ چمن باقر  
 فریاد کند شبہایا پیر قیام صدق



## رویت کاف

شنایت بیش و گفتار من اندک	فزون حسن تو دیدار من اندک
بود باقی بہ بین نقش سجودم	بکوی تست آثار من اندک
خود از سر ہا و وار مجنون تو خود گو	بود گریہ بازار من اندک
چو دید احوال من گفت از حسرت	کہ خواہد زسیت بیار من اندک
غنم و دردم بود در دہر بسیار	رفیق و یار و عشقوار من اندک
نیم شایان لطف او و لیکن	سرے دار و بن یار من اندک

چہ غنم باقر کہ از فضل کریم است  
 فزون آسان دشوار من اندک



## ردیف لام

۱ وارم دے مگر چہ دے غوار و زار دل  
 زخمی دل و فگار دل و داغدار دل  
 بیچارہ دل ز آتش عشق تو پاک محبت  
 ہر چند دل بہد یہ سپر دم باو مگر  
 بودہ است گوہرے بگراں با لگی علم  
 لے سرو من بیا کہ دریں موسم بہار  
 دربار چوں نہ بود متاعے نسیم و زور  
 بر باد عارض و سرگیوے پر خیمت  
 ہر لحظہ میکشد طرے دست و چشم  
 آخر ز دست عشق چو گل چاک چاک شد  
 در کوئے عشق با ختم آں دل کہ دہشتم  
 آہے کشد ز درد و گئے نالہ از فراق  
 شد خاک در رہبت سر بام تورہ نیت

سیاب دار مضطرب و بہت زار دل  
 غمگین دل و ملول دل و سوگوار دل  
 خاکسریست شعلہ صفت یا شرار دل  
 دل نیست ہدیہ کہ پسند و نگار دل  
 درد و عشق روئے تو گردید غوار دل  
 مانند ابر بے تو بود اشکبار دل  
 بر راہ مقدم تو نمودم نثار دل  
 در سینہ میطید ہمہ لیل بہار دل  
 یکجا بیک و تیرہ نہ گیر دستار دل  
 پروردہ شد چو غنچہ عبت در کنار دل  
 گیرم کنوں مگر ز کسے مستعار دل  
 ہاں راز عشق را نشود پردہ دار دل  
 ہر چند میسر و بہ ہوا چوں غبار دل

حسن غیور دوست کہ گرد و نہ جگر  
 بنے گراں بہا است بدان قدر و تیش  
 جانا چہ یک دے کہ فدا گرد بست من  
 دستے بزد بدامن و نیا و لے نیافت

از محو ما سوا شدہ آئینہ وار دل  
 لعل است شب چراغ و در شاہوار دل  
 بر پائے نازک توفش نام ہزار دل  
 از کردہ خود دست بے شرمسار دل

باقر چہ احتیاج بسیر چمن مرا

از داغہائے عشق چو شد لالہ زار دل

۲ از عکس ردیف آئینہ فصل بہاراں در بغل  
 از آہ سوزاں سینہ ام برق و خشاں در بغل  
 ساتی بیا سوئے چمن جام و بسو را جلوہ کن  
 چوں از بدی و نیکیم پرسند در روز جزا  
 زاہد بروزیں رگہ ز لاف وصال او فزا  
 آمد بغرم قتل من آں ترک با طر ز عجب  
 از دل چکویم ماجرا ہر دم کشد سوئے بلا  
 در عمر کے طاعت کند ہشیار کے گرد و کسے  
 از ہر کتاب و علم ہا بیگانہ ام اکنون مگر  
 عمریت کن خود بخیر ہمد و شش ماں ماندہ ام

از تار زلفت شانہ راصد سنبستان در بغل  
 از داغ ہجرانت دلم خورشید تاباں در بغل  
 ابر سیہ آمد بسرا و بہاراں در بغل  
 از شرم عصیان نامہ را سازیم نہاں در بغل  
 گیر و کجا ہر بلہوس معشوقہ آساں در بغل  
 تیر و کماں زیب کمر شمشیر عریاں در بغل  
 پیدا مرا شد از کجا ایں دشمن جاں در بغل  
 عہد جوانی و جنوں پیری و سیاں در بغل  
 اوراق باب پنجمی بہت از گلستاں در بغل  
 صبح وطن دور از نظر شام غم سیاں در بغل

باقر دم پیریت ایں از جام و مینا و گداز



تبلیغ زیب دست کن میدار قندل بگل

۳ سحر بباغ شدم تا کم نظاره گل  
بروں کشند ز باغش بگوچه و باران  
فرو دو حشت من حبیب پاره پاره گل  
بگردش است مگر طالع دستاره گل  
چه تاب همسری روئے او بود گل را  
که در مقابلہ اش نیست جز خساره گل  
چه نسبت است بر نیکمنی رخت گل را  
به عارض تو غلط هست استعاره گل  
باج باد به پرواز بال بلبل سوخت  
پریده است ز گلشن گرشماره گل  
نه خط سبز مگر دعدا جانا نیست  
طراز سبزه ریحانست بر کناره گل

چیاں زویدن روئے تو آیدم سیری

نگشته است که سیر از نظاره گل

۴ اے ماه قاهر و شاه حور شمل  
از شوق زخم بوسه من آن مصحف دورا  
گر دید دل و دیده من سوئے تو مائل  
گروست تو آن گشت بزلت تو حائل  
اے من بقدایت چه گویم که چه خوبی  
اے وای بریں گوش که نشیند حدیث  
رویت چون دیده است ازین دیده چه حاصل  
یک ذات تو حق است و گوی خیر تو باطل

صنعت بحال است تو آن داوود کواش

یا قمر بجناب تو گدآمد و سائل

۵ نه دل چو غنچه نه چون گل داغ شد حاصل  
همین چو لاله عشق تو داغ شد حاصل

ز زخمهای نگاو تو شد بهارستان  
به استان تو آتشکسته بنشستم  
مرابینه خود سیر باغ شد حاصل  
ز سیر کون و مکانم فراغ شد حاصل  
مرانه از دل شیدا سرخ شد حاصل  
به سینه داغ بجائے ایغ شد حاصل  
کتاب خوش خط عارض به پیش ترا که مرا  
ز عارض تو سیاه خانه ام منور شد

نصیحتم تو اگر نشنوی برو با قمر

مرا ز پند تو شرط بلوغ شد حاصل



## روایت میم

۱ چو بر عزم طواف کعبه کوشش میاں بستم  
بدان سال گرم رگشتم که پائے آسمان بستم  
عجبت برنجیده از من بجان خوشی تن اچان  
که من چشم از تماشائے حینان چان بستم  
درون خانه دل تا عنیم جانانه ام جا کرد  
بروئے خوشی تن در پائے عیش چان بستم  
بجائے سحر صدوانه در عشق مستان آخر  
ز تار زلفت زمارے زگروں تیاں بستم  
مبارک باد شوق کعبه و طوفش بتوزاهد  
که من از کعبه احسان تماشائے تیاں بستم  
ببار عافلان هرگز نه دیدم گوهر سوده  
من کم مایه رخت خود جلازیں کاروان بستم  
ز بس را بر محبت زو بگوش سامعان کش  
خوشی زین بیان دم زبان زین استان بستم  
دل و حشی بچش آمد به شوق کوچه جانان  
ز من لے دوستان عشق که دامن میاں بستم

بیا و جلوه متان آں مہ جبین باقر

شب فرقت لب خود را ز فریاد و فعال بستم

۲ بدل چوں جان ہم آغوشی وصلت از دوارم  
بچشم جلوه فرمائے و ہر سو جستجو دارم  
ترامی بسیم و غور تماشائے میکتم تو  
ز روئے روشنت آئینہ گویا رو برو دارم  
ز زخم خجرت باشد تنم ز شک بہارستان  
نہ فکر مہمے در دل نہ پروائے رفودارم

حقیقت رس نہ واعظ عبت داری سر بستم  
کجا با چوں تو میغزے دماغ گفتگو دارم  
ہمہ سود و زیباں را از خدا وابستہ ام باقر  
ز لطف دوست امیدے نہ بیمی از عدو دارم

۳ از در دل بت لہ زنی ہمنوا ترتم  
با چشم تر ز دامن ابر آشتنا ترتم  
اے سرو نازیش بہ نیازم کہ از خلوص  
از جملہ عاشقان بدرت جہہ ساترتم  
زیبا است جلوه تو بت از وجود کہ من  
از حسن شہان جہاں و لہر با ترتم  
سوز محبت است بدل چوں شہر نہاں  
از آب دیدہ گر چہ برنگ حنا ترتم  
در عشق کردہ است بیکتا نیم سلم  
بار غمت کہ کرو ز زلفت دو تار ترتم  
گفتم چو یاصب با بر از من با و پیام  
گفتا کہ از تو خود برا و نارسا ترتم

چندانکہ خواستم کہ شوم ہمہ ترس دست

باقر فکندہ چرخ ز برمش جد اترم

۴ یاد آں عہدے کہ طبع شادمانے داشتیم  
خاطرے دور از عنیم نامہر بانیے داشتیم  
ہست سودایت کہ مارا کر دے نام و نشان  
ورنہ ماہم پیش ازین نام و نشانے داشتیم  
بر گل اے طبل چہ مینازی کہ ماہم چندو  
کتیہ بر بازوئے یارے مہر بانیے داشتیم  
جلوہ حسن تو ز دہر خموشی بردہاں  
ورنہ از ہجر تو صد شرح و بیانیے داشتیم  
ماہمی کردیم صرف سجدہ کوئے کے  
خود اگر چوں خنہ عمر جاوہانے داشتیم  
ضبط آہ آتشیں در سینہ میکریم چوں  
آتش عشقت بجان ناتوانے داشتیم



باقر آن مهر نشمر و از بندگان خوشتر ما

بر حبیب از سجده کوشش نشانه داشتیم

پریشان گرد شویم سر بجز او آده عشقم  
بغیر از نعمه مستانه نتوان کوشش کرد از من  
برو نامح ز پیش من کن این اثر خانی با  
نیم آگه ز حرف عقل و نقش لوح و نامی  
فدائے نام جانان کردم اسباب تعلق را  
بکوه عشق باقر میچکا ہے نے ز خود قسم  
برنگ گاه سوئے خود کشید بجاوہ عشقم

بگوش جان رسد بانگ استم  
بزودش وار با نم چوں تو خود گو  
ز وحشت داشت مرغ دل پرین  
بنیایش سر نهم همچون صحرای  
مرج از من اگر گرم نیل از من  
ز پافتاده ام بر آستان  
امام شهر خواند کا فرم زان  
ز تاب سبب در پیج و تابم  
بذوق لذت این باوہ قسم  
که در افتاد و امانت بدستم  
بزنجیر سر زلف تو بدستم  
که تا ساغر دہد ساقی بدستم  
که آخر بنده ناز تو بدستم  
بدہ بہر خدا هستی بدستم  
کہ شاد باز و زندونی بدستم  
زرنگ لاله ات درخون بدستم

لے گلستان زادہ یعنی گل و سبزہ (بہارِ نجم) ۱۲ لے یعنی گاہ رہا ۱۲

بخواجہ اصدق از باقر بگوید

کہ من چشم طول از غیر تو بدستم

صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

داروئے عیسیٰ نفع نہ بخشد شریت خضریٰ سوداورد

زندہ شوم از بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فقتہ دوران آفت جانے گلشن جان سروانے

نخل قد و بجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کرده اسیر حلقہ گیسو طائر جان ہر دو جہاں

تار نقشہا موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روز قیامت لطف عمیش دیدہ بیاشد اہل جہاں

چشم بر قصد سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن و بشر با حور و ملک با ماندہ بصد جان گرم سجود

قبلہ جانہا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تیر قضا را نہ هیچ کمانے نیست نہ باشد هیچ زمانے

غیر خم ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقر خور ابا خدا یا قبل ز وقت خاک شدہا



ساز خبار کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دل بدرد آمدہ فریاد کنم یا کنم  
پیش تو شکوہ بیداو کنم یا کنم  
وعدہ وصل ز دلدار رساندنی قلند  
دل ازین فزودہ بگو شاد کنم یا کنم  
گرچہ ہجر است گراں حیرت بین باقیقت  
سر تیر خنجر جلاو کنم یا کنم  
من بیاد تو و نسایا تو ہستم خرمند  
چند پرسی کہ ترا یاد کنم یا کنم  
من بقربان ادایت چہ دہی نام  
عرض حال دل ناشار کنم یا کنم

از پے کشتن من صیت رضائیں باقر

سر تیر خنجر جلاو کنم یا کنم

۹ کتم جام محبت مشرب زندانہ دارم  
ز دل یا حق بر آرم نعرہ ستانہ دارم  
دیں دلق گدائی شوکت شایانہ دارم  
علم بر آسمان از بہت مردانہ دارم  
گہے چین جہیں دشنام گاہے گاہے گفتن  
عجب نازک فزاج تند خو جانانہ دارم  
ملاف عشق پیش من کہ من ہم چوں تو اے جنوں  
بعشق بے وفایاں دل دیوانہ دارم  
شراب عشق مینوشتم بذوق اک سیرتم  
کجا چوں دیگران شوق می و میخانہ دارم  
نباشد بے سند عشقم ز دیوانخانہ جانان  
فرین کردہ از ہر و نشاں پروانہ دارم  
بعالم قصہ فریاد و مجنوں شہرتے وارو  
زمن گر بشنوی من ہم عجب افسانہ دارم  
بیاد جلوه کن اینجا فدائے پردہ ات جانم  
درون سینہ از دل طرقت خلوتخانہ دارم  
بیاجانا باغوشم کتم مشاطگی تو  
برائے زلف شیرنگت زمرگان شاد دارم

بیاد ماہ من امشب درون خانہ ام باقر

تعالی اللہ عجب رشک جہاں کاشانہ دارم

۱۰ از چہ روشم صفت ویدہ گریاں دارم  
یعنی چوں گل ہوس آں لب خداں دارم  
آفتابی رخ او بہت و لیل روشن  
من اگر مذہب خورشید پرستان دارم  
گرچہ غیرت گلہاست ترا نہمت رنگ  
من چو گلہانہ چراچاک گریباں دارم  
نیت غم نیت بکاشانہ اگر شمع و چراغ  
کہ من از نور خورش شمع شبستان دارم  
زاہد اسجدہ حق از من سکیں مطلب  
کہ بتے دشمن دیں غارت ایماں دارم  
دیدن رنگ رخ تست بہ گلہا مقصود  
من نہ بیودہ سر گیر گلستان دارم

گفتش یک غزلے گوش کن از من باقر

گفت خامش کہ بے چوں تو غزلخانہ دارم

۱۱ اے گنج مخفیہم ز ظہور تو خوشتم  
غیبت نشاں من حضور تو خوشتم  
یکرہ نہ ہمچو شمع ببالینم آمدی  
سر گرم ناز من ز غرور تو خوشتم  
موسیٰ بسوخت از شر رنگ طرور من  
اے شمع بزم حسن ز نور تو خوشتم  
ما محو جلوه رخ جانانہ خودیم  
واعظا برو ز فزودہ حور تو خوشتم  
خاموش ماندہ بود بہا پرچاں دل  
ایں شمع را ز شعلہ نور تو خوشتم  
تا بد نہ جلوه تو پیرائے نہ دلم  
اے شعلہ روز حسن غیور تو خوشتم  
از عرش بام او چہ بدی آمدی بنا  
اے قاصد صبا ز مرور تو خوشتم



باقر به طاعت تو چو بوی خلوص نیست

از طاعت تو سچو فخر تو خستم

۱۲ سر سودای نعل بالادل شیلے خود دام  
ز سیر لاله زار اقداده ام فارغ که ای همدم  
بهر شش میدهم جان را حواله نمی پرسد  
و هیل حوادث جنبش میکنم بحد الله  
بروے مشتری شرم از زبول کالای خود دام  
بهار تازه از داغ چمن پیرای خود دام  
شکایتها زخوے یارب پیرای خود دام  
که پای استقامت ز تو شب بر جای خود دام

کم هر چند ضبط خویش باقر لیک توانم

که راز عشق تنهاس در دل شیلے خود دام

۱۳ بر شمع عارض تو چو پروانه خستم  
صیاد بے گناه اسیرم نموده بود  
ناکرده طاعت ز تو ابرم کجا مید  
از برق جلوله تو کلیمانه خستم  
تار نفس ز راه غریبانه خستم  
از حسرت منم میرس که بلوانه خستم  
پروانه سوخت از نفس گرم شمع و ما

باقر ز سر دهری جانانه خستم

۱۴ شراب لاله رنگ و ساقی گلفام میخواهم  
شب مهتاب و روئے آب دو جام میخواهم  
دل و دارم ز تیغ انتظار قدش پر خون  
مگر در گوشه مرقد شوم بهر دوش طلب  
ز چشم و لعل نوشش شکر و بادام میخواهم  
نگار سیم اندام و طرف بام میخواهم  
نگاه زان دو چشم مست غل آشام میخواهم  
ز بے تابی در دل و آرم میخواهم

ز شهر یار می آئی حصار امده قاصد  
طفیل مقبلان خود بر یادم بر یارب  
نسا ز باد ما غنم گهت شت ختن یارب  
شده ام قید در خلوت اسیر گوشه عزلت  
ز وصل آن بت مهوش ز تو نیام میخواهم  
نجات از دست جو نفس نافر جام میخواهم  
نیم زان سر گمیوے غیر فام میخواهم  
فرغے خاطر از فتنه ایام میخواهم

بصدالحاح و صد زاری ز درگاه خدا یا باقر

وصول مدعی این دل ناکام میخواهم

۱۵ فارغ از کشمکش رحمت تدبیر شدیم  
چون به پیش نظر صورت جانان آمد  
عقد از کار دل ماکه کشاید مہیات  
لب شکر شکن یار چو آمد به سخن  
تا درون دل بے رحم تو سازد اثر  
جنبش از جان بود چون صفت نقش قدم  
ساخت مارا به جوانی بغم عشق خراب  
ما غریبیم و تنبه کار خدایا ای حمه  
محو دیدار تو تا حشر بیا شدیم اگر  
تا بکار دل خود تانغ تقدیر شدیم  
محو حیرت همه تن صورت تصویر شدیم  
بسته حلقه آن زلف گره گیر شدیم  
بیخود و شیفته لذت تقریر شدیم  
گرم آه محسوس و ناله شبگیر شدیم  
در سر کوچه و لدار زمیں گیر شدیم  
کشته تیغ حقایق فلک پیر شدیم  
بامید کرم مت مورد تقصیر شدیم  
نتوان گفت که از دیدن تو سیر شدیم

چون پئے فاتحه آمد سر مرقد به الحد

باقر استاده بیا از سر تو فر شدیم



۱۶ دریں دو روز سر بسجود چہاں وطن چہ کنم  
 برنگ گل نکشید گنجی بحر فوج  
 صبا پیار بمن نگفتے از آن گیسو  
 بر مہنگی است لباسم شعار من عشق است  
 برائے مغفرت من بس است شجر پیر  
 ز بس گناہ سیاه است نامہ اعمال  
 تو سوسے کعبہ کشتی آن صنم بجانب یر  
 یہ بحر عشق فدا دم و لے نہ استم  
 تو نازنین جہانی بیائے ناز کو  
 چہاں ز قصہ مستی کنم کہ از بیم  
 حدیث گلشن روئے توام تکرار است  
 برو کہ پسند تو دوا عظمیٰ کستد آری

بہ شوق لعل لبش جاں ہمیدہم باقر  
 اگر نہ سب گرد آں عیسیٰ زمین چہ کنم

نظارہ گل و سنبیل دریں چمن چہ کنم  
 سوال بوسہ از آن غنچہ دہن چہ کنم  
 نسیم گل چہ کنم نافہ خن چہ کنم  
 چہ احتیاج بدستار و پیرہن چہ کنم  
 بجایمہ حرم محترم کفن چہ کنم  
 دعا بدر کہ غف از دلوں چہ کنم  
 دریں خصوص بگوزار ہا کہ من چہ کنم  
 کہ این محیط بے بہت شعلہ زن چہ کنم  
 در سر شک فشانم در عدن چہ کنم  
 رسد بگوش صدائے تن تن چہ کنم  
 حکایت گل و نسیم و نترن چہ کنم  
 تبرک عشق بگوئے بتو سخن چہ کنم

۱۷ درد اکہ غم دورہ باطل گذشتیم  
 مایادگار خود ز طپیدن بوقت فوج  
 طے کردہ ایم راہ تو تنہا بیائے سر  
 دل راز بس بغیر تو مائل گذشتیم  
 از داغ خون بدامن قاتل گذشتیم  
 ماہر ہی را کب در اجل گذشتیم

تا دل یہ بحر عشق گفتم نص را  
 اے خضر وہب کہ غلط کردہ ایم راہ  
 فارغ شدیم ماز تماشائے روئے تو  
 منعم اگر خزانہ بہ بخشد و سیم وزر  
 چوں کشتی شکستہ سباجل گذشتیم  
 کج میرویم و جانب منزل گذشتیم  
 تا عکس تو در آئینہ دل گذشتیم  
 مانقتہ دل بدامن سائل گذشتیم

باقر بہ فیض حضرت غالب کہ در سخن  
 ما داغ رشک در دل بیدل گذشتیم

۱۸ بوسے کعبہ کوئے تو بہتیراروم  
 برنگ برق بویت رواں شوم بیاب  
 بگوئے گوئے عقوبت ہم نم سوزد  
 ز برق جلوہ آں روئے آتشیں سوزم  
 بوسے جلوہ کہ آں نگار سیمین تن  
 اگر چہ خاک رہم لیکن از موت دور  
 غبار رہ بہ تمنائے دم دریں پیری  
 دل است خوں بہ تمنائے روضہ خواج  
 بیار سا غرو می سا قیا کہ من با تو  
 بگشتم نہ کشد دل بشوق لاله گل  
 کم طواف حرمت را اختیار روم  
 بساں ایر بکجے تو اشتکبار روم  
 اگر بجنبت رضواں ز کوئے یار روم  
 ز تاب و طاقت از آن لطف تابدار روم  
 بوسے نافہ آن لطف مشکبار روم  
 کہ سینہ چاک ز کوئے تو دلفگار روم  
 کہ در رکاب تو اے طفل نے ہوار روم  
 خوش آں و میکہ بہ اجہیر بہار روم  
 بہ صحن باغ دریں موسم بہار روم  
 مگر بہ صوت خوش تہری و ہزار روم

بقیہ نفس گرفتار ماندہ ام باقر



بروں چگونه ازین آهنی حصار روم

۱۹ به شهر آں پری رخسار بر تخت هوا رفتم  
تسلیم خم کردم رضا جویت بجانشتم  
بر آتش پا ز سر کردم بکوه او گز کردم  
ز دل نقش دوی شستم دوی محو کی بدم  
که چین بر چین گردی تسم زیر گه باشی  
فدایت جان من از جان ازین ناز وادافتم  
نقد کام دل افتم بروں از مدافتم  
بروئے او نظر کردم کج بودم کجافتم  
فنا و ذوات او گشتم زیاده با سوافتم  
سلیمانم پی بلفیتس در ملک سافتم  
ز قید کام دل افتم بروں از مدافتم  
بروئے او نظر کردم کج بودم کجافتم  
فنا و ذوات او گشتم زیاده با سوافتم

بوقت جلوه رویش چنان رفتم ز خود باقر

که بند از گفت گویا شد عرض مدافتم

۲۰ دیده آماجک تیر نظر ساخت ام  
بسکه از گرمی عشق تو شدم زار و زار  
دیدن سیر نبوده است حدیچو من  
حرمت مقدم من وار و بر خود بنشان  
نار سا بود ام از بس ز سبک و جی خو  
از خدا هست امیدم که مقصودم  
من فدای نگه فیض تو گردم یا شیخ  
سینه از بهر خدنگ تو پیر ساخت ام  
از سر پای تو باموئے کمر ساخت ام  
از تماشا تو بایکد و نظر ساخت ام  
بعد یک عمر بکوه تو گذر ساخت ام  
بهر پرواز لب بام تو پیر ساخت ام  
سوئے من سر لکه معشوق من ساخت ام  
که من خویش را کسیر تو ز ساخت ام

باقر این طرفه عندل را به تامل ننگ

صورت معنیش لعل و گهر ساخت ام

۲۱ بدر سگاه محبت و لاسبق خوانم  
ز بنقراری عشقت چنان شدم که گویا  
ز وصل دوست پیایم که قاصد اکو  
طراوت چمن فیض حشمت افروں با  
ایر سلسله زلف آں پر یزادوم  
حدیث عذریه پیشیت نیادم بر لب  
بغیر رحمت تو چوں شود یکدوشی  
ز چشم لطف خدا یا بسوئے من نظری  
غم گناه زنده نشتم بدل هر چند  
مرید حضرت عشقم بخود همی نازم  
بخلق کو کس سخندانیم بلند صداست  
اگر چه پیر شدم طفل این دبستانم  
نمازه است بجز مرگ هیچ در مانم  
ز حد گذشت بروں اشتیاق جانانم  
که مست نجات گلهای این گلستانم  
هلاک شیوه ناز و بیم چه انانم  
نمود کرده خود آنجنان پیشمانم  
خمیده قامت من کرد با عصبانم  
که ز نرنگنده و شرمندۀ گناهانم  
خوشم باین که مگر بنده مسلم نام  
که حب آل عبا هست دین ایمانم  
چه حاجت است که گویم که من بخندانم

برو به سیر گلستان بے خزاں باقر

گرفته است دل از سیر این گلستانم

۲۲ جام در کف در عسل آں ماه پیکر و شتم  
در تماشا تو چمن و امکنش انتم ز سر و  
دی رقیب از دور باش من نهیت خور و  
بود شب آں فروشان من که رضوان بر و  
در شبستان شمع از رخسار و لبر و شتم  
بسکه شوق آں قدر رشک صنوبر و شتم  
بسکه از آه و فغان ناله شک و شتم  
در چمن زار حیریم دوست بستر و شتم



خضر اگر از حلقه من رهبری خواهد چه دور  
 به چو اصل حق با دی خود پیر بهر دوشتم  
 نافه مشک خن گویا کف دست من است  
 بسکه شب در دست آن لبت بهر دوشتم  
 بود باقر دی شب من در تجلی سپهر روز

در بغل آن شب به خورشید منظر دوشتم

۲۳  
 بر بوی کاکلت مستانه چون بوی صبا  
 ز بس بر بود مینایی عنان اختیار ازین  
 ز بس کرده است شوق او بکرمم نیم آسا  
 مراد رویت جانفرسا که در مانش نیدانی  
 ره تسلیم به پیر دم بدل محور ضا شتم  
 تو عهد خویش شکستی ز راه مهر گشتی  
 بدم گفستی تو خود از تاز خود رنجیده ازین  
 به تیرب تا ختم آتش زنده تان بخت  
 که از دام بلا جسته در دار الشقا شتم  
 ملول از شکوه اغیار پیش او نیم باقر  
 گزشتم از سر این قصه و زین ماجرا شتم

۲۴  
 بدل ز دوشتره تا غمزه آن چشم فتم  
 شدوا غمخه دل از تماشا شای گل شتم  
 بزنگ شمع امشب جلوه فرما گشت جانم  
 بلا سوسه دی و ایمانم به شوخی آفت جانم  
 سحاب آسا که بار است هر گه بکشد شرکام  
 چه باشد آه تدبیرم چه سازم تحت حیرانم

ز دروا انتظارش بر لب آمد تا توان جانم  
 تو ای عیسی بقربانت بفرما بصیت در مانم  
 اگر خواهی هلاکم کن و گر خواهی بخش در بر  
 که من از جان و دل جانم ترا در خط فرمانم  
 من و ذکر تو بر لب دلم سویت توئی جانم  
 که محوم سختی از دل نمودنی نفسی مانم  
 و هم در سنگی خود را بهایک بوسه میخواهم  
 خریدن میتوان جانم که جنسه خوب از مانم  
 بدست نفس نامرمان گرفتارم محاذ  
 چه باشد آه در مانم مریض در حصی مانم

حیات جاودا ان بخشد مرا یک به زان باقر

که جان دارو بود شیرینی لبها به جانم

۲۵  
 خوش آنکه بجا طالب دیدار تو باشم  
 در سلسله عشق گرفتار تو باشم  
 چون زلف سیاه تو سیر روز پریشان  
 چون نرگس بیمار تو بیمار تو باشم  
 باشم ز مقیمان سرا پرده نازت  
 هم از تو و محرم اسرار تو باشم  
 افتاده و وا کرده نظر سوسه در و بام  
 چون نقش قدم در پس دیوار تو باشم  
 چشمم بخت باشد و گوشتم به جدیت  
 محو طرب از صورت و گفتار تو باشم  
 سرخوش کنم چاشنی شربت دیدار  
 پامال خرامت دم رفتار تو باشم  
 خاک در تو بر سر من افسر شاهی است  
 سلطانم اگر بنده سر کار تو باشم

گفتم که جفا تا بحب گفتم که باقر

باشد پس ازین مونس و غمخوار تو باشم

۲۶  
 بیا که زخمی شمشیر انقار توایم  
 قرار و صبر و سکون رفت به قیاس توایم



بدرو عشق زجاں رفتہ سو گوار توایم  
 اسیر حلقہ گیسوئے تابدار توایم  
 نمی رویم بر سیر چمن که خوش نیکیم  
 بهار گل که تماشایی بهار توایم  
 بهار غنچه و گل خوش نه آیدم بدایم  
 که عندلیب بهار گل عذار توایم  
 شمیم ناست چمن خوش نیایم بدایم  
 که مت نیکت گیسوئے مشکبار توایم  
 بیا و از دم جاں بخش زنده کن مارا  
 که کشته دم شمشیر انتظار توایم  
 از آن دو قطره زلاله که تر دماغ شویم  
 که تشنه کام می لعل خوشگوار توایم

ترانه عنبرل تازہ ساز کن باقر

که گوش بر سخن نغز آیدار توایم

۲۷ جز نام تو چیرے دگرے یاد ندارم  
 در سبب مجبور ذکر تو اورا ندارم  
 خاموشیم از ناله نه از قوت ضبط است  
 از ضعف مگر طاقت فریاد ندارم  
 جز جلوه حسنیت نبود یا بیچ چشم  
 غیر از غم تو در دل ناشاد ندارم  
 گر مہر کنی خانہ ات آباد کر مہارت  
 در جو رکنی شکوہ بیدار ندارم  
 در ویدہ و دل صورت رخسار تو پید است  
 نقش تو کشد حاجت بہر اوند دارم  
 در لوح دماغم نبود غیر خیالت  
 در شیشہ دل حسرت تو پیرا ندارم  
 معشوقہ من رونکن جز بسوئے من  
 من شرکت معشوق چو سر ہا ندارم  
 در حلقہ می زلہ بر سپر معانم  
 من بندگی خدمت زبا ندارم  
 از دست خودم کش کہ تنائے من است  
 گردن کہ تہہ خنجر جہلا ندارم

از زگر س قفاں تو شد وقف خرابے  
 ویراست کہ من ملک دل آباد ندارم  
 چوں من نبود کس بجہاں کافر شرب  
 گر عشق باں حسن جہاد اوند دارم  
 تاجت بدخا بر سر مہرے کہ اکوں  
 من تاب جہاں ستم ایجاد ندارم  
 قاصد چو زبا قریب ساند سلا  
 فرمود کہ او کیست بگو یاد ندارم

۲۸ نصیب است در پیش قفاں و جانفشانی ہم  
 برو نماز و ادا ختم است و طرز دستانی ہم  
 ہمیں خواہم بصد جاں بوسہ لعل شکر خانی ہم  
 نخواہم واروئے عیسی آب زندگانی ہم  
 مرا و سوخت جان و دل بجز آتشین ریت  
 شرار ناله آتش قفاں سوز نہانی ہم  
 ندانستم کہ عشق تو بلائے جاں بواجز  
 ز دل صبر و سکون بر بود و لطف نہانی ہم  
 بگردوں برق بر بود از دل من طر بیتابی  
 ز آہ و ناله من شیوہ آتش فشانی ہم  
 بقربان تو جانم ساقی گلگون عنبران  
 بدہ یک بوسہ لعلت شراب ارغوانی ہم  
 نباشد خواہش رضوان شوق خور و غلام  
 بوصلت از خدا خواہیم شیش کامرانی ہم

نگردد خامہ کس ہمہنوا با خامات باقر

گہر ریزی برو ختم آمد و شکر فشانی ہم

۲۹ دی شب بہ تاراشک چو مضرب میزوم  
 شدرتے کہ غمرہ تہہ آب میزوم  
 خواہم نمی بر بود بجز تو شب زاشک  
 آہے بروئے بخت گراں خواب میزوم  
 بر یاد روئے و زگر س متانہ تو شب  
 جامے بروئے آب بہ مہتاب میزوم



در شوق جلوه تو چو آرزینم میرمید  
 جو رفلک چو بر طرف غریتم کشید  
 خونابه دست کنون مستم بهین  
 در انتظار جلوه تو ز رخ تو شب  
 در شوق ابرویت بدر حانه حرم  
 دی مینود زان خرد شے بکلیه ام

دست بدامن دل بیتاب میزد  
 بر سر زرد و فرقت احباب میزد  
 در بزم یار حبام می ناب میزد  
 آبی بروز دیده بخواب میزد  
 دست طلب بجلقه محراب میزد  
 فاله خوشه بمقدم احباب میزد

غافل ز فیض مبداء اسباب کائنات

یا قمر نظر عالم اسباب میزد

از شعله تجلی جانانه سوختیم  
 دیدم هتی ز جلوه ساقی است میکده  
 از آه آتشی دم نطفه رخت  
 سودای عشق تست که بیخانا شدم  
 نور رخ چو وادی ایمن بلند شد  
 بر شمع آل عدا چو پروانه سوختیم  
 از آه آتشی خم و خمنا سوختیم  
 در جلوه گاه حسن تو مردانه سوختیم  
 رخت سر از سوز دل خانه سوختیم  
 بهمچو کلیم به خود و مستانه سوختیم

یا قمر ز ما شود دل دیوانه را چو شمع

از سوز عشق آل بیت من زان سوختیم

روزگار است که ماهمدم و هم از تو ایم  
 سر بسوخته تو و محو خیالت دل زار  
 بنده ناز تو و مونس و مساز تو ایم  
 چشم بر راه تو و گوش بر آواز تو ایم

فرش را هم ترا سبزه نمط گرچه دل  
 مایه طاقت و صبر است بر آه تو نشا  
 بنده ناز و ادا کشته شمشیر حب  
 مطربا بهوش ربا پرده از ناز بخی  
 چشم بر روی تو دارم نظر باز تو ایم  
 دم رفتار تو پامال خرامت هستم

نه شکستی نه دهمی دل بقباحت باقر

ما بے تنگدل از حرص تو و آرز تو ایم

اے گلشن حسن دل نشینم  
 باشد نه کم از علو شانت  
 آرم چو تو آهوی بخواهم  
 هستم بغلامیت سرافراز  
 یک جلوه بکن بجای من  
 دور از تو مردم و نشد آه  
 دور از تو ستاده ام بخت  
 از تو نه شوم جدا و لیکن  
 وے سرو روان نازینم  
 در سایه تو یک نشینم  
 در بند وصال در کمینم  
 گر صاحب تاج در گینم  
 خورشید جمال حبه بینم  
 یک جلوه ز روی تو به بینم  
 اذنی که به پهلویت نشینم  
 روزیکه کنند در زمینم

یا قمر چه عجب ز باغ حسنش

باشد که گه گنجینم



چہ گویم طاقتِ گفتن ندارم  
شہم خون شد جگر در انتظارش  
فراموشم نمیکرد که دریاو  
شوی زاهد جد از زهد و تقوی  
بچشم این است مقصود دولت  
بہار و باغ من جانا تو باشی  
سحر کہ در گلستان بتیو فرستم  
مشوا از من جدا لے من فدایت  
بچشم کم مبین لے زاهد قرار  
دل پرورد آوردم بہ پیشیت  
چہ گویم باقر عصیاں شمارم

من جبر تو کس آشنا ندارم  
از زلف تو آوردم نیسے  
آہے بخشید و عیب گفت  
لے ولے کہ در مشام بوئے  
خالق پرسانم بگویت  
ہستم بگدائیش سرفراز  
ہم غیبر تو دلربا ندارم  
ایں چشم من از صبا ندارم  
ایں درد ترا دواندارم  
زاں کا کل مشک ندارم  
من غنیر ازین دُعا ندارم  
من مانے جرح ندارم

قافی شدہ ام بذاتِ پاش  
من یاد ز ما سواندارم  
بے جلوہ روئے روشن تو  
ہرگز بہ نظر ضیا ندارم

امید قضا لے جملہ حاجات

باقر جبر از خدا ندارم

۳۵ جبر غیبر تو بایسچ کے ساز ندارم  
ہم جز تو کے ہمدم و ہمارا ندارم  
ہرگز مرو لے مایہ جانم ز بر من  
من طاقت صبر لے بت طہا ندارم  
بہر چہ رہا ساختہ صیاد زرد ام  
میکشت کہ من طاقت پروا ندارم  
بتیابی شوق برد خواب چہ سازم  
گردیدہ بہ راہت ہمہ شب باز ندارم  
گر جلوہ گنی منت و رمی نکمی خیر  
من طاقت برداشتن باز ندارم  
سر سبز بود گلشن و من قید قفس آہ  
ایں فصل بہار و پر پروا ندارم  
در سینہ غم عشق نہاں اشتہام یک  
من چارہ ازین گریہ غم ندارم

باقر غم و درد دل خود با کہ بگویم

لے ولے کہ یک ہمد و ہمارا ندارم

۳۶ اگر دنیا ندارم غم ندارم  
چہ شد بر زخم گرم ہم ندارم  
بغیر از جلوہ روئے نکویت  
درون دیدہ پیر غم ندارم  
بجز یک بوئے لعل لب تو  
تمنا و درد پر غم ندارم  
ز دنیا لے دنی فارغ نشستم  
چہ شد دنیا و گرد ہم ندارم



ازین غم چوں نگر و دشت من خم  
بدست آں کاکل چشمن دارم  
بے در عشق دارم راز پنهان  
بگویم با که چوں محرم ندارم  
گذارم چوں زمین کئے جانان  
که صبر از تخت چوں او هم ندارم  
منم محو جالت دیده تر  
بجئے مهر چوں شبنم ندارم  
نمیدانم چه میبازی علایم  
که در و دل میسجاکم ندارم  
کدامی شب که از دور و وقت  
چو یسبل ناله پیهم ندارم  
کنون ما و جسم محراب مسجد  
هوائی زلف خم در جسم ندارم  
صلح کار بار وین و دنیا  
ندارم آں من و این هم ندارم

پرتیانیست باقر قسمت چوں

چون زلفش کار خود بر هم ندارم

شب که در بزم تو جال می تقامید شتم  
کوک اقبال براج علی میداشتم  
تو ز من ببردیدی و بامدی در ساختی  
من ز تو ای بی وفا چشم و فامیداشتم  
عاشق جانب از بوم در بهائے بوشه  
عزم جانم گر همی کردی و امیداشتم  
او کریم است و رحیم من به هر کرب طلب  
در همه حال نظر سوسه خدا میداشتم  
روزگارے شد منی آرد نیم زلف او  
چشم امید من از باد صبا میداشتم  
حیرت حن تو شد مهر زبانم و رنه من  
بهر عرض خدمت صد دعا میداشتم  
از پیئے نظاره محراب ابرویت بلند  
در دل شب تا سحر دست دعا میداشتم

بسکه باقر آمد او از سفر بود دست گرم  
شب همه شب گوش بر بانگ دیداشتم

چون پس دیوار بامت بتر میباشتم  
بر سر از اقبال تابان نیتر میباشتم  
چون کم پرواز یارب تابان بام بلند  
کاشکے همچون صبا بال و پر میباشتم  
زال دنیا را پر بیدم که باشد شوهرت  
گفت در آغوش هر شب شوهر میباشتم  
بنده از بندگانت بودم زاهد و له  
دل بدست اختیار و لبر میباشتم  
شعله جواله گشت و مایه جانم سوخت  
آنکه در دل از عشم تو انگر میباشتم  
ای خوشا و فیکه از نور عشم عشق تبا  
سینه آتش فشان چشم تر میباشتم  
شدت جور و جانشکست آخر خاطر م  
ورنه ما هم پیش ازین با تو سر میباشتم  
بودم از جوش تجلی فارغ از شمع چراغ  
تا چو تو در خانه تابان انگر میباشتم  
غیچه دلع لبت بوسیدم چوں دیگران  
کاشکے من هم چو گل شت زر میباشتم  
من تراد یوانه از آفت ز تو دانی که  
پیش ازین باد گیران خبر تو سر میباشتم  
تو نجواب ناز بر بالائے بام خویش من  
بردوت از ناله شور و محشر میباشتم

در طریق عشق باقر چوں نباشتم متقیم

چون جناب پیر اصدق هم میباشتم

بنده ناز تو ام یسبل بخوابانم  
ناظر روئے تو ام رو بگلستانم  
لذت بعد وطن حب وطن بر و نول  
یار اغیار شدم یاد غزایانم



برگنہ بسکہ مرا حمت حق کرد و سپر  
مایہ زندگی از بہر چہ حق داد مرا  
سخن ناصح مشفق نکند سمع قبول  
فصل گل آمد و شد تازہ مراد غنول  
جلوہ حسن مجازاں و تدرم بر دوزخ  
درو عشق تو عسیر آید از جان عزیز  
کام جاں کرد و بس لذت در دم شیریں  
بے ثبات است ز بس رئے دل خود گزیر

گفت از خندہ کہ باقر بہ غم مرگ تو من

نہ بیوشم سیم و موئے پریشان کنم

۴۰ میاں بستم بے خدمت بکتر از صبارم  
ز خوباں چشم برستم ز امر نفس برستم  
نیم گر لایق خلوت مراں از در گہم یارے  
رہا از خوشی تن گشتم بذات دوست پیوستم  
کشد چشم و حدت میں ندیدم غیر رئے او  
ز جان محو رضا گشتم بدل تسلیم تقدیر  
مگر باشد سمر کویت فروزان وادی امن  
ز سر پا کردہ در سر کار شاہ دوسر رقم  
ز دنیا سے فنی بے خطرہ حرص و ہوا رقم  
مکن جو روخا جانان میں از ہر دو فارقم  
ز آلام فشارستم بہ آرام بت فارقم  
شدم محو تماشایش زیادہ ماسوا رقم  
بگشتم از سر مطلب ز حرف مدعا رقم  
بدیدم جلوہ رویت ز ہوش ای دلبار رقم

نشتیم بر درت عمر سے ندیدم جلوہ رویت  
بصد اندوہ و حسرت ہزار کویت و لربا رقم  
ز خود گم کردہ ام خود را نیدارم خبر باقر  
کہ من با این دل محروم کجا بودم کجا رقم

۴۱ چوں نسیم آہ براہ تو پیویم چہ کنم  
زاہد از من تو مرغ از نکستم با تو نما  
من بشوق لب لبس تو بمرم ہمہ شب  
شدت تشنگی لے لے رگ جانم سوخت  
من چرا بادل پرستم نہ بسیارم کہ فلک  
گرچہ از شکوہ بیداد تو ضبط نفس است  
میرساندم بسیر عرش فغان زاری  
عیش من چوں شود تلخ کہ ہر دم برپا

من و چشم و رخ تابندہ آں ماہ و

باقر اورا نظر سے نیت بسویم چہ کنم

۴۲ میخوارم و جزیر مغال یا نیدارم  
دور از گل رویت منم گوشہ عزت  
موسی صفت از خود بردم جلوہ  
میرسیم احوال دل خستہ و لیکن  
منزل لگے خزانہ خبا نیدارم  
میل گل و گلشن سرباز نیدارم  
لے واپہ کم طاقت ویدار نیدارم  
چوں عرضہ دہم طاقت گفتار نیدارم



نے مومن و کافر نہ منم پیش و پھین  
در پرچو کشم می بردش غلبت چل  
خردار وئے و صلت نبود هیچ دوا  
خاموش زباں میکنم خیرتش  
از کرد و ریا پاکم و صد شکر حق  
کشتی سر کیسے خود بہر سلوک  
نامنزل جانانہ خدایا برسم چوں  
خوش گفت کے باقر و من نیز گویم

من در دو جہاں غیہ خدایا رندارم

۴۳ در فراقت ماہ من باشو و ماتم س ختم  
بارخ زرد و دم سرد و شتر آہ گرم  
طاق ابروئے ترا ز دور کردم سجده  
و فراقت غنچہ سالبت نام نہ زور  
جبہ وقف سجده ایزد نکردم و اورنج  
تو زخم غیر رگ زن مرہم کافورنج  
آدم ستانہ و شش جام و سبور ابر زدم  
فکر با کردم نشد بہ باقر این زخم دلم

بافغان و زاری شبہائے پیہم س ختم  
بادل پرورد و غم با چشم پریم س ختم  
قامت خود را بہ تعظیم قدرت ختم س ختم  
گریہ شبہا بر گل رویت جویم س ختم  
پائے خود وقف رہ دنیا و دہم س ختم  
من برائے زخم خود از شکم ہم س ختم  
بزم عیش میکشاں بیضر بریم س ختم

ساز با بقراط و با عیسی مریم س ختم

۴۴ شب ز بقیابی دل روئے بگلشن کردم  
شب فقیرانہ در صاحب دولت بدم  
کفر و دیں رات نامم کہ شدم بندہ عشق  
گرم جولان بہند آمدہ آں مایہ ناز  
تا تماشا کے جمالت کنم از دیدہ دل  
بسرخت ز رسیدم تو کجائی اشخ  
لے خوشاباغ کہ دایم بودش فضل ہا  
باقر آں مایہ علمے کہ مر بود و فتنے

صرف نیماں بہرہ آں بت پرین کردم

۴۵ ز صحت کی طرف رنجور و دلا دوا بودم  
شہودم در شہادت شد و اندر دوا بودم  
بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حال  
رسیدی بر سرم ناگہ و لے نہ نشستہ برگشتی  
منم اکنون کہ در راہت غبار تاواں ہستم  
نشستم بر سر راہت نہ آور و از تو پیغام  
چہ از بخت زبوں ناالم نشد و عقدہ کارم

مریض عشق بودم فارغ از فکر دوا بودم  
ایسر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم  
میرا و منہ ہم تسلیم و رضا بودم  
چرا یگانہ و شش رفتی نہ آخر آشنا بودم  
چشم اہل منبش و نہ روزے تو تیا بودم  
سحر در انتظار مہم یک صبا بودم  
کہ من عمر سے درازے ناخن دست بودم



چہ گویم تا چہ بودم عرقہ بگر گنہ بودم  
لیکن کشتی اہل صفارا ناخدا بودم

زیان و سود خود باقر بدست یار پر دم

زنا کامی نہ بد بردم ز بس محو رضا بودم

۲۶ رواج راحت و رنج از میاں بگردانیم  
بر آن سرم کہ شعار جہاں بگردانیم

کمال ذاتی خود چوں راست شہرہ و ہر  
تفاخریت کہ از دود ماں بگردانیم

ز کار عشق ز معشوق چون شد کام  
بخو اہم اینکہ از آن سوغاں بگردانیم

غبار خاطر نازک اگر فسانہ مات  
زبان ناطقہ بندم بیاں بگردانیم

کنیم گریہ و سہ ناہا ہی خواہم  
کہ راز عشق نہانت عیاں بگردانیم

بچند وعدہ مہر من یکے نکردی رات  
چہاں ز قول تو دل شاد ماں بگردانیم

بیا بیا کہ ز وصلت ز سر جواں گردم  
سوئے فضل بہاری عیاں بگردانیم

قرار گاہ خوشا بود گلشن قدسم  
ازیں چمن پریم آشیماں بگردانیم

بیا بیا کہ بیائے تو سر بنفشانیم  
بگرد فرق تو دل را جہاں بگردانیم

بگوشہ نشینم بیا و حق باقر

ز روی خلق رخ خود نہاں بگردانیم

قیام قبلہ جاں میپرستم  
سر پایشان یزدان میپرستم

مس آں مہر دشتان میپرستم  
چراغ دین و ایساں میپرستم

سرم وقف سجود در گہ اوست  
ہائے اوج عرفان میپرستم

قصیم نیت بار در گہمت آہ  
من از یک عہد دباں میپرستم

ز حرف کفر و اسلام خبر نیت  
ترالے جان جاناں میپرستم

حریفان گوہر مقصود بر تو  
منم کیں داغ حیرماں میپرستم

بجان و دل ندارم غیر اصدق  
ہماں سلطان خواہاں میپرستم

براہ کعبہ کویش بہ کلام  
حسن و خاربیا باں میپرستم

بیا باقر بخوان بہ خدا باز

قیام قبلہ جاں میپرستم

۲۸ جلوہ حسن کے در دل نالان داریم  
وہ چہ گنج است کہ در منزل یران داریم

تا جہانیم و سر کشور جاناں داریم  
نختمائے دل صاف پارہ بدکان داریم

در ہوائے رنج او خار بدوشیم مدام  
حال آشفتنکی کاکل حبان داریم

ہر نفس تخت دل از دیدہ پر خون ریزد  
گل بچند چہ گل زیب گریبان داریم

چوں بگلہائے جہاں بوئے محبت بود  
نے دماغ چمن و نئے سربتاں داریم

تا ز صاحب نظر اینم دریں باغ وجود  
ز گس آسا برخش دیدہ حیران داریم

سایہ ساں نیت زوات تو جہاں ہستی ما  
جلوہ گر شان محبوب از سر مکان داریم

یکہ تازانہ مضمار بلاغت باقر

توسن طبع رواں بر سر جولان داریم

۲۹ سحر با مطرب و مینا و ساقی و چمن پرستم  
زجاں در انتظار آں بہت پیمان کن پرستم



سحر گه چوں صبا بر بام آن رشک چمن رستم  
ز طوفان بلا بر جسته بیرون از وطن رستم  
چه پندم میدی کنون که در عشق تبا ناله  
سبک پرواز باغ قدس بودم نه خوشا و تفت  
ز بس بر حنجر خوشال شد موکث آن رخ  
شهید باز او بودم تیل غمره در مرقد

بشوق استسلام عتبه پیران خود باقر  
گه اجمیر و گه دلی و گله دین رستم

۴۵ حاصل ملک جهان را با پشت پازویم  
هر زه بود از ناصحان ز بسکه پند ترک می  
گرچه میا کسیت معذورم ز غلط شوق خود  
ره بگوئید یار برون از قضا قسمت نشد  
خلعت رندی عطا فرمود تا سلطان حسن  
نالۀ پرورد بود و گریه و خناب دل  
مست سودا می شرح نام و رنگ از پیر  
تا مقام مابسی فکر که توان رسید  
در نظر هرگز نیامد جلوه می

برق از طوفان همت و رخسار میازویم  
چنبه در گوش سماعت چو لب میازویم  
دست گرد و دامن آن شمع بے پروا زویم  
دست و پا هر چند چو بلبل سو دا زویم  
چاکها مانند گل در جام تقوی زویم  
جام عشرت بامی و مطرب لب دریا زویم  
طلبل رسوائی عشق آن مست و بالا زویم  
ما پر پرواز خود را بر پر غنفت زویم  
گریه پاک زویم روز و ناله در شهبازویم

فتح باب دعا باقر بنی آید بدست

بس در دیو حرم چو من ترسازویم

۵۱ تا به نیم جمال تو شکبانشویم  
آنچنان محو خیال رخ ریائ تو ایم  
آبیاد گل رخسار تو در حنا ز خویشتم  
هر دم از مبد و فیض است تقاضای عروج  
تا ز خاک قدمت دیده کحل نشود  
گرچه بس فتنه کار است بلا عشوه فروش  
جمع ممکن نبود حیف بخوداری و شوق  
یار چو واقف راز است به نیست که ما  
ناصحان دیده بسینا بچه حق داده اگر  
واشد ما همه موقوف شکر خنده تست  
طالب دنیا و عقبی چو نباشد —  
ما تلی بخیل رخت اصدا شویم  
که بخوران خیاں گرم تماش شویم  
مایل سیر چمن عازم صحران شویم  
پستی حوصله ما است که بالا شویم  
باش از طور اگر سر مه که مینا شویم  
مایه شیفته شیوه دنیا شویم  
ما عشق رخ زیباست تو رسوا شویم  
طالب کام و سر عرض تن شویم  
ناظر روی خوش زلفت چلیپا شویم  
از دم باد سحر غنچه صفت و انشویم  
حرم بر ما است اگر طالب مولا شویم

بمحو باقر تسلیم فکندیم به پیش  
گر رسید تیغ ز دست گله آرا شویم



## ردیف نون

۱ چو آن رخسار غلام رسته الفت بریدار من  
دل از سینہ چو آب و برون حبت بریدار من  
بشوق آتش روئے چو مشتق گریه میکوم  
بجائے قطره های اشک انگور میکیدار من  
ز خون من که لے قاتل بخاریں کرده پار  
ز غیرت آب شد در سینہ خون صیدار من  
چراغ هستی گل شد چو شمع صبحگاه مشرب  
به انداز عجب آتش و دامن بر کشیدار من  
چه گویم بتو چوں بگذشت شب از فراق تبار  
نیک دل بلکه هر عصی چو بلبل طیار من  
زافسون جنوں آتش بنودم لعل چوں چو  
غزالے را که از وحشت بکلی میریدار من  
برنگ نے بهجرات همه تن شور و افغانم  
چہ غیر از ناله و آہے کے یہاں شنیدار من  
پریشان ماند از حیرت طلیب من ز احوال  
ز شوق میطیید از بس چو شیراں پرویدار من  
نولے نعمه بلبل پیش خارج باہنگ است  
بہجرت نالہ متانہ ہر کس شنیدار من

نظر بر حقیقت داریم باقر با ہمہ عصیاں  
کہ خود گفت او نباید گشت برگزنا امیدار من

۲ سے بحال بیدار چندان خیال کاری کن  
ماز او او غمرہ راصرت دل آزاری کن

باشد شام عطر سازاں کامل عنبر قشاش  
لے نافہ چیں پیش من بصیرت عطاری کن  
لے من فائے ایں او آخر کہ گفت ای لربا  
دلدادگان خویش را یک ذرہ دلداری کن  
بر کن نگاہ ماز را بر حال ہمیں راں نگر  
لے چشم جادوئے کسے خود غدر بیماری کن  
در حلقہ رنداں بیازاد یکش پیمانہ  
مستی کن و دیوانہ شو بہودہ ہشیاری کن

۳ خاطر غمزدہ از من دل شاد و درگراں  
خارجاں زمین و من خوشل مراد از درگراں  
بسکہ ناز تو کشیدیم زیاد از درگراں  
سرگراں کردہ ببا بودی و شاد از درگراں  
ہم بہ پیش تو بنالیم ز جور و ستمت  
مانخواہیم ز بیداد تو واد از درگراں  
شکوہ نیست ایں رو کہ فراموشم کرد  
شکوہ نیست کہ چوں ساختہ یاد از درگراں  
گرچہ آشوب جہانت حیناں لکین  
حسن تو فتنہ برانگیخت زیاد از درگراں  
جز بدر گاہ تو امید کہ ما نبود  
مانہ آئیم کہ خواہیم مراد از درگراں

طلعتہ بر باقر دل سوختہ در عشق مزن

گر بہ آئین وفا خست ز قناد از درگراں

۴ داغ عشق تو بود زیب جبین دل من  
نام پاک تو بود نقش کین دل من  
وسعت آباد فروخت چو بیدیش گروں  
از سر عجز ہو سید زمین دل من  
خانہ دل ہمہ از غیبت تو پروا ختام  
جز بیداد تو کے نیست کین دل من  
جاں پے صلح فدائے نگہ ناز تو کرد  
چشم مست چو کربت کین دل من



از تجلی جمال رخ پر نور کے ہست خوبے عجے پر نشین دل من  
ہست کویت صفا کعبہ مقصود مرا آستان تو بود عرش برین دل من  
نہ سلبانش توان گفت و نہ کافر باقر

می ندانم چہ بود ملت وین دل من

۵ بیادر کو چہ او شور محشر آتہا کن سر بام آن قدر شک صنوبر آتہا کن  
مصفا ساز از حسن وے آئینہ دل را دریں جام جہاں میں روئے دلبر آتہا کن  
بچشمش کرد و بچشمی بیس شوخی زگر را بقدرش ہم سہری اردو صنوبر آتہا کن  
شوق آنکہ یکدم در برت گیرم چہ میابم بیا و انتظار چشم بر در آتہا کن  
بہ بحر عشق طوفانی ست گر خوشی نوح است دیں دریائے بے پایاں شاد و آتہا کن  
نصیحت میکنی در عشق او ناصح مرا کیرہ جمال عارض آن ماہ پیکر آتہا کن  
بکام غیر مارا دور کرد از بزم وے باقر  
جھا ہائے سپہر سفلہ پرور آتہا کن

۶ بخود از نظارہ ولداری میاید شدن مست از پیانہ دیداری میاید شدن  
از سنان غمہ افکار میاید شدن کشتہ تیغ نگاہ یار میاید شدن  
بر بساط ہوشمندی کج خلوت تاجکے مست لا یعقل ہزار میاید شدن  
منزلت و دراست و آمد بر سر قوت جیل خواب غفلت تا کہ بیداری میاید شدن  
نکتہ بادار و بے ہر صنعت نقش وجود محو صورت محرم اسرار میاید شدن

تا کجا ضبط نفس میکن دل من بشیرا حال دل را بر سر اظہار میاید شدن  
میتوان آزاد گشتن باقر از قید خودی  
بی حجاب از پرده پنداری میاید شدن

۷ بے تو دروانیت ای خورشید سیارستین کے مرا زینگو نہ باشد آہ زیبارستین  
تا کجا خلوت بیازاید بہ بزم میکشاں خوش بود باستی و با جام میبارستین  
من فدائے تو بیائے مرگ تناکے میوال با فغان و مالہ و سر یاد شہارستین  
با غم و درد و فراق زنگانی مشکل است خود بخت چوں توانم و زار تو جانارستین  
ساز کن پیانہ ای ساقی کہ آمد نو بہار نیست خوش و فصل گل بہ جام صہارستین  
در تمنائے تو مارا ہر نفس در موج اشک نقش بر آب است چوں گرداب در یارستین  
از سر بردن بحیر یار مردن بہر است خوش بود باد و لرباد و عیش شہارستین

چوں نہا شد باقر اجک فحوت

میتوان درد ہر با لطف و مدارارستین

۸ چوں لب گل روزی من ساز خندانستین تاجکے یارب بزرگ شمع گریان رستین  
از غم دنیا نباید این قدر رو سخن میتوان ای ہفتیش باروئے خندان رستین  
تنگنائے دار و نیاز محبس سخن من است شاد و خندم چوں تو اندکن زندان رستین  
بے نصیم از لب لعلش کہ درمان من است خود گرم گے بود و شوق درمان رستین

۱۔ رو سخن یعنی شرمندہ شدن۔ حسن بیک رفیع گوید۔ جو حجاب از آنکس کہ صاف طینہ نیست۔ قہارے آئینہ رو سخن بنیدہ (از مصلحات الشعر) اینجا یعنی دل گرفتہ شستن است۔



در هر دوست گریه کن و ترک خواب کن  
خون تاب دل رواں ز چشم پر آب کن  
سیر آدم ز زندگی از دوری رخت  
خجر کلفت بیا و لقب تسلیم شتاب کن  
تا چند ضبط شکوہ بروی دل خیز  
از خشم او متوسل سوال و جواب کن  
بر هم مدار خاطر عاشق ز بر همیش  
هاں نشانه بگیوے پر پیچ و تاب کن  
دل میطبد بجز تو دوستی نیست تمام  
مگذار این قدر ز بر لب تو آب کن  
بیرون دراز پرده وار شعله عذار  
آتش بخور من دل هر شیخ و شتاب کن  
روئے تو چه بمن خسته جان یک  
هر چند باعتبار نمائی خطاب کن  
ایست زینہ برکش و چشمه پر آب کن  
اے مست جام غفلت هر روزه یک شے  
ساقی بیا و ساغر من پر شراب کن  
آمد بهار لاله و گل چه سره برفروخت  
جولان بساز و کشور دلهای خراب کن  
اے شمسوار اشهب آهوشرام را  
بر آستان پاک حبیب خودم رساں  
یارب رساں ز لطف به آبادی قدم  
یارب ز لطف دعوت ما متحاب کن  
خواهی زدن چو غوطه به موج اجل ضرور  
بیگانه از غور نق و احزاب کن  
لعلت بکار زندگی چوں حباب کن

باقر بیا بمبکیده دستے بجام زن  
در کار خیر تا بتوانی شتاب کن

سنبستار را چو بینی زلف لبر باد کن  
در چمن چوں بگذری سر و سمنیر باد کن  
چوں تبری از گنبد لطف پیس بر باد کن  
تشنه لب هر که شوی از جوش کوثر باد کن

گر کس جانبر شود از ناز او باشد دله  
که توان از غمزه آن چشم قنار ریتن  
در اماں بودن دست نفس کافر مشکل است  
هست مکن فارغ از تمییس شیطاں ریتن  
چیت شمشاد و گل و نسیرین که در دزد نام  
که توانم بے تو اے سر و خراماں ریتن  
حاصل ز بهر تو زاهدیت جز عجب و ریا  
به بود از طاعتت در بند عصیان ریتن  
چوں دل حبس تو آرم خاطر جمع آر کجا  
قسمت با بود چون لفت پریشان ریتن

کام بخشها کند آن شوخ باقر غیر را

آه میگوید مرا بهدوش حرمان ریتن

مایم و در فراق تو شبها گریستن  
وز در و دل بیا و تو تنها گریستن  
در شوق نوش آن لبندان ست کارن  
مجنون صفت بلادی و صحر اگر گریستن  
در هر یک طبیعت دیگر نهاده اند  
آید ز جام خنده زمینا گریستن  
بیار کار خوش بقدر و شاد باش  
بیودگی است از غم دنیا گریستن  
چوں حال دل بدوست تویم رنگ گلک  
آهسته اشک یزی ضبط نفس خوش است  
آغاز میکنم دم انش اگر گریستن  
بے گریه کار دل نکشاید به پیچ جا  
خوش نیست با فغان و بغوغا گریستن  
باید به مسجد و کلیا گریستن

باقر ز شسته شد ز دل یار گرد کن

خوشت ز گریه تو بود نا گریستن

جانا بیا بحبوه و ترک حجاب کن  
بایس ز بازویم کن و یانا ز خواب کن



چشم بند از هر ورق و صفحه دل کن نظر  
در گرز از هر کتب و سراپا و یاد کن  
ایکه با احباب خود آراستی بزم شراب  
تشنگان وصل را از یک دو ساعه یاد کن  
فتنه روز قیامت را ز بالایش نگر  
از بیاض گردن او صبح محشر یاد کن  
گوهر عقد ثریا را در گوشش شمار  
چون به بینی ماه را آن ماه پیکر یاد کن  
چون بخوای کام دل بر گوشتی مشک کش

در بیابان طلب باقر کش منت رخصت

ره چو بنمائی غلط از پیر سب یاد کن

۱۲ گریه بار آورده اهل نظر خندیدن  
میکند دل دل شب همچو سخن خندیدن  
صحبت ما تو میداشت بهار عجب  
گریخ تلخ زمین از تو شک خندیدن  
از ادای تو بجا هست اگر می آرد  
لب و دندان تو بر لب گهر خندیدن  
از لب عاشق گریان تو ممکن نبود  
ز عفران زار گر آرد به نظر خندیدن  
بسته میدار لب خود که پریشانی گل  
گشت در صحن چمن پیش بهر خندیدن  
چه بلائیت ادایت که بود افت جان  
بارخ همچو گل تازه و تر خندیدن  
باقرا خنده بهیوده لب خود بر بند

که بود عیب بر اهل هنر خندیدن

۱۳ رود هوش و خرواز جلوه خسار ماه من  
بیک در دیده دیدن جل بر جادو نگاه من  
مگر وصل تو ام جانانماید طالع سم روغن  
سیه تر از شب هجران بود بخت بیا من

ز فیض معشش روشن چو صحن لامکان رود  
وید در کلبه تارم اگر تشریف شاه من  
حذر کن از دم گرم دلم ای جان جانانه  
ز آتش بگردون چون جغد برق آه من  
ز شرم کثرت عیساں نه آید عذر تقصیرم  
امید رحمت باشد خدا یا عذر خواه من  
بغیر از خاک کوئی تو ندانم هیچ طبعی  
همین دیوار بام تو بود پشت و پناه من  
بے هر چند در راهش نمودم جانفشانیها  
بت سنگس دلم هرگز نه آرد و براه من  
چو فریادم شنید آن مه بگفتاهاں توان دیدن  
که مینالد بگوئی من که باشد او خواه من  
مباد ازین ادا آلوده گردد و دامن پاش  
نه بیدار جیاسویم بت عصمت شعار من

صدای آفرین خیر و رحمت سامعان

نه تنها هست بر شعر تو باقرواه واه من

۱۴ بیای سر و من اینجا نفر ما سیر داغ من  
که رشک گلشن رضواں بود گلهاے داغ من  
چنان از ناتوانیها به عشقش به نشان گشتم  
که مرگ از کاتب اعمال میسر داغ من  
چنان از نگرهت زلف من سائے تو مرستم  
که بوی گلشن و گلها نه بر تابداغ من  
به ترک شیوه رندی چه پندم میدی تا صبح  
ز معشوق و می مینا کجا ممکن فراغ من  
ز بس پروانه ام بر شمع روئے پاک بین شوخ  
بچشم اهل سبیش سر مه شد دو چرخ داغ من  
نه از دست تو ای تو که از بخت زبون نامم  
که از لطف تو ای ساقی شد پرمیای داغ من

اگر آن شمع رو باقر نگر و شمع بانیم

چرخ خانه تاریک من شهاب است داغ من



۱۵ این چنین حسن یلح و روئے زیبا داشت  
تا کجا سوزم به شوق از که می آید یگو  
تا نماید جلودر و پرتو حسن ازل  
ساقی از خون جگر می وزد دل پر غم کباب  
چون دهن باشد معالمتیست اندر ضرور  
چون تمنا بر نمی آید ترا می بایدت  
تا صحا پندم چه گوئی شد شعار من چنین  
از چنین چشمت چه حاصل وای بر تقدیر چو  
می رباید صبر و طاقت تاج زیر کج بهر

روز و فکر معیشت باش و باقر بایت

نعره یا هو و یا من هو به شهادت

وانگه از عاشق بیدل نه پروا داشت  
چشم را در راه مقدم تا سحر و داشت  
بایدت آئینه دل را مصفا داشت  
از پئے آن میهمان باید مهربان داشت  
گروش از خط سیه شرح معما داشت  
لوح دل را خالی از حرف تمنا داشت  
در بغل در دست هر دم جام تنی داشت  
بر رخ روزی شد چشم تماشا داشت  
کاکل شبگون بوی مهر سیما داشت

۱۶ این قدر جور و جبار دل رنجور کن  
از فروغش دل من وادی امن باشد  
گر چه بے جذبه او مادر و صلیب نری  
از عبادت تو او خواست بجز رضاش  
جاں سپردن به تیغ تو دشوار خوش است  
جبه سانی بدست هست ز شاهی خوشتر  
هر چه خواهی بکن از پیش خودم دور کن  
گو تجلی پئے من بر شجر طور کن  
تو دروغ از طلبش تا حدقت دور کن  
خدمت حضرت او بر طمع جور کن  
تیز رنگ فسانت دم کا طور کن  
زیب فرق سر خود و افسر غفور کن

گر چه شوق طلب سیر دیار و امضا  
خوش بیا بارخ بے پروه به بزم عشاق  
در ره زهد اگر می طلبی حسن قبول  
مایه صدق و صفا آرد لاله زور کن

جنتت گر عوض کوی جانان بخشند

باقر از راه مرو به گز و منظور کن

۱۷ ای عیسی در دلم نه مهر می برایش من  
بهر بهائے یوسف دارم بکف این نقد دل  
نوشته منیدارم اگر مانند زینب غسل  
کردم بیایه آن صنم همچون برهن سجد با  
رقم چو سوئے آن صنم گفتا بصد لطف و کرم  
آخر به عشق آن صنم نقد دل و دیں با تم

کالے دریں سودا نکر و این عقل دور اندیش من

۱۸ برگ آخر کشید ای وای احوال عجیب من  
کجا این چشم خونبارم کجا نظاره رویش  
ویم ز غم بیا و از حدیثی زنده ام فرما  
بیا جانانه ام بنما بهار گلشن جنت  
بصد ناز و ادا امشب به آغوشم بود آن مهر  
چه بر بنضم نمی دتے برو ما وای طیب من  
که وصل او خواب اندر گرد و هم نصیب من  
که گر عیسی بود جبر تو نمی باشد طیب من  
که چه چه بر گل رویت نماید غلیب من  
برو خون جگر می نوش بر سر زین قیب من



کجا انجم تو اندک شد طرف مهر و خشاں را  
کجا حسن مه کنعاں کجا حسن حبیب من  
میان ما و او قریب و بعدی بوجیب باشد  
که من دورم از او بسیار و او باشد قریب من

به بجز تو ز جاں رفتم نه پرسیدی یکے آخر

کجا رفت و کجا شد باقر مسکین غریب من

مشکل برخت دیده بدیدار کشاں  
ما و نظر یاس به دیوار کشاں  
ای پرده نشین شاید مستور چه لازم  
روزن پے نظاره بدیدار کشاں  
در بشته بر روی چو مہ باز چه حال  
بے صرف لب وعده دیدار کشاں  
تا شہر شود دشت ختن بادت ای شوخ  
بر بام یکے طسره طار کشاں  
زاهد تو نه محرم اسرار نخواهم  
در پیش تو گنجینه اسرار کشاں  
دارم کلمه بسیار ولیکن نتوانم  
پیش تو ز حیرت لب اظهار کشاں  
تا و اشودم محنته کار دل شیدا  
باید گره از کاکل حسد ار کشاں  
خواهم نبرد گرچه بجز تو برویت  
روزی نشدم دیده بدیدار کشاں

باقر بودت دیده گریاں خوش و ناخوش

در خنده و لب بیده بسیار کشاں

سرور دوسرا معین الدین  
ها دی و زهنا معین الدین  
تو شہسی من غلام بر پایت  
میکنم جان من معین الدین  
درومند آدم به چشم و قوی  
ورد ہارا دو معین الدین

۱۹

۲۰

ما مرصینیم روضہ پاکت  
ہست و از شفا معین الدین  
نور حق جلوه تو و شانت  
ہست شان خدا معین الدین  
در شامم بگو کہ بوی خوشت  
یرساند صبا معین الدین  
گشتہ ام آشنا معین الدین  
گشتہ ام آشنا معین الدین  
نیت خوبے بر حسن و زیبائی  
چوں توئے دلربا معین الدین  
خوش بیا و نشین چشم و سرم  
مرحباً مرحباً معین الدین  
آدم بر در تو حاجتمند  
حاجتم کن روا معین الدین  
من غلام تو و مرا صد برج  
بشنوایں ماجرا معین الدین

یک نگہ از کرم کہ بندہ تست

باقر بنوا معین الدین

۲۱

ہادی و زہنا معین الدین  
رہبر و پیشوا معین الدین  
سرور اولیای معین الدین  
ہمسرا نبیای معین الدین  
ہمہ زیبائی و کرشمہ و ناز  
شاہد دلربا معین الدین  
ہم طیب و معالج صرسم  
ہم دوا ہم شفا معین الدین  
از پے مغفرت وسیلہ من  
مقصود دعا معین الدین  
نیت پنچوں جمال عارض تو  
صورت و لکشا معین الدین  
وار ہانندہ قلوب از چشم  
وافع ہر بلا معین الدین



دل و جان عزیز و هوش و خرد  
نشود آشنای کس هر کو  
نور چشم حین ابن علی  
تو طبیعی و من مریض توام  
روز روشن ز نور اوست شمع  
اندیز هر دو چشم تیر من  
شمع دین شد ز نور او روشن  
نور ایزد عیاں ز عارض او

بر تو کردم فدای معین الدین  
با تو شد آشنا معین الدین  
سید دوسرا معین الدین  
کن کرامت شفا معین الدین  
هست نور و ضیا معین الدین  
روشنی کن عطا معین الدین  
آفتاب هدای معین الدین  
مرآة حق معین الدین

نظر کن ز لطف از باقر

عفو فرما خطا معین الدین

تغافل و زاریت تا چند بس کن  
برو از خانه شو کن سیر بازار  
مکن آزاد صید خویش را  
بسوی عاشقان برق نگاه  
منال ای دل چنین ضابط نفس کن  
بشوخی جلوه بر پشت فرس کن  
بیشکن بال و دق قفس کن  
بیاد آتش در مشت خس کن

کدامی کار روا می آید ای دل  
برو شو گوش بر بانگ جرس کن

## ردیف واو

ببوخت ز آتش حسرت دل خلیل از تو  
بدیرو کعبه بغیر تو نیست جلوه کن  
بخواهم از که بغیر تو راه مقصد  
جدا فدا ده ام از بزم وصل تو لیکن  
چو میل سرمه بچشم همی کنی رفتار  
بشاه راه محبت بحق تشنه لبان  
محقق است کلامت هر آنچه میگوئی  
نظر بروی حیناں بود تماشا بیت  
تمام سرمه بچشیاں گذارم اکنون  
بر نیخته است پروبال چربیل از تو  
شمار از روی هم گلشن خلیل از تو  
که خضر از تو دم گشته و دیل از تو  
بگوش جان رسد مایه بایل از تو  
اگر چه دور افتادم از بیل از تو  
شده است چشمه چشمان من بیل از تو  
مسلّم است با حرف بیل از تو  
که مشتاق است جمال جمیل از تو  
چه عذر خویش بخواهم دم چربیل از تو

نه واقف است نخل از تو باقر اتنها

بخون دل بخور و غوطه قیتل از تو

چون برق سوخت جانها گلگون قبا تو  
خون کرد عالم را رنگین ادا تو



که خون ز دیده ریزم که تحت زلفش  
گشتیم محو حیرت در جلوه گاه حبت  
یکره نشد گذارت تا گوشت دل او  
از لوح دل ستردی حرف وفا بکلی  
جانا چپ بگویم در ویدای تو  
از خود بود ما را ایس خود غم تو  
آه رسا چگویم از نار ساس تو  
خون شد دل ای شکر زین کج ادای تو

مرغان خوش نوارا شد برق خرم جان

ای کلک نکته سنجم آتش نوائ تو

۳ جاں میداد بقالب بیجاں نسیم تو  
تا که بدوری تو بسوزم لبان شمع  
رحم کنی اگر تو با هم چه کم شود  
جانا که اے کوی تو با شمع ہیں بیت  
دلها فدای شیهه ترکانه غمره ات  
جانا ز ما بریدی و باغین ساختی  
گفتا نهاد دست بدستم چو بوسلی  
شمرنده آب خضر خاک حسیم تو  
اے من فدای شهره خلق عظیم تو  
محرورم کس نشد چو فیض عظیم تو  
آں بخت کو چو عین که با شمع ندیم تو  
جانها هلاک خنده لعل بسیم تو  
آں وعده ات کجاشد و عهدت یدیم تو  
پیدا است درو عشق ز نبض نسیم تو

باقر چه نغز بخت ز کلک تو ایس غزل

صد آنسین به وقت طبع سلیم تو

۴ یاد از من دخت نیاری عجب از تو  
اغیار بود محو تماشا اے تو و من  
اے حضرت مخدوم بهاری عجب از تو  
دور از تو کنسم ناله وزاری عجب از تو

در خون جگر بچو من بنده نازت  
صد و ان عسلامی تو داریم و تو کمره  
با آنکه نشاندیم بر بهت نقد دل جان  
صد غرقه طوفاں بلارسته ردت  
غلطد سر کوئے تو بخواری عجب از تو  
ما را از عسلامان نشماری عجب از تو  
پروای من خسته نزاری عجب از تو  
از بحر غم گرنه بر آری عجب از تو

دست ز عنایت بنهی بر سر اغیار

بر باقر خود و جسم نیاری عجب از تو

۵ خط بر آرد و لب رفت آں رنگ تو کو  
رابط با مدعیان هست کنون شیوه تو  
گر سر همسریت یا مه من هست قمر  
خط و خال و لب لعل و دهن تنگ تو کو  
شوخی و ناز کجاشد ستم و جنگ تو کو  
نخوت و شان تو و شرم تو و تنگ تو کو

بنیمت خسته و افسرده چه شد باقر من

جوشش و دلوله و همت و آهنگ تو کو

۶ ختن زنگهت زلف تو مشکبار از تو  
شرار آه و دم از تو شد ز چرخ برو  
ز تیغ غمزه نفاک گشتیم از ناز  
نثار ناز از تو شد هم عاشق و معشوق  
چمن چو روئے تو شد نو خط بهار از تو  
دو چشم من شده از گریه چو بهار از تو  
شدم شهباده شدم صاحب فرار از تو  
گل از تو سدره ز تو قمری و بهار از تو  
غریز مصری و شدم مصر ایس دیار از تو  
دل حسین من خسته شد نگار از تو



چه شرح حال خودم پیش تو کنم جانم  
که مانده ام همه شب بیتیست از تو  
نه کامل است بران عارض صفا آگس  
نشانه شد بسر کج طره مار از تو  
دو چشم ز گس و گیسوئے سبیل و رخ گل  
بدیده ام من شیدا عجب بهار از تو  
براه تو همه من شد چنان عدم باقر  
نماند هیچ از وجب نکت خبار از تو

خار زار است چمن لعل خندان بیتیو  
چه بر آید ز گل و سوسن و ریحا بیتیو  
آتشین روئے تو کوکشت مرا شدت برد  
چون گذشته است چه گوئیم زستان بیتیو  
جلوه از نار بفرماید عظمت کده ام  
هست بے نور مرا شمع شبستان بیتیو  
زوم سوئے چمن تا تو نه آئی از نار  
سرم غمخس نبود سیر گلستان بیتیو  
ماه من گنج مراد است وصال چه کنم  
خود اگر دست دهد ملک سیما بیتیو  
جلوه آرا خود اگر یوسف کفغان ست چه  
رونق بزم محال آمده جانان بیتیو  
یکره از نار بیا و سر و سامان ساز  
گشته ام آه بے سیر و سامان بیتیو  
بر در خود طلبش زنده چنان مانده  
باقر بنده تو لے شه بیلا بیتیو

دلم آشفته بیباکی تو  
هلاک شیوه سفاکی تو  
فریب وصل وادی دل ربودی  
سرم قربان این حال کی تو  
به این تردامنی خواهم چه از تو  
هیامی آیدم از پایی تو

بسان غنچه خوں سازم دلم را  
بزرگ گل گریبان چاکِ تو  
خمار آلوده میگردی پریشان  
معاذ الله ازین بیباکی تو  
ببارشش آورد ابر کرم را  
بسر از چشم ترمناس کی تو  
بروں کن کلفت دل را که باقر  
غین می سازم غمناکی تو

صنوبر قد اگل رخا جاوئے تو  
بدل هستی و هم چشم توئی تو  
به شوخی و خوبی چگویم که چونی  
ز خواب عالم غرض نیکی تو  
معطر دماغم شد از نغمه تو  
گلی یا سمن یا گل شب بوی تو  
ندارد وجودی که جز وجودت  
یکه هست ذات بری از دوی تو  
نیاید چشمم بجز جلوه تو  
بهر جا بر سو که بینم توئی تو  
بمعیودیت گریستایم چه باشد  
که مسجود خلق از خم ابروی تو  
ز رنگ رخ زشک یا قوت و محال  
ز جوش صفا با و ر لوی تو  
اگر دست حسرت عالم چه سازم  
که اغیار را حیف در قاب لوی تو  
ز انداز و از طرز ناز و کرشمه  
عجب گونه سحری عجب جادوی تو  
بهوش آدم چون ز غفلت بیدم  
که هستی در آغوش در پهلوی تو

چنان بگرد جز بوی تو باقر  
بروں از جهانی و در هر سوئی تو



المنت رند که چمن آمده تو از قامت و رخ سرو و سخن آمده تو  
صد شکر که پیوس و پرل آمده تو از نگهت خود مشک خن آمده تو  
رحم که میحائے زمین آمده تو لطف که طیب دل من آمده تو



## روایت داؤد

تا در حرام سرو تو لای جان برآمده آتش تازہ در چمنستان برآمده  
در هر چمن که آن گل خندان برآمده گل با هزار چاک گریبان برآمده  
تا جلوه جمال رخت چهره بر فروخت وود از نهی و گبر و مسلمان برآمده  
کرده است خوں بیگنهای ترک من بے با تیغ عشوه بر زود دامان برآمده  
بر کشکان خویش چو بگذشت شبینا روحی فداک از تن جیباں برآمده  
جاری شده است از گل و بلبل شکر خوں در هر چمن که بالب خندان برآمده  
قربان جلوه تو که از پر تو رخت اینجبا هزار یوسف کفغان برآمده  
پوئیده در رکاب تو با بانگ طوقا جبریل بر تو مرو و حن جباں برآمده  
از جان فداکے خوبی در عنائی تواند رعناده کزین چمنستان برآمده

رشد شمی ست فقر چو اندر لباس فقر

ماقر جلوه آن شه شاهان برآمده

عیش خلق تلخ از شه شمس کرده عالمی را کشته طرز تکلم کرده ۲



خواجگاہت نیست فردا غیر فرشتی ز خاک  
تکیه گرام و ز بر سنجاب و قافتم کرده  
در شکنج زلف نهال کرده میر سوزن  
گوهر یکدانه دل را کج گم کرده  
می نه آید در نوشتن می نگین در بیان  
انچه از جو ر و جفا بر جان مردم کرده  
می برد از خود مرا می شمش ساقیا  
جرعه زان با ده گلیو که در جسم کرده

۳ ز شوخی نگفت بروم سنان زو  
ز جنبش مژه شتر مرغ جان زو  
چه حاصل تو شود بعد ازین بجز حیرت  
عبث لبش که عشاق ناتوان زو  
رسیده بر هدایت دل گذشت تا بجز  
فدا شوخی تیرے که بزبان زو  
باج رتبه ات اے ناله دلم نازم  
علم بر اوج مکانهائے لامکان زو  
کنون زو عده وصلت چه میزنی ایم  
که آتش از تپ بجرم بفر جان زو  
ز شیوه مستم ارکشته مرا چه عجب  
چو من هزار عشاق کاروان زو  
بعشق شعله رخان جهان عبث باقر  
تو برق آفت بر جان ناتوان زو

۴ بر حال خستگان نه بدین چه فائده  
فریاد بیکان نشین چه فائده  
از راست باز عشق نشین چه فائده  
از طالب وصال رسیدن چه فائده  
رحم نکرد یا رو گنج چشم نم نشد  
اے بخت دل زوید چکیدن چه فائده  
ترکانه آمد تو مرا کشت و حالیا  
شمشیر از نیام کشیدن چه فائده

زهر سراق چوں بهر گوی حلول کرد  
تزیاق وصل یا چیدن چه فائده  
محو نظاره شود دل نادان بر روی او  
در زیر تیغ یا بر طپیدن چه فائده  
باقر بعشق سنگ دے بیوفایتی  
بسل منطبخاک طپیدن چه فائده

۵ جاں میری برقص تو دستے بسر زده  
دستے دگر بیت از واداد و کمر زده  
لعل لب تو خند و لعل و گهر زده  
رخساره تو که بشمس و شمس زده  
جانا چه گونه به شودم ز خنهای دل  
هر سخته عنبره تو خدنگ و گرزده  
یکره در آ بجلوه مهر من که گلستان  
لا قدر حسن خود گل و عوایس زده  
کارے نکرد آه فلک سیر من هنوز  
اے آسمان بگو چه بلا بر اثر زده  
بیرون ز جستجو ست نشان مقام ما  
عقدا در آشیانه ما هم نه پر زده  
تاراج کرد مملکت عیش و انبساط  
تا شکر غمت بدلم خمیر بر زده  
بودم زار جندی بخت بلند دوش  
پیمانه وصال لطیف زردگر زده  
لب بر لبش نهاده و دستے بگروش  
دست دگر لطیف ز عجب و کمر زده  
دینم ز بود حسن خط سیر فام دوست  
قیمت نگر مرا ایسان خصم زده

باقر بطبر ز تازه مهر من رسید دوش

گیسو با فکند و دامان بسر زده

۶ با صد کرشمه سوئے رقیبان رسید  
تا من چه کردم ام که تو از من رسید



جانم ز دست جور تو آمد بلب مگر  
خود گو که شکوه ستم از من شنیده  
از بندگی کن آزادیم پسند  
بے ز چہرا چو از پے خدمت خریدہ  
واری حصول کام ز دنیا عبت طمع  
گلے گل مراد ازین باغ چیدہ  
زین پیش داشتی سمر ہر محبت  
اکنوں چہ شد کہ رشتہ الفت بریدہ  
بردار تا جمال تو بینیم بے حجاب  
آں پردہ کہ بر رخ زیباکشیدہ  
پے کردہ پائے سیر کنوں خوب کردہ

باقر کہ پادما من عزت کشیدہ

۴  
ایں شکل و این شمائل ہرگز نہ دیدہ  
چوں صورتیکہ داری خالق نہ آفریدہ  
میتابی دل من شب بود چوں بھرت  
سیاب وار یکدم ہرگز نہ آرمیدہ  
رحمے تو اں نمودن بر پیر بندہ خود  
در خدمت رسیدم با قامت خمیدہ  
از جوش غصہ و غم خون شد دل فگار  
چوں قطر بائے شبنم از چشم پرکیدہ  
سجے بحال زارم دانی کہ کیستم من  
در محفل تو استم چوں شمع سر بریدہ  
اے نارین کرم کن از تاز جلوه فرما  
مخروں جفا کشیدہ مسکین ستم رسیدہ  
از یاد برد قسمی رعنائی صنوبر  
پائے تو بر سر من جایت بہر دویدہ  
چوں سرو من گلشن دامن کشاں حمیدہ

باقر مراد ازین غم تار نفس گستہ

سر رشتہ محبت آں بیون بریدہ

۸  
در حہر یار اے دل شیدا چگونہ  
با کا و کا و غصہ شکیا چگونہ  
اے دل جدا از عالم بالا چگونہ  
اے آہور میہ ز صحر اچگونہ  
جاداشتی بہ بزم حریفان دلاکون  
در گوشہ محد تن تنہا چگونہ  
عرش خدا کجا و خیال حنا کجا  
خود در دلم تو اے غم دنیا چگونہ  
غیر اربدم گھبت بہ پیش تو دشمن است  
تو گوش بر شکایت اعدا چگونہ  
از ما بریدہ اے بت پیمان شکن بگو  
باغیر سر خوش می و صہبا چگونہ  
با ایں ہمہ جمال کہ داری وزنگ و بو  
پہلوئے خار اے گل رعنا چگونہ

فارغ بدی ز کعبہ پیش تباں کنوں

باقر ز عجز ناصیہ فرسا چگونہ

۹  
تا شد لباس خوبی بر قامت بریدہ  
دست جنوں گریباں تا دادا منم دریدہ  
از سر ز ہوشیاران شد عقل و ہوش آماج  
مستانہ چوں بر آمد از خانہ کی شنیدہ  
نشیدہ چوں تو خوبے گوش فلک عالم  
چوں رستے و لغز زت چشم فلک ندیدہ  
یوسف بہ پیش رویت از حسن چوں ندیم  
یچارہ بندہ تو بودہ ست ز خریدہ  
از طرز عشوہ تو وز ناز و خشم تو  
دلہا بخوں پسیدہ جاہناز تن رسیدہ  
ذوق لقائے خواں شد ز ہر دما قلم  
تالذت و صالت کام دلم چشیدہ  
تارفتہ تو چوں جان اے جانخاں پہلو  
مسکین دلم یہ پہلو یکدم نہ آرمیدہ  
بگذشت چوں گلشن آں نو نہال گشتند  
محو نطفارہ او گلہائے نو دیدہ



تا گشت زین گلشن آن شوخ گلزارم رنگ چمن ز گلشن چوین لعل گل پرید

حافظ درین زمین چون سر بود فکر باقر

آورده ایم ما هم مضمون چیده چیده

۱۰ سپرده ام بتو دل یا چنین خجسته که چه  
چگونه در خور دم صحبت تو خرم و خوش  
شهنشستی ست شهاب ظل کفش پای تو ام  
تو ساده لوح ندانی که این سرفا نیست  
ترا که شرط اجابت یک هیئت  
ترا که هست بریدن ز عین حق لازم  
ترا چون عین خدا هیچ کس غنی نکند  
تو دین و دل بر بانی بیک ادا از خلق  
فتاده تو عجب عیسیم بفکر دوا

بهاے جلوه جانان است در جهان باقر

تو میدهی دل و یحیا بروغای که چه

۱۱ هر کس که محو آن دهن و آن میاں شد  
راز نهان که بود در آن عجب دهن  
در حیرتم که نقطه موهوم هندسی  
آه چیاں بطرف لبانت دهاں شد

ز جلوه رخ تو به گلشن و مید گل  
عشق رخت ز چهره عیاں شد چون رنگ  
بوده است یک دلی من آن نیز باضیب  
نازم لبش که شد شکرستان نام نریم  
نازم حلاوت تو که قند است آن لب  
ضبطم ز دست شد دم نظاره خرت  
دارم بهر تو رخ زردی و اشک سرخ

دارو بشوق تو نفس گرم و آه سرد

هم باقرت ز طائفه عاشقان شد

۱۲ نور دیده گشت و سرور دلم شد  
این سبز خط که بر رخ رنگین شد آشکار  
آن قصه که خامه تقدیر ز دستم  
موجود راست اول هم آخرش عدم

باقر حلیه کلک تو در جهاں

چون نیشکر خوش مزگیه عالم شد

۱۳ لذت شهاب صلت شب چو دریا آمد  
لے دل خود رفته خم کن گردن عجب دنیا  
از تپ حسرت دل زارم بفریاد آمد  
تیغ درکت بر سر وقت تو جلا داد آمد



گفته بودی با تو باشم لیکن آن پیمان عهد  
چشم ز گس زلف سنبل چهره گل تن یا سمن  
اندریں گلشن نیم چوں گل بقید آب رنگ  
دام بردوش است می آید بوی این چمن  
رفت مکیں از سر شوق و پیر سیدش که  
محو حیرت مانده ام یارب چه باشد ترا  
از جفا های تو ظالم میخورم خون جگر  
میکند جولایش قطع لسان شاعران

این قدر بر هر چه جاناست بنیاد آمل  
قدر غنائے بخوبی طرفه شمشاد آمل  
از دو عالم طبع من چوں سرو آزاد آمل  
نالہ بلبل مگر در گوش صیاد آمل  
از سر کوی تو دل با طبع ناشاد آمل  
آنکه در اسلام جنگ سه و هفتاد آمل  
از که خواهم داد هر چه از تو بیداد آمل  
خامه در دستم بجای تیغ فولاد آمل

با قرا بر خیر و بر خوار پیش او از گفته

از پی اصلاح روح غالب استاد آمل

۱۴  
آن سرو ناز که ز چمن جاں برآمده  
روئے خوش تو از صدف حق گهر  
مرهم نه جراح عشاق خسته دل  
چوں من هزار غرقه که از دستگیریت  
در طے هفت چرخ براق بکوت  
از بهر حفظ تو به نگهبان چه حاجت است  
کردی بچمن باغ قدم نخبه چوں نواز  
نخل قدم ز گلشن امکاں برآمده  
یا نازه گل ز روضه رضواں برآمده  
از یک تبسم آن لب خداں برآمده  
بر ساحل نجات ز طوفان برآمده  
غرق عسرق ز گرمی جولاں برآمده  
خالق نفس خود چو نگهبان برآمده  
قمری شبنم سر و عنبر نجان برآمده

وقتِ هلاک دشمن یاریاں و آل تو  
از کرده های خوش شمایاں برآمده  
آن سنگدل صنم بت سفاک روزگار  
آسوده کف زخون شهیداں برآمده

جاں داده ام به جنت گیسوے آن نگار  
با قرا ز تر بتم گل و ریحاں برآمده

۱۵  
بر تمن از گشت از صومعه دیندار بگذشته  
چو درستی از آن سواں بت بخوار بگذشته  
نظر بر مصحف آن روی چوں افتاد ز ابر  
ز خلوت شد بروں از جبهه و دستار بگذشته  
ز فرط جوش استغفار ز جنت شد ببری آنکس  
به زیر قصر او از سایه دیوار بگذشته  
ز پیر خالق چوں شیخ را فیض شد حاصل  
بر پیر معن و خانه حنم را بگذشته  
تو کوئی وادی چمن شد بلبوش کوه و بزن  
چو باروئے عرفناک از سر بازار بگذشته  
کنون از مهر سازد از قدوم خوش ممنونم  
بجد اسد که آن مه از سر انکار بگذشته

ز دنیا رفت امشب با قرا محروم دیدار

و در گریه شوکان طالب دیدار بگذشته

۱۶  
خلفه بدام زلف گرفتار دیده  
نازی نه چوں که گرمی بازار دیده  
از حیرت جمال تو پیش تو ساکنم  
گویا گنجی مرالب اظهار دیده  
گم کرده ام رهش تو یفر ما هدایتی  
زاهد اگر تو حنا نه حنم را دیده  
ماییم در رکاب تو تنهام و بسیر  
آیا گنجی تو کوچه و بازار دیده  
جانا چنانکه طره عنبر فشانست  
مشک ختن بطبله عطار دیده



نارت بجاست به جنت که صد بار  
بمچوں غمیز مصر خریدار ویدہ

جانا چگونہ میل بہ باقر بود کہ تو

لطف و گر بصحبت اغیار ویدہ

۱۷ افسردہ دل چرالب حسرت گزیدہ  
شاید کہ حال عشق من از کس شنیدہ  
گیرم کہ از تری تو تا بہ تیرا رسیدہ  
اے مرغ عقل تالاب باش پریدہ  
مانند جان بخت ارم نشین حیرا  
آہو صفت تو از من وحشی رسیدہ  
اے دل شدہ است کام و دہانت شکرش  
در خواب شب مگر لب جانان مکیدہ  
اوراق دیں شدہ است پریشان چرخش  
ماتانہ را بزلت پریشاں کشیدہ  
شب با رقیب دست و گریبان تو بودہ  
اے وائے سچو بسمل بیانیت حالت  
جانا چه شد کہ دامن عصمت ویدہ  
شب تا سحر بیا و کہ اے دل چلیدہ  
تا چاشنی عشق تو اے دل چشیدہ  
ہر نعمتی بکام تو ز ہر بلا اہل است

باقر بہ وصف او توانی قلم کشید

چوں حسن صورت رخ خویش ندیدہ

۱۸ آمد بسوے گلشن آن شوخ می کشیدہ  
چوں طائران قدسی در شوق جلوہ تو  
پیرا ہنش بہ مستی مانند گل ویدہ  
سربدرت نہادم در کوچہ ات قدام  
عقائے نالہ من تا آسماں رسیدہ  
اے کردہ روی بہستان اینجا بیا و نگر  
پائے شکستہ خود از سیر کشیدہ  
بر تربت شہیدان گلہائے تو ویدہ

می آمدی بسویم در خانہ رقیباں  
رقتی عنان اشہب از جانم کشیدہ

صد سیل خوں بر زد موج طراوش  
ہر قطرہ ہائے شکم کز چشم من چکیدہ

اے محونا زونمکیں رحمے بحال باقر

کو آمدہ بخد مت باقامت خمیدہ

۱۹ ای آنکہ کوے خانہ دلدار ویدہ  
فردوس زیر سایہ دیوار ویدہ  
بتیاب میروی ز بر من بروں دلا  
در سینہ ام بگو کہ چہ آزار ویدہ  
مشکے چوزلف یار گچہ ویدہ بگو  
اے آنکہ چین و تبت و ناتار ویدہ  
بر دار میکشید و فاپشہ مرا  
غوغا شبے کہ بر سر بار ویدہ  
شرعے مکن کہ محرم راز دل تو ام  
وز دیدہ گر بجانب اغیار ویدہ  
خورسند چو شوی زمین کیا عشق  
لطفے اگر بصحبت اغیار ویدہ  
تکیں چہ میدی تو بگو است ای  
ہیچ از حصول محترم آثار ویدہ  
بتیاب میری صنما سوسے من نگر  
تائیر ناہائے شر بار ویدہ  
کردی بسیل آب دم تیغ قہت  
از بس هجوم کشتہ دیدار ویدہ

باقر بہ بزم اور رقیباں مشغول

خود در چمن بہ پسو گل خار ویدہ



## ردیف یا

۱ دلم و رعلت عشق تو بیمار است میدانی  
بهر سو میروی سر بکنند از پے خریداران  
ز جور یار مینالی چرا عاشق شدی ای دل  
بفریاد و فغان من چه میرنجی که عاشق را  
شب هجر است و من جویم کلیم با تو ای هم  
نیاری چوں بقدر قیمت خود ای مرگ گدوم

ترا هر کس بقدر جان حسرت یار است میدانی

۲ گل پیرهنایوسف کنعان که بودی  
اے من بقدر تو بیا جلوه بفرما  
اے لعل لببت زندگی عیسی مریم  
اشفتگی از حال تو پیدا بود اے دل  
چوں گل همه تن گشته ایدل خندان  
نور نظر دیده عیسا که بودی  
آباد کن چنانچه ویراں که بودی  
درد تو مرا گشت تو در ماں که بودی  
سودا زده زلف پریشان که بودی  
گلچیں هب چنستان که بودی

چوں لاله وجودت همه داغ است دلدار  
دی غارت دل ساختن از من و امروز  
سیلی خور سر سنجیده ترگاں که بودی  
ای دشمن دیں پے ایماں که بودی  
باقی همه چاکست چو گل دامن حیرت  
نظارگی چاک گریباں که بودی

۳ نه بخت گرد گشتن نه دست با پایا بود  
مقیم کوچات باشم مراد و دعا نیت  
ز تقصیر نظر باشد ندیدن آفتاب را  
ز قید کفر و دیں هر کس بروں آید گمشا  
چنان در دیده و دل جلوه آرائی که غیر از تو  
ندانم هیچ معقوله نه بنیم هیچ محسوس  
چکیده است از نه کلک باقر این چنین  
نگارین دلکش زنگ ببال طاق

۴ گیوتی تابدار بر خمار میکشی  
جراح زخمی خط سبز شش بودم  
تسلیم شو که لذت راحت چشی زنج  
من خود کیم که حلقه قدوسیا مع  
بهر طبعین ای دل شیدا بروں شتاب  
خود گشته غم تو ام از بهر من چرا  
مصحف بجلقه سر زمار میکشی  
بر زخم من چه مرا هم زنگار میکشی  
بهر چه جو سپنج سمگار میکشی  
در حلقه های طره طار میکشی  
درنگنائے سینه چه آزار میکشی  
این شکر کرشمه به پیکار میکشی



خودشهره است باقر شد عشق تو

اورا چه موکش سر بازار میکشی

۵ دور از شمع رخت گل شد چراغ زندگی  
و اورغیا شد بهار عمر پال خنرا  
بے تو زهر افشان در جانم ایام زندگی  
بر مراد دل نه گل چیدم ز باغ زندگی  
نیت چون شمع سحر گاهم دماغ زندگی  
به ازین تخته نمیا شد بی باغ زندگی  
خواستم ریزم می عشرت بحبم آرزو  
ناگهان بریز شد باقر ایام زندگی

۴ گاهے بسلا می مه من یاز نکردی  
جام بقدا می تو کد ام است بفرما  
یک جلوه نکردی بدل زار و زارم  
یکره نکشادی دے از وصل بروم  
مردم لبس راق تو بصد حسرت اندو  
شیرین تو و سر گرمی هنگامه به پرویز  
ایس خاطر ناشاد و مرثی و نکردی  
جو ریکه من اے ستم ایجاد نکردی  
ایس منزل ویراں شده آباد نکردی  
زیں بند غم بهیچکه آزاد نکردی  
رحم من اے شوخ پر یزاد نکردی  
یکره لطف لبس راق و نکردی

اے مرغ چمن در گرفتار چندی

سیر نفس و خانه صیاد نکردی

۳ ز بس نازک مزاجی هر وزیدن مینانی  
بعاشق جز عتاب و خشم و رنجیدن مینانی

سیه مستی چرا از باد عشقت بود صوفی  
بگاه بوسه میرنجی و در آغوش میجویشی  
سر لے خورشید محشر از گریباں بر مکن هرگز  
خراش سینہ گل شد فغان خارج آهنگت  
گره در ابروان و خند باد زیر لب پیدا  
فدای ساد گمبها بیت که رنجیدن مینانی  
بخندیدن در آمد هر لب زخم دل باقر

تو لبهارا به بندای گل که خندیدن مینانی

۸ لطف من فدای تو گاهے نمیکنی  
پیکان غمزه ات جگر و دل شکافته  
آخر مرا به تیغ تغافل که کشتت  
با خاک گشتیم برابر چو نقش پا  
مرهون منتقم ننگا به نمیکنی  
اے ترک شوخ چشم ننگا به نمیکنی  
گر خود تو می چنین که گناه نمیکنی  
چشمه چرا چشم بر لب نمیکنی

باقر غلام همت مردانه تو ایم

جاں میدهی بسختی و آه نمیکنی

۹ ادای دلربای خوی بیابانه داری  
ترا دیوانه بسیار اند میدانم و لے خود گو  
نگار نکسته سنج تو سرے دارد به اف  
قدای جلوه ات جام تو از بزم کسے خور  
نگاه شوخ و شنگ غنچه ترکانه داری  
از یں دیوانگان چمن من یک دیوانه داری  
بگو اے دل تو هم پیشش اگر افسانه داری  
پریشاں میرسی و لغزش متانه داری



بیوز و ساز پر دانه می خندی منیدانی  
که گرد شمع روئے خود تو هم پروانه داری  
به لیلی قیس میناز و بشیریں کو کهن سازو  
تو هم بر خود ببال ای دل که خوش جانانه داری  
درون حسنه اغیار تان که جلوه آرائی  
پریشاں گرد من آخر تو هم کاشانه داری

قتل دین و دنیا با خستی در عاشقی باقر

بنام ایزد چه والا همت مردانه داری

۱۰ تو از سینه ای دل رمیدی چه کردی  
ز چشمان پر نم حلیدی چه کردی  
شکستی گم رشتان تسلیم را دل  
تو خنجر او طپیدی چه کردی  
درون دل زار و بشکت من  
تو لے نشتر غم خلیدی چه کردی  
نخیدم گلے از گلستان حُش  
اجل بر سر من رسیدی چه کردی  
نه ممکن که آئی بروں از خارش  
می عشق لے دل چسیدی چه کردی

نداری سیکه عاشقه بچو باقر

تو تیغ جو رخش کشیدی چه کردی

۱۱ خورشید رخس هر چند در پرده نهانست  
در چشم حقیقت میں بے پرده عیانست  
لے زاهد ظاهر میں مست می غفلت  
پیدا و نهان هر جا آنست و پنهانست  
زین کو چه بروز اهد هستی نه حریف آں  
آں آبرو آں ترگاں تیغ و زانست  
ظاہر بود و مخفی داخل بود و خارج  
از کون و مکان بیرون در کون و مکانست  
درد و غم همجوری گفستن نتوان هرگز  
این قصه بروں لے دل از شرح بویانست

باقر دل محسوسم چوں گل نه چو اشکفد

مصرف نخت دیدن آن غنچه دهانست

۱۲ کرد ساقی می پرستم تله  
داد جام و کرد مستم تله  
پاز گرد شهاب شکستم تله  
بر سر کویت نشستم تله  
شد مجاز من حقیقت زانکه کرد  
بت پرستی حق پرستم تله  
از سر کونین دست افتاشتم  
پیر اصدق دادوستم تله  
از تماشائے حینان جهاں  
در بروئے خوش بستم تله

چوں تو لے زاهد نیم تقوی گیریں

میکش و شاید پرستم تله

۱۳ بروں از منزل خدای مه کامل نمی آئی  
بچشم در نمی آئی و هم در دل نمی آئی  
همی آئی بر من چشم آلود و عتاب آگس  
به پیش من چراغند رخ و خوشدل نمی آئی  
حرفیاں بامی و مطرب به شوق مقدمت جمع  
چرا چوں شمع ماه من در پیش من نمی آئی  
رسد جاں بر لبم داشتیاقت یا روم از جا  
نمی آئی بسرو قلم عنص من حال نمی آئی  
نباشد کار دنیا هیچ جز لهو و لعب دیگر  
تو بازار شعل اس کردار بحال نمی آئی  
نمی آئی اگر بے پرده خود پیش من مجنون  
چرا ایسی نمط در پرده محسوس نمی آئی  
همی آری جواب نامه شوق من لے قصد  
و لے میرم که چوں بیک صبا عجل نمی آئی  
بغیر حق بود هر آنچه اندیشی همه باطل  
تو لے غافل بروں ز اندیشه بال نمی آئی



ازیں طوفان موج افزا بروں افتاد شد شکل  
غریق بجز الفت لب حاصل نمی آئی

اگر شوق شهادت امن دل میکشد باقر

چرا از خود بزر خنجر قاتل نمی آئی

۱۳ از نور رخت روشن هر تنه بفرمائی  
یک جلوه چشم هم لے آنکه تو هر جانئی  
در کلیه تاریکیم باروئے چو مه بیکره  
باشد که قدم خنجر از ناز بستانئی  
در خانه و در صحرا که نالد و گم گرید  
حاله عجب دارد این عاشق سودائی  
باشد که دهد بارم در خلوت خاص خود  
برور که والایت این ناصیه فرستائی  
دور از توجه بر گویم چون است دل آرام  
نصبر و شکیبائی نه تاب و توانائی  
می ساختم از اول از عشق بیان منعت  
آخر بکشید لے دل کار تو بر سوائی  
بے پرده بیا جانا از ناز به بالینم  
کس نیست و گریه من غیر از غم تنهائی  
میکرد و قدم رنج ای کاش یک یوم  
دارم بر زبان و روایں باضی تنهائی  
بر شمع رخت خلقی پروانه منط سوزد  
گر جلوه کنای ای مه از خانه بروں آئی  
باشد بے خواب در خلق جہاں لیکن  
جانانه تو بے مثلی در خوبی و عفتائی  
این عقبه والایت چو کعبه و سنگ آں  
تا بد ز حبسین تو هم فرستایانی  
در جوش جوں دارم با پیوستن چاکه  
هم بوسه گیم باشد هم جلیه جبین سائی  
باید به سرت زیبا هم تاج شهنشائی  
که سیریا با نهنگه بادیه پیمائی  
باقر سرت زید بے غائله سیه

در ملک سخنداری گیسو افسر دارائی

۱۵ گاهے نه نمودی بمن از ناز نگاہے  
از لطف بکن لے بت طناز نگاہے  
گوئی جگر مہفت و دلم نیز خدنگے  
کرواں مہر من با عجب انداز نگاہے  
یک طرفه بلا هست نگہ دار خدایا  
از قنہ آن شوخ فسوں ساز نگاہے  
دل می برد از دست و خردم کند از سر  
از نرگس مست تو به این ساز نگاہے  
گوئی که مگر سر مہ حیرت بگلور نخت  
از چشم تو ام باخت آواز نگاہے  
باقر نزد درو من از داروئے عیسی  
الا که کست ماه من از ناز نگاہے

۱۶ مرا کوئے صنم جائے تو باشد گلشن ای قمری  
مرا بے یار باشد گلشن تو گلشن ای قمری  
بیا اینجا و سر و قامت یارم تماشا کن  
عجب بر سر و خود سازی فیضان ای قمری  
اگر سر و روانم در چمن و امن فشان آید  
تو از سر و گلستان برفشانی و امن ای قمری  
اگر بینی سنان غمره موزوں قد مارا  
بچشم تو شود شاخ صنوبر سوزن ای قمری  
دلے دارم جراحت دیدہ از فرقت جانان  
نک بر سینه ریشم میانش از شیون ای قمری  
بخیل عاشقان خسته مخصوصی و متمنازی  
ازین طحقی که از سروت بود گردن ای قمری  
طیم بر خاک و خون از دوری لدا رنج و مارا  
فرز آتش بجاں از ناله شور امکن ای قمری  
تو بر سر و سہی نازی و بیل بر رخ گلها  
منم بر عارض جانانه محو ویدن ای قمری  
خوشا بلبل که باشد برگ گل زیب گریبان  
ترا خالی بود از غنچه و گل امن ای قمری



عروس غنچه و گلها بگلشن جلوه فرماید  
توان با لجه خوش نغمه بنجیدن قمری  
بیر روی گل بلبل ہی میالده و نازد  
ز دست سرو حاصل شد ترانیدن قمری  
بود سرو تو سر سبز و دل بلبل زلفه مخرو  
ترا زید درین وقت بخود نازیدن قمری  
پیش ناله زارم ہی بند و لب بلبل  
تو که پیشم توانی ناله سر کردن قمری  
دل باقر بفرماید است از پیاس او شب  
تو از افغان لب خود را توانی بستن قمری

قیامت بر سر انگیزد کند صد فکر و تدبیر  
فغان و ناله عاشق ندارد هیچ تاثیر  
حرارت سوخت جان دل خپل آتش نه ام قیل  
چکان لے من فدایت و گلویم آب شمشیر  
قدت شمشاد و رویت گل لب لعل تو یاقوت  
تعالی الله کشید از حاتم قدرت چه تصویر  
بود چشم سخن گویش بصوت حال مرگوب  
نمیگند درین جای هیچ تقریب و تحریر  
عین هر کس رود آنجا همیگرد و نشاط  
چه میسری را حوالم که چون هستی جدا من  
همانا کوچه اوز عرفان را راست و کیمیر  
ایسر عشق شد یارب دل خود رفته ام ناگه  
پریاش خاطر آشفته مخزون و لکیر  
دل بیچاره ام شد مبتلا عشق ترسای  
بدام افتاد صیاد مرا این طرف و آنجیر  
پنجاں سویم نموداں مهنگاه آفت جان  
درون سینه ام جاگیر دو در جان دل گردد  
گویی که مسلماناں اگر و انید تدبیر  
منور میشود کاشانه از شمع رخت تنها  
همانا بر دلم افتاد ز مهر آلوده تیر  
اگر آن شهسوار من سویم سر کند تیر  
نماند شمع محفل را به پیشیت هیچ تنویر

دل شهباز خود رفتن من دل را طلائع سازد  
نباشد غیر ازین بهر مهوس هیچ اکیر  
دل خود رفته یا قمر ز دست عشق ویران  
نکرد آن بادشاه من ویران تعمیر

هوشم بر بوداں صنم جلوه طراز  
جاود و روشنه ماه و شنه مایه ناز  
کوتاه کنم دامن صحرای طلب را  
گردست و دهل زلف دراز  
جائیکه تو باشی و من هسته جگر هم  
سر سبز شود گلشن راز و نیاز  
باشد و همت غنچه گلزار معانی  
لعل تو بود و هست پراز گوهر راز  
جانم بفدای ربهت لے مایه نازم  
در پیش من آنا بکنم عرض نیاز  
تقوی چه بود پیش رخ خوب که محمود  
نقد دل و دین باخته در عشق ایاز  
در عشق دلم آمده بس نخته و پرکار  
طے کرده درین راه نشیبه و قرار  
گشتم رواں بخود و گشته و حیراں  
در منزل عشق تو نه بگه و نه ساز  
ظلمتکده روشن کنم از شعله آه  
امید که تشریف دهد جلوه طراز  
باقر طرب ساز و به هوش لے کناد  
آمد به سرت شاهد عشاق توار

تو زمانه بر مراد و تو فلک بکام داری  
که ز سحر حسن و خوبی دل خلق رام داری  
تو بیا بیایه بر ما سر من فدای راهت  
که کجا است مکن تو تو کیو چه نام داری  
چه خوش آمدی تو فاصد پیش و زود برگو  
چه ز سوئے دلبر من سخن و پیام داری



ز کجا بود ز سبوت نظر ز لطف بر من  
چو من غریب و مسکین تو بے غلام داری  
منم آن یکے کہ گاہے نکمی من نگاہے  
ز گرم سوسے رقیبان نظر تمام داری  
سخن تو آب حیوان ز لطافت است باقر  
چہ لطیف و نغزلکش روش کلام داری

کجا بودی تو ہمسایان کہ بودی  
مہر من شمع ایوان کہ بودی  
تو در بزم کہ بودی جہلہ افروز  
بقربان توحب نان کہ بودی  
بہ آغوشش کہ بودی راحت افزا  
سرور سینہ و جان کہ بودی  
ز در و دل مرا جان امت بر لب  
میح من تو در مان کہ بودی  
کجا از لعل لب بودی گہر ریز  
بہ این کہ وہ بہ این تمکین و جاہت  
سخن سنج و سخن ان کہ بودی  
بہ این کہ وہ بہ این تمکین و جاہت  
زبے برگی منم پر مرده دل آہ  
میطع وزیر فرمان کہ بودی  
تو برگ و ساز و سامان کہ بودی

بغشت باقر اخلیق گریاں

شہید لعل خندان کہ بودی

۲۱  
نہشت آن جواں کیم بہ آغوش من پیر  
رمید از پہلوئے من چوں ز آغوش کماں تیر  
نگردد رام آن کافر ترا دم لے سلماناں  
خدا را میتوان فرمود بہر ہم بیچ بدیر  
سیہ چشم تو صید افکن بے زلف و زار تو  
پے قید دل عشاق باشد طر فزنجیر  
ازاں یک ذرہ مالیدن من تن اطلال ساز  
بزرگ خاک کسے تو ندیدم ہیچ امیر

بہ ترک عشق خوابم چہ میگوئی برو اعطا  
کہ تاثیر سے ندارد در دل من عطا و تذکر  
ہماں شد آنچه تو کردی ہماں گرد کہ تو خوا  
معارض کے تو گشتن بہ تقدیر تو بدیر  
نباشتم قسمتم و حلاش ندارم نامہ بر سیکے  
میان ما و او یارب نہ تقریرے نہ تحریر  
بخوان عسلم و جود او بہر کلی و ہر خوی  
بہ بین ترکیب صنع او بہر تعریف و تذکر

ز قرب جاہلاں باقر حد رکن تا تو بتوانی

کہ قرب پہلوئے جاہل بہ پہلوئے بدیر

۲۲  
چو شمع آگین شدہ پہلوئے من بر قشای رقی  
نہے باعارض چوں گل خدیچوں از خواں رقی  
چو آگہ گشتی از دوق شب و صلت بجلد  
سحر با خاطر خوشنود و طبع شادان رقی  
ز بزم می دم رخت شدن از دیگران خوشدل  
چہ دیدی از من مسکین کہ انون بر گراں رقی  
بہ پایت سر ہی نمودم ہی گشت تم تقربات  
چرا از دست من لے جان جان کشتاں رقی  
لمودی بزم عشرت را شکیج حلقہ ماتم  
چہ روداد امشب ای قاتل کہ شمشیر و دم در کف  
قدت سر و رخت سوسن پریشان طرأت بکفل  
بہار آمد بہ گلشن چوں تو در فصل خزاں رقی

گزیدی گوشہ عزت بیاد حق خوشا باقر

برون ز اندیشہ کوین و فکر این آن رقی

۲۳  
دلا برعارض آن گل نظر انداختی رقی  
متلع عقل و نقد ہوش خود را باختی رقی  
سمند ناز جولان کردہ چوں برق آمدی ناگہ  
دیار ملک دل لے ترک ویراں ساختی رقی



بہ مستی آمدی از ناز و محبتی گرم کردی      نقاب از چہرہ پر نور خود انداختی رفتی  
سوار باد پادشاه را بہ نواختی از لطف      ز من عطف عثمانی نہیب خود ساختی رفتی  
بمیدان آمدی ترکا نہ شمشیر ادا در کف      یہ تسلیم ستمگاری علم افراختی رفتی  
من ربط خلوص از روزگارے دشتی اکنون      بریدی از من و باد مدامی در ساختی رفتی

ترا ہر روز و شب با غیر باشد گرم جوشیا

بہ باقر ساعتی نزد محبت باحتی رفتی

خوشا بختی کہ غنوارم تو باشی      رفیق و مولس و یارم تو باشی  
دوائے علت بیانی دل      چہ سراج خانہ تارم تو باشی  
نہی و سنت از کرم بر سینہ من      تسلی دل زارم تو باشی  
ندانم ہیچ کس را ز دل من      مگر دانائے اسرارم تو باشی  
تو باشی ہم انیس خلوت من      رفیق سیر بازارم تو باشی  
کشم کے منت خست رویا      دوائے جان بیمارم تو باشی

بگفتا کیستی باقر چہ تو

کہ خواہی محو دیدارم تو باشی

بے پردہ جلوہ گر رخ تاباں چہ میکنی      یک خلق را چو آئینہ حیراں چہ میکنی  
اکنوں کہ کرد و در و دم کار خود تمام      ناداں طبیب کوشش در ماں چہ میکنی  
گرم دہ ام بہ عشق تو جان نابہرگ من      زلف سیاہ خویش پریشان چہ میکنی

گر رفت موسم گل رعنای صبور باش      ای عنذلیب نالہ واقفان چہ میکنی  
گرد و ز پرده جلوہ حسن تو آتش کا      روئے چو شمع در تہ دامان چہ میکنی  
رو در چمن بسیر منم ہر کاب تو      تنہا شستہ برب ایواں چہ میکنی  
از خاطر تو شستہ نشد لوث ماسوا      زاہد دروغ دعوی عرفاں چہ میکنی  
ہر ہفت کردہ پے تاراج دین و دل      زین گونه شیوہ غارت ایماں چہ میکنی

باقر ہوئے آل لب و دندان مبارکت

بیہودہ خواہش در و مرجاں چہ میکنی

ساعت وعدہ دیدار شمارم تاکہ      حال شوق دل بتیاب نگارم تاکہ  
گر شود رنگ رخ و دیدہ پر نعم غماز      راز عشق تو نہاں آہ بدارم تاکہ  
من بہ سودائے علاج تو طبیبم ای وائے      آہ سرد نفس گرم بر آرم تاکہ  
جلوہ ہمہ کہ دل زارت سلی گردد      در و حیراں بہر و صبر و قرارم تاکہ  
ساکن کوئے تو ام شہر تو باشد و منم      پرسی از خندہ تو از شہر و دیارم تاکہ  
من بقرباں ادائے تو بفرما از دور      خواہیم گفت بیا عاشق زارم تاکہ

من فدائے تو کنی خانہ ویرانہ من

ریشک گلزار تو اے باغ و بہارم تاکہ

دی کہ باتیغ ادا جلوہ کنان میرفتی      بہر عشاق بلا جان جہاں میرفتی  
چہ گویم بچہ عنوان و چساں میرفتی      روئے در پردہ نہاں کردہاں میرفتی



باز رخ رشک گل و طره رشک سنبل  
از پی سرچمن سرور و ان میفتی  
باز می خورده به اغیار چه رود او که دوش  
مست از خانه زرخ پرده کشان میفتی  
پائے رنگین زخا کرده بکفش زریں  
بهر پامال دل خسته و لال میفتی  
با کلاه و کمر زرد و کلاه اطلس  
غارت دین و دل ای تمن جان میفتی  
من شدم صید ادایت تو کجا بترکا  
باقدر و بروے چوں تیر و کمان میفتی  
دست در دست رقیبان تو کجا وقت سحر  
اے بت غنچه دهاں مئے میان میفتی

در تلاش که چنین بے سرو سامان باقر

بالب خشک کجا تشنه دهاں میفتی

۲۸ اے زاهد خلوت بجز اخبار چه دانی  
تو سادہ دلی لذت ویدار چه دانی  
اے بلبل دستا زن شاخ شجر گل  
تو ناله مرغان گرفتار چه دانی  
از خانه یروں آے ویر میں راه کشاوه  
نادیدہ تو حال پس دیوار چه دانی  
اے شیخ تو خلوت و تسبیح و مصلی  
تو حاصل طوف و خمار چه دانی  
اے مدعی بیہودہ من لاف و گزافے  
آساں نکئی ہنس تو دشوار چه دانی  
ہر قطرہ اشک کہ چکد در قلم است  
تو مرتبہ چشم گہر بار چه دانی

زاهد زرد کبر زنی طعنہ بے باقر

کافیت مرا رحمت غفار چه دانی

۲۹ بیاحترے عجب و دو کچھ و بازار میگردی  
سحر بان چوں بر بام خود رفتار میگردی

ترا جا دو گرا نامزم کہ در ساعت میجارا  
ز سحر نرگس بیمار خوب میگردی  
ز عکس عارضت میرنجی گل در گریہ نام  
ز نوک غمزہ خود و دل من خار میگردی  
کنون از شور و افغانم ترسی پیش ازین در نہ  
حذر از تالہ و از آہ آتشبار میگردی  
ز راہ خندہ گر میگرد با تو وحدہ مقدم  
تو زاهد فرشتہ را ہش جہ و تبار میگردی  
چہ خوش بودے کہ از خون لم میانتی تشنہ  
ہم از تارک اے ہند و پسر زار میگردی  
حنائی میشدہ ای کاش از خون دل متش  
لباس خن و زائشک سرخ من گناہ میگردی

چہ از شان نیازت کم شدے باقر اگر کردی

ز مقصد و اگر نازش لب اظہار میگردی

۳۰ بندہ خستہ دے نامہ سیاہ عجب  
آمد پیش تو با حال تباہ عجب  
عمر در لہو و لعب با خستہ بے ہنگام  
موی سفید عجب روی سیاہ عجب  
اشک ریز آمدہ ام بردت ای خواہ معین  
بادل پر خشم و با مالہ و آہ عجب  
ماہمہ تن گنہ و تو ہمہ بختایش وجود  
ما غلام عجب خواہ تو شاہ عجب  
ما کجا از در پاک تو تو اتم رستن  
ہست خاک و تو جائے پناہ عجب  
بر سر بندہ مسکین بندہ از لطف قدم  
ہست در خاک طباہ چشم بر آہ عجب  
بے وضو دادہ ام از بوسہ بیائے گد  
عفو فرما کہ شد از بندہ گناہ عجب

باقر بندہ تو آمدہ با غرور نیا

بروے از لطف بکن نیم نکاہ عجب



دیدم امر و زبانت فتنه پنا ہے عجب  
 دلتے ہچو گلے تنگ قبائے گلوں  
 علم افراختہ در معرکہ جو رستم  
 رفتم از ہوش و شدم محو تماشائے خشن  
 باشد از نعمت جانسوز ہزاراں خوشتر  
 از من خستہ تنو مالہ و آسہ ہے عجب

جلوہ آراشدہ در خانہ باقر آں شا

باشکوستہ عجب و شوکت و جالبہ عجب

خوش فضل بہار آمد شد موسم گل ساقی  
 سر خوش چو کنی از مے آید بنظر عیش  
 با آتش رخسار شدم نیزند از گرم  
 می ریز کہ می آید در سمع بے خوشتر  
 خوش و جلہ بخوش آمد با چنگ و دف و مطرب  
 آں لعل چو گل را شد لب تشنہ دل باقر

یک جام میش دروہ با زہمت گل ساقی

ز تشنگی است بلب جان بدہ میم ساقی  
 ز بہر می دوسہ جامے در نع میداری  
 بہ بخش بادہ کہ بخودی بخشد  
 ہی قدر ز تو خواہم نہ بیش و کم ساقی

بخشش دوسہ جامے تو زندہ ام کردی  
 بہ بخشش دوسہ رطل گراں دماغم دہ  
 کرم نماوز بہر خدا مر و از بزم  
 روا مدار تو بر جان من ستم ساقی

بہ پیش او ز سر صدق غدر کن باقر

بدہ می کہ ببویشن جہاں روم ساقی

۳۴ دیدہ ام محو جمال رخ زیبای کنی  
 دل پر درد بشوق تو بجای آمدہ حیف  
 عقدہ دل بکشد بدہ یکے خندہ تو  
 واسے تقدیر کہ بر شمع غارت ای شوخ  
 خوش بہار است گل و سنبل و سوسن و بوش  
 از چہ لے من بہ فدایت بت نصرانی  
 خود تو فرما مہ من بہت ہمیں شرط وفا  
 دشمن جان بودت نفس لعین کا و نہ  
 لے دل خستہ بود خلدیریں کو چہ یار  
 ہم دراں کو چہ چیرا منزل ماوی کنی

باقر اینجا ہمہ مست اند حریفان تو چرا

روسوئے ساقی و در ساغر ہبا کنی

۳۵ چہ خوش آمدی فدایت تو کجا مقام رجا  
 ز کجا رسی ہنر ما و گو چہ نام داری



سحر خورش چه بینی که بدیده شام داری  
 زره کرم حسد یا همه عفو کن گناهم  
 به من غریب میکنی نظر به هم از کرم کن  
 چه شکفت باجرای که منم به جستجویت  
 به که نه لطف مهر نه محبت نه خلق  
 چه شمی شمیم زلفش که بسر ز کام داری  
 چه زبده کیمیزه سر تنم داری  
 تو بسوی بده خود نظرت تمام داری  
 به دیار و در پریشان تو بدل مقام داری  
 نه طریق راه و رسم نه سر سلام داری

دل بقرار باقر چوخت نمود پرخون

چه عجب تو سر و نام ز روشن خام داری

۳۶ زو یا خوش گفتم که سحر کنی نکردی  
 تو شدی خراب آخر تو گفته بودم ای دل  
 زره نیب ز صدره تو ای صبا بگفتم  
 چه زنی تو دم ز عرفا تو بودی شیخ لازم  
 ز کرم نمودی پریشش کو یک ز حال باقر  
 ز تو داشت آن امید که در گونی نکردی

۳۷ جمعه به جن خویش گرفتار میکنی  
 جان تو با رقیب چه گرفتار میکنی  
 خلقه بدام زلف گرفتار میکنی  
 اختیار را چه محرم اهرار میکنی  
 روحی فداک یا همه دعوی بودگی  
 نظاره باز خسته دیوار میکنی

۳۸ نامه جانسوز من کاره نمودی کاشک  
 طالع خوابیده ام بیدار بودی کاشک  
 کوچه و بازار گشته تشک صحرای عشق  
 می طیم از در و دل شها چاه و خاک خوں  
 خوش علاج بود بهر درد و سر بر جیه ام  
 تیغ و کف آید گفتم که باں گردن بنه  
 یا رسول الله چه دارم تا کنم بر تو نشا  
 اشتیاق جلوه ات با داجا نم بلند  
 راحت جانی دهم نور لطف چوین مردک  
 زنگ کیس از خاطرش یارب زود کاشک  
 ماه من بکیر به آغوشم غنود کاشک  
 زلف مشکینش صبا برهم غنود کاشک  
 سینه را بدیده دل را می رلود کاشک  
 جائے صندل زلف مشکین را سود کاشک  
 ترک من زین گوشتم آرمود کاشک  
 از من میکنی رسد بر تو درود کاشک  
 داغ عشقت در دلم دم فروود کاشک  
 جائے تو جانانه ام در دیده بود کاشک

کمترین بندگانت هست باقر یارانی  
 بر در تو جبه را در سحره سود کاشک

۳۹ بنده عشیقم روئے ما بود سوئے علی  
 میکشی مارا سوئے حنیت منیدانی مگر  
 میکنم برو منش پیر این یوسف نثار  
 آتش دوزخ چه سوزد یک سر سوئے مرا  
 فرض شد بعد از نبی بروی درود و سلام  
 از علوئے قدر خود شیران بخت صیدا  
 سجده گاه ما بود محراب بروئے علی  
 ما همه مستیم ضنواں ساکن کوئے علی  
 نگهت یوسف چه سازم بیدم بروئے علی  
 رشته جانم بود از تار گیسوئے علی  
 فرض شدیم بر پیمان عشق باروئے علی  
 کمتر از روبه شمار دهر سنگ کوئے علی



شربتِ خضریٰ چه سازم یا خدا و کام من  
قطره آبِ چکان از جوئے و بجوئے علی  
کشف شد سترِ خفی مدبسم الله تمام  
نقش شد تا در دلِ مہبتِ ابروئے علی  
پانگاہِ عشق را در غایتِ قصوی رساند  
عاشقِ روئے بنی شد عاشقِ روئے علی  
من غلامِ مرتضیٰ را می نترسم از عدو  
پاره ساز و دشمنم را تیغِ ابروئے علی  
باقرا از سیرِ جہاں فرسوده شد پیاپیست  
بعد ازین دستِ من است و دامنِ کوئے علی



## مخمسات

خمسہ بر غزل بابا کمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ

شدم جدا زورت ماجراییں باشد  
شدم بروئے تو عاشقِ خطا ہوں باشد  
مرا ز پیش براندی جفا ہوں باشد  
مرا ز عشقِ مکر و لبا ہوں باشد

نہایتِ ستم ای بی وفا ہوں باشد

نماندہ است سرِ سیرِ بوستانِ نعیم  
نہ شوقِ تحتِ سلیمان نہ میلِ طورِ کلیم  
جدا بود زورت ز رستنِ عذابِ الیم  
بر آستانِ تو مردنِ سعادتِ عظیم

ز بختِ خویش توقع مرا ہوں باشد

برنگِ ابرو سیرِ خوشنماست زلفِ کثرت  
پے جنوں زدہ ز بخیرِ پاست زلفِ کثرت  
ز بوئے نافہ بے جانفراست زلفِ کثرت  
لگاں بر نہ کہ مشکِ خطا است زلفِ کثرت

تصورِ کثرتِ خطا ہوں باشد

ز عشقِ روئے حیناں ہوں فشانم ذیل  
اگرچہ ہست بعالمِ زخو برو صد خیل  
ز بکہ ذاتِ تو اصل است و دیگر اندِ طفیل  
نیکند دلِ ماجزِ سبر و قد تو میل

علوئے ہمتِ مشتِ گدا ہوں باشد

بگوشِ جاں بشنیدیم گفتگوئے ترا  
بکامِ دلِ برساندیم رنگِ بوئے ترا



بیازموده و دانسته ایم خوشی ترا  
بدانچه شکر گفتم وصال روئے ترا  
گر انتقام نمائی جزا بهمین باشد  
اگر ز جملہ مہمان حضرت اوئی  
چو باقر از گدایان حضرت اوئی  
مقام سلطنت و کبریا بهمین باشد

### خمسہ بر غزل حضرت بابا فغانی رحمۃ اللہ علیہ

رویت کہ ہچو شمع فروزاں برآمد  
ماہ عجب ز چاک گریباں برآمد  
سامان جوش متی مستان برآمد  
نخل قدت کہ از چمن جباں برآمد  
شاخ گلے بصورت انساں برآمد

جانم ہلاک شوخی و آن صورت جمال  
قربان آن کرشمہ و آن حسن بیتال  
میرم یہاں لطافت و خوبی و اعتدال  
از فرق تافت دم ہمہ جانست آن نہال  
گویا ز آب چشمہ حیواں برآمد

یوسف بہ شوق روئے تو با غر و بانیاں  
کرده است سر بپایے وے از بہر امتیاز  
آن جا نگہ کہ شد ز قدم تو سرفراز  
برہر زمیں کہ جلوہ کنساں زلفہ نیاز  
دود از تہاد گبر و مسلمان برآمد

سوئے قطار لالہ و صد برگ ویا سمن  
سوئے شکفتہ سوسن و نسرن و نسترین

یا نگہتے کہ بہت پے نافہ رختن  
بہر نظارہ گل روئے تو در چمن  
گل ہر طرف ز شاخ درختاں برآمد  
برجن خویش غره و بانار خود باں  
باروئے ہچو شمع و با چشم نیم باز  
مست از می شبانہ بہ من خواب ناں  
با آفتاب دست و گریباں برآمد

درد و عارض تو حسینان نازین  
خط غلامی تو کشیدند بر جبین  
تقویم کہنہ ساختہ حسن ہر جبین  
اکنوں توئی جمیل جہاں کہ پیش ازین  
آوازہ جمال ز کنتاں برآمد

اے خواجہ بندہ پرور و اے شاہ و نواز  
بر آستان تست ملک راسر نیاز  
بر روئے عاصیان در رحمت نمودہ باں  
بر کشتگان تیغ تو بگدشتہ نیاز  
روحی فداک از تن بجایاں برآمد

باقر حدیث درو شنوار لب تلم  
باقامت خمیدہ و با چشم پر زغم  
از فرط اضطراب دل و شدت الم  
در ہر چمن کہ خواند فغانی سرود غم  
افغان ز یلبلاں خوش الحان برآمد



# رباعیات

رباع

اے تورنگاہ اہل بنیش مددے      وے شمع سرائے آفرینش مددے  
دارم دلکے اسیر زنجیر ہوس      اے عقدہ کشائے عقل و دانش مددے

رباع

اے بارگہت قبلہ کہ حاجت ما      وے سجدہ خاک در تو طاعت ما  
عفو و کرم و عطا عادت تو      جرم و گنہ و سہو و خطا عادت ما

رباع

اے رونق بزم جام دنیا از تو      وے روشنی دیر و کلیب از تو  
لیلی ز تو حبس لوہ کر دو کھنچ خلوت      مجنوں ز تو سر زدست و صحرا از تو

رباع

یک نظر گر رخ خوی بہیم چه شود      یک گلے از چمن حسن بہ چنیم چه شود  
من کہ عمرے پے وصل تو شدم برگرداں      گر بہ پہلوئے تو یکدم بہ شینم چه شود

# قطعات

۱ قطعہ در جواب مکتوب دعوت از حضرت شیاہ غلام مظفر صاحب کس قرائت

یا گوئے گوئے ناز در آمد صبا بہ باغ      یا شمع در لگن طرف انجمن رسید  
بوئے گل است آمدہ از صحن باغ خلد      یا بگفتے ز جانب دشت ختن رسید  
کحل الجواہر است کہ در دیدہ جا گرفت      روح بقالب آمد و جانے بہ تن رسید  
افسوں سحر سامی از بہر سخن      یا حرز بازوئے کہ زیشخ زمین رسید  
تو قبیح کامرانی و منشور مدعا      وحی شگرف نو کہ ز چرخ کہن رسید ۵  
اکسیر اضطراب دل و کیمیاے درد      جان داروئے کہ بہر مرضی من رسید  
بر سر فلند سایہ ہمائے خجستہ پیے      یا ہر پیر سباز ساختہ زن رسید  
حرفے توان شنید کہ تفصیل محفل است      از سوئے دوست نامہ شوقے من رسید

کیوان منزلت عطا رومرتبت ملکی ذات قدسی صفات والا گہر خورشید  
منظر حجاب شاہ گردوں پائیگاہ غلام مظفر صاحب لازالت شمس انوار کم بارغہ

علی رؤس الطالبین -



سلامیکه از مجمره گردانی خلوص مشام جان را معطر و شامه ناطقه را از شکاف  
نیاز معبر گرداند بدیه خدمت حاشیه نشینان بساط فیض مناط می نماید بهایون تا به محبت  
در ساعت معبود منت و رود برگردن این سربان نیاز نهاد - خاطر از غایت خرمی با  
برخود ببالید و بخت نارسا بر رسیاهاے خویش بنارید - داعیه شوق و ابرام آرزو با  
دامن دل برکشید که باں پا از سر و قدم از دیده ساخته گام فرسائے جاوید این  
انجمن مینو سواد و ره نور و این مجلس برکت بنیاد می توان شد - خانه کسبندی خراب که  
دل خویش گشته اشتیاق را برین این تنها کرد و خویش خجالت را از چهره تیا بهیا فریاد  
از غایت سرور وقت برخود خیدن و هم از دست نارسائی بائے طالع زار ببالید  
مقربان حضرت ارشاد منزلت مخاطب به ندائے حتی علی الخیر و البر که تشرع موده اند  
و بخت نافر جام نخست انجام پائے نقل و حرکت فرسوده - ناگزیر از نگهت انفاق  
متبر که حاضران آن سواد از دور بوسے برگرفتم و بیاد سرگرمی شورش آن هنگامه  
هوسے بر کشیدم بالجه نافرمانی و ناکامیم غرقی لجه ملال کرده است و ایرسله انفعال  
تقصیر غیر مسئول و عذر تقصیر مقبول باد - تیارخ یا زوهم ربیع الاخری سنه ۱۲۷۱ هجری -

۲ قطعه تاریخ تصنیف کتاب سر قش نخ تصنیف چه یزدین حسین صاحب ریاید

بنام ایزد چه رنگین دستانه که شد جاری از نوهر فصاحت  
خرامان نو جوانان معسانی بیایغ صفحہ اش با صد نزاکت

به گاه سیر در چشم تماشا رسد از برق حسن او صداقت  
نه افسانه فسون عشق کز بحر کند تاراج صبر و هوش و طاقت  
رباید دل زیر کاران پر فن ز انداز واداناز و اشارت  
چکید از نوک کلک خواجه ما که رخت از رخت نور نجابت  
شرافت خانه زاد خاندانش در خشان نیر اوج سعادت  
دویرے شاعرے رنگین بیانی طلقے انصحه جان طلاقت  
بهر بزمے شود سرگرم تفریر شود بلبل عوگل محو سماعت  
بهر علم و فنون علامه و سر بصرف و نحو و معنی و بلاغت  
ذکی الفطر تے کا ندر مشاش رسد از بوعلی بوسے غباوت  
لطیفه بذله گوئے نکته سنجی چراغ بزم ارباب براعت  
حسینے مہ رخے نازک ادائے فروغ عارض لطف و محبت  
چه وار و لذتے شیریں کلاش که در لب چید از جوش حلاوت  
پے تفتیش تیارخ سرخجام چو بر دم سر فرود جیب فکرت  
بغورش بوده ام حیران که بافت بگوشش باو میداروئے بهجت

چه رنگین مصرعہ موزون و لکش  
”نہے سر چشمه حسن و لطافت“

۱۲۷۶ هج



## ۳ قطعه تاریخ تصنیف کتاب دستور البنا تصنیف مولوی فرید الدین صبا

تصنیف چو گشت این کتاب دلخواه  
شد خامه ما گرم کهر افشانی  
یعنی پے اختتام تاریخ نوشت  
دستور بنائے بیت دیوان دانی

۱۲۸۴ هـ

## ۴ قطعه تاریخ تصنیف کتاب نجم ناقب تصنیف نجم الدین صبا

چو آن روشن دله والا جناب عارف کامل  
چکویم از علو رتبه ذات و صفات او  
بنام ایزد چو نام خوش نجم ملت دین است  
حریش بسکه آمد کعبه اہل دل ایمان  
ز بس اوج کمال او شد از او رک بالار  
ز جوش بخشش و احسان و انعام عمیم او  
یہ تحریر جواب اعراض فیلسوف  
تعالی اللہ چہ نگین نسخہ نوشت کلک او  
ز شوخی حرف او بود معشوق طراز  
بجنب جنس تحقیقش خرد گیشان عالم را

۱۰ نمودم فکر تا بخشش سرش آمد گوش من

کہ مشور جہاں در علم وزہد و پارسائی شد  
بر او معرفت مخصوص بہر پیشوائی شد  
شکست رنگ دین را بہت او مویائی شد  
بکوش یکجاں ز اخلاص گرم جہہ سائی شد  
عروج فکر اینجا مایہ حیرت فزائی شد  
در او عالم را قبلہ حاجت روانی شد  
موفق از رہ صدق اجاب کبرائی شد  
کہ از فیض سوادش صفحہ کاغذ خنائی شد  
کہ در بزم تماشا بر سر برقع کشائی شد  
بازار بیاں کاہ متاع خود نمائی شد

## طلوع شمس ہیں کا نجا باوج رہنمائی شد

۱۲۸۴ هـ

## ۵ قطعه تاریخ انطباع کتاب دیگر تصنیف منشی نجم الدین صبا

بجدا اللہ کہ شد این نسخہ مطبوع  
کہ باشد جملہ احکام شریعت  
بیان رتبہ شہان است  
کندر روشن دل از نور محبت  
طریق اہل حق را رہنمون است  
بود دستور بہر اہل سنت  
مصنف را جزائے خیر بادا  
کہ خوش ملزم رستم فرمود حجت  
یہ تنبیہ مخالف کشف حق کرد  
کہ دین را گفت پیغمبر نصیحت  
دلایل از کتاب سنت آورد  
زہد و بنداری و حسن عقیدت

خرد گفتا پے تاریخ اتمام

چہ زیبا کاشف رفر حقیقت

۱۲۸۹ هـ

## ۶ مصرعہ تاریخ دیگر برائے ایضاً

عجب گنجینہ فیض معانی ہے

۱۲۸۹ هـ  
یہ قطعه تاریخ تصنیف کتاب عقائد فی حقیقت الرجال و القال تصنیف حاجی اقبال حب بری قن

عابد و زاهد تصوف کیش فاضل دھرم مولوی اقبال

معدن علم و مجمع خوبی صاحب غر و مجد و جاہ و جلال



نظارش مظهر جمال خدا  
خاطرش آفتاب علم و یقین  
واقف راز و شاہد اسرار  
روشن از نور معرفت دل او  
طرز گفتار او بود اعجاز  
باشد از غایت صفائی ہا  
بہر تصنیف این کتاب لطیف  
وہ چہ نسخہ کہ ہر سطرش  
معنی نازکش ز پرودہ لفظ  
بسکہ آورد حجت محکم  
و دعویٰ بہ نوحہ تقریر  
ایں چنین گفتن است و سفتن  
ایں حدیث خوش و لطافت باز  
معنی حالت و حقیقت آن

چوں دلم خواست سال تارخش  
گفت ہائے ضروری لا احوال

۱۲۹۳ ہج

باطنش مایہ صفات کمال  
پیکرش آیہ جلال و جمال  
محرم گوشہ حریم وصال  
وز تجلی ذات مالا مال  
روشن کلک اوست سحر حلال  
سخن آیدار او چو زلال  
شد موفق ز ایرد متعال  
باشد از بوستان علم نہال  
جلوہ گر چوں مخدرات جمال  
منکران را بہت لب ز سوال  
ہاں گزاف است و ادعائے محال  
جہذا گفتگوئے و طرز مقال  
بطریق صواب باشد و ال  
شرح کم دادہ کس بدین منوال

”تقریر کتاب مولوی عبدالرحمن صاحب ناصری گنجی متبرج طبع“

تعالیٰ اللہ نہ رنگیں کتابے  
ز مضمون لطیفہ درج گوہر  
عبارت اش متاع خوش بانی  
مجلا تر ز آب فصہ و زر  
صفائے لفظ او چوں عارض  
بنام ایرد چہ تقریر بدل  
ز گونا گوں علوم نغمہ شحون  
خیط الدین لقب جبرے بنیل  
کتابے کرد و توحید انشا  
مجیب لودعی روشن رقم سخت  
ز بنخیر جواب نخت بہت  
کنون نے خصم را تاب جوابت  
بنائے قصر او از یاد افتاد  
خزاں آمد بہ آب و رنگ باغش  
چنین توحید ہر ذی علم و داعی

کتابے تقریر خوش آبے  
زر نگینی بود یا قوت احمر  
زلالے بلکہ آب زندگانی  
مدلل چوں کتاب شیخ اکبر  
فروع معینش چوں جلوہ طور  
برنگ زلف محبوبان مسلسل  
نماندہ خصم را تاب چہ و چوں  
براہ معرفت روشن دلیلے  
بدعویٰ شد سر میدان صف آرا  
بہ نقض ہر برائیش بہر دخت  
حریف خام را پائے شکستہ  
نہ سکت شد توں دیر چ و تاب است  
مگر بودہ است از بس سست بنیاد  
بروں شد نہ علم از دماغش  
نہ فہم غیب را ز رومی جامی



بود موقوف بر برهان عقلی  
چنین تکلیف بس مالایطاق است  
تکلم کردش اربع زین مخطوط  
علوم رسمی و نحو و بلاغت  
کنون ایماں محال است این دلیل است  
منی گویم که توحید وجودی  
مگر باں هم شهود است عین باں  
تغایر مذہب اہل کلام است  
ہر آنکو سالک باں را گشت است  
حق است این علم لیک از ساحت  
دریں رہ رفته اند اہل حقایق  
بیان این مسئلہ کردند اعلام  
ثبوت مدعا از کشف سازند  
شعار حضرت صوفی چنانست  
نیاید راست این وحدت تقلید  
شود حق جلوه گرد حجب دل  
نہ بیند غیر حق عارف دران ہم

بہ ترتیب و لائل ہائے نقلی  
چہاں زین کشمکش یارین است  
ز قدر فہم و عقل ناس بریں  
نباشد ہر کس را رسم و عادت  
کہ موقوف آمدہ بر تحسین است  
نباشد حق بجز علم شہودی  
نباشد غیر گفتن کف و طغیان  
خلا فیہیچ نے در این کلام است  
مخالف را کسے گمہ نگفت است  
شعار اہل کشف و واردات است  
بستند این مخطوطہ و دقائق  
حقیقت پیشگان وحدت برنجام  
نہ بر برہان ظاہر جان ببارند  
ہمیں سال شیعہ اشراقیانست  
بہ اثبات برہین و تمہید  
نماید قلب را چوں بخش منزل  
چو ریزو بر دل آید بر زبان ہم

بگوید اندر ان ساعت ہمہ است  
ہمہ نقش دوی از دل بشوید  
ندانمکتہ این غیب عارف  
نہ کار سئلہ و ہر یوقیان است  
بفرمودہ است صوفی عبد رحمان  
چنین نقل بلا ذکر احوال است  
جناب پاک قاضی فضل رحمان  
سلام از مار سد بروح پاکش  
کلیل آمد از وعین مصنف  
اگر باشد مولف مرد میدان  
چو شد مطبوع این دلکش کتابے  
کہ ہاں بنویس سال انطباحتش  
رقم زد خامہ ام از روی اظہار

نہ بیند غیر حق گوید ہمہ رست  
بگوید ہر چہ گوید حق بگوید  
چہ و اندر فرامیں اہل زخارف  
ز جہل و احمق زنیسان نشان است  
بہ مطوی کلام خود ہمیں ساں  
سراسر سرفہ بہت و ابتذال است  
ہمہ اخلاق صوفی کرد آساں  
ببار و آب رحمت حق نجاش  
نکردش فہم طبع این مولف  
بہ تردیدش بگرد و امن افشاں  
رسید از غیب کلمہ را خطابے  
بر افکن پرودہ از روی نجاش  
بر آورد از صدف این در شہوار

نقش کلک خود بگرہ تدقیق  
نجاں باقر عجیب تدقیق تحقیق  
۱۳ ۱۳



## ۹ تیارخ دیگر

چو این نسخه مطبوع شد خاطر من بفتیش تیارخ او کرد و میل

بر سیدم از بافت غیب نال

بگفت "به بینی لطیفست نیل"

۱۰ "تقریباً بر دیوان حضرت حسن نوشته توحید قدس فکر که  
جناب حضرت شاه امین احمد صاحب طالع قصد طبع آن دارند"

حمد خداوند جهان آفرین صورت پیدا و نهال آفرین

دوره عالم متکون از دست صورت اشیا متکون از دست

گوهر و لها صدف راز کرد معرفت خویش در و ساز کرد

خلق همه ساجد و سجد او خلق همه منافی و موجود او

عالم امکاں همه موجود از دست زو است گو بلکه همه عین از دست

پرده رخ در تن غیب از دست بین که عیاں هم همه لاریب از دست

خزنج او در حرم و در غایت جلوه بهر جایست از و غیر نیست

خلق همه صید نمک سود او زله بر مایه جو د او

از همه خلق شرف و اجتناب ساخت مخصوص به انبیا

وز همه خاصاں شرف و برتری داد به آن حنا تم پیغمبری

گردیده ذات و نه اندریاں

نام خدا شان خدا شان از دست

هر دو جهان مشتری ناز او

بخشش وجود و کرم او نعیم

خیل ملک حاجب دیوان او

سجده بر بارگش هر نبی

هر چه بفرمود همه حق بود

صدمه ز اعدا چه کشت جان او

شد چو به او رسم رسالت تمام

فیض خودش رخت قلب علی

دولت این فیض علی اولیا

ز آل همه خاصان خدا کریم

نوشته توحید جناب حسن

قدوه دین زبده اهل صفا

واقف سر حرم کبریا

عالمیاں رازده عاطفت

سحر حلال آمده گفتار او

کے شے پیدا اثر دو جہاں

عرش کے زینہ ز دیوان دست

شینہ شیوہ انداز او

قہر و عتاب و غضب او جحیم

جلوہ حق شمع شبستان او

زلہ بر مایہ اش ہر ولی

صورت او آئینہ حق بود

خود چو حجاب بود نگہبان او

یاقت برو نعمت حق اختتام

فیض علی انور دل ہر ولی

رشد وہ طائفہ انبیا

در حرم خاص ولایت مقیم

غوث زمان مرشد ہر مرد و زن

واصل حق پیشرو اولیا

ہمدم و ہما از رسول خدا

کرو بہ رخ باز در معرفت

معجزہ روح قدس یار او

۱۵

۲۰

۲۵

۵

۱۰



معنی متر آن همه دیوان او

آیه عرفان خط عنوان او

جامع هر فصل خواب امین

آنکه بود منبع علم و یقین

زینت سجاده حضرت شرف

روح شرف راست به سویش شرف

خلق خوشش منظر خلق عظیم

مالک و لها است ز لطف عظیم

جامع علم آمده از عقل و نقل

صاحب تحقیق بهر سر واصل

عالم علام زمان به بدیل

فاضل منظرانه و جبر نبیل

مهدی و هادی ره سالکان

شیخ زمان قطب جهان بیگان

رو به سخن کرد چو طبعش ز شوق

در سخن از نکته و راں بر فوق

گشت نهان نام ظهوری ازو

کرده به رخ پرده دوری ازو

نام خدا سعدی ثانی است

ریشک نظیری فغانی است

خواست کند طبع در این نسخه را

تا بکشد پرده ز روئے خفا

کار عجب همت و الهی او

کرد ز بهر روشنی رائی او

طبع بصر نمود ز فضل جلیل

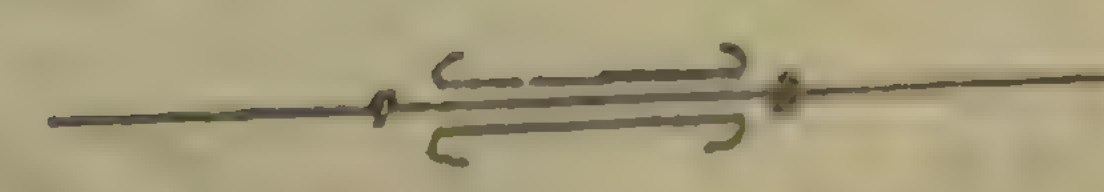
نسخه خوش بهر شفا علیل

با درواں چشمه احسان او

موج فرا دحبه فیضان او

موج فرا دحبه فیضان او

موج فرا دحبه فیضان او



"رقعه منظوم تقریبی بدختمه"

حمد خداوند جهان آفرین

نطق و بیانها زبان آفرین

راست کن نسخه ایجاد خلق

راست بهوش بود انسان و خلق

هست ازو مفرد و ترکیب را

دست بدوشش رقم مدعا

معنی الفاظ فصاحت قرین

گشت از ویسی محل نشین

روئے سخن است صفای ازو

پنجه مر جانت حسای ازو

آتش گلهای چمن بر فروخت

مایه صبر دل لبیل بوخت

تاب و کاکل سنبیل بی باغ

ساز کن نگهت گل باد و باغ

لبیل ازو گشت سبق خان عشق

قری ازو فضل و بستان عشق

جلوه حسن و رخ زیبای ازو

دست و بغل صورت و معنی ازو

ناطقه را منکر معانی ازو

خازن اسرار نهانی ازو

جلوه و کوبه مرسلان

سلسله بند صفت پیغمبران

از همه مخلوق بهر دو سرا

خاص کن طائفه انبیا

وز همه خاصان شرف و سروری

داد به آن حساتم پیغمبری

احمد مرسل که خدای کریم

گشت شنا خواش خلق عظیم

هر دو جهان گرم نیاز و سیت

حور و ملک بنده ناز و سیت



جان عجم روح روان عرب  
جلوه ده صورت حسن تخت  
روح روان محو شرف و خشن  
نه مه من آمده تکل عرب  
مجمع اسرار حدوث و قدم  
غیرت عرش آمده ایوان  
خاک ریش سرمه چشم ملک  
ملک و ملک زله برخوان  
گرد سرش گرد بصد جان خلیل  
معجزه آموز کلیسم و میخ  
انچه نه پاکر ده مکتب گه  
باد ز ما بدیه در و دو سلام  
بعد چنین عرصه هم بانیار  
خدمت اخوان و عزیزان همه  
کز سر لطف و کرم و واجب کمال  
سایه بنیدم ز ره رسم و راز  
هفدهم مکتب تخت جگر

۲۰

۲۵

۳۰

مخزن علم آمد و امی لقب  
زوشده طغرائی رسالت دست  
خرمن دل سوخته شعله اش  
بود مگر جلوه کنای عین رب  
باعث ایجاد وجود از عدم  
شان حد جلوه گراز شان او  
کوشک او پشت و پناه فلک  
جن و بشر بنده احسان او  
مروحه بنیان خوش جبریل  
معجزه آور ز کلام فصیح  
بردستی در همه از هر کس  
برف و برآل کرامت نام  
مادهدم روشف و اقیاناز  
خدمت احباب و محبان همه  
پانزده و شانزده از شهر حال  
بازرگانم به بزرگان نیاز  
روح روان مایه نور نظر

نام خدا احد سبحان نام  
مایه عیش و طرب و انبساط  
با همه ترتیب و همه انتظام  
چشم ز لطافت و غیایات ثنای  
که همه تاریخ و تمدن و موزند  
ما حضر از لطف تناول کنند

ملتسم گریه اجابت رسد  
منت و احسان بدل حال شود

۱۳ قطع

ایستاده خند و تهنیت مجلس منلا و سر نیک و چشم مومنی و شایسته کبر بود  
تجلس مولود مبارک بتو محفل مسعود مبارک بتو

بذل و عطایا بتو میمون بود  
حمت و اقبال تو در اوج با  
بزم پر از نعمه خیک و رباب  
مایه پر عیش نشاطت بت  
دست خلایق به عایت دار  
خاطر خوشنود مبارک بتو

حب نبی روز قرون شد ترا  
سیرت محمود مبارک بتو

۳۵



۱۳

این قطعه بحواله رباعی حضرت غالب که شعر نایش این است نوشته شد  
 زاجماع چه گوئی به علی بازگردد / مه جانی نشین مهر باشد نه نجوم  
 دین شعر اظهار شیخ خود نموده اند و انکار اجماع نموده حال آنکه اجماع از اصول دین است  
 اصحاب نجوم اند نه هرگز بر کس / اطلاق مه آمده به حدیث نبوی  
 مه نیز بود و چینب از جمله نجوم / این امر بدیهی است بداند صبی  
 زاجماع چون منکر نوشته ای تا دل / حامل چه زگر و دین تنها بعلی

۱۴ "قطعه تاریخ ولادت فرزندان رحمتخانه میاں عبدالغیر زده سحری"

بند احمد کایز و متعال	عشرت تازه بیا بخشید
از کمال کرم عطا کرده	مایه زندگانی جاوید
یعنی عبدالعزیز اللف	داده فرزندان رحمت سعید
حسن الله وجه سلوه روشن	محو صورت بماند هر که بدید
هر طرف غلغل مبارکباد	از زمین خاست بر فلک پیچید
از کمال نشاط و جوش طرب	میکند رقص بر فلک تابید
در پی فکر سال سیلاوش	دل خورم چو سر بچیک کشید
انکمال سرور کرده غلط	عدو سال را دم تسوید

بیخبر از فنونی عدو  
 گفت ناگه "زبیه چراغ امید"

هجری ۱۲۸۰ - ۱ - ۱۲۸۱

۱۵ ایست در فصلی فریاد

چون بعد العزیز فرزند	حق عطا کرد از کمال کرم
گشته و انچه دل عاشق	دل هر دوستان شده خرم
عشرت و بهجت و نشاط و نور	چون عناصر بدل شد به هم
داده در شادیا نه جد و پدر	ز روسیم و جواهر و دهر هم
خلعت خرد و طلسم و دیبا	اشتر و نیل و اسپ و دایم هم
خواست فکر رست چو بار خورش	بر سر آسمان نهاده قدم

بهر اظہار رسال فصلی او

بانگ برداشت "نیر عطش"

۱۲ فصلی

۱۶ ایست تاریخ مسیحی فریاد

تربیش رس و گلشن اقبال بود

۱۷ "قطعه تاریخ ولادت فرزندان رحمتخانه محمد تقی سلمه"  
 مدشکر که از کمال فضل فضال / آمد بوجود فضل فرخنده خصال



بردار تخلص و بخوان تا بخشش

خورشید و میدہ یا قرا از اوج کمال  
۱۲۹۲

۱۸ "قطعه یارخ ولادت فرزند نجانبه میان احد کریم دیانواں"

مطرب خوش ترانه امشب      ساز عیش و طرب ساز و بیا  
غلغل دوت تو انج پیچ رسا      نغمہ نے زعرش کن بالا  
خوش در آورہ حجاز و عراق      در صفا ہاں بدہ نغمہ صدا  
جوش مستی زن و بخوان از ناز      یہ محب باندہ شو برقص در آ  
کن سرودے بلخن و اووی      اندریں بزم شادمانی ما  
وہ چہ بنے کہ رشک فردوس است      از پری طلعتاں مہر سیا  
شیشہ و ساغر است بادہ ناب      ساقی گلزار مہر لقا  
ہاں چہ شادی کہ شادے مثلش      روئے نمودہ است در دنیا  
شیخ واحد کریم راعینی      پسرے کرو حق ز لطف عطا  
وہ چہ طفے بود پری طلعت      دو جہاں باشد بے جانشیدا  
غیرت مہر و رشک ماہ منیر      مطلع آفتاب غزو علا  
سرود بجوئے گلشن دولت      بحر اقبال را در بیکت  
جذالطف کردگار جہاں      جذافضل بے شمار خدا

حق تعالی سلاطین دارد      از سر لطف تا بروز جزا

۱۵ کرد باقر چون کترا بخشش      دل شیدائے حسن معنی ما

قلم ما نوشت بے کم و کاست  
"شمع کاشانہ تمت ہا"

۱۲۸۴ ہجری

۱۹ "قطعه یارخ فرزند احمد دوم نجانبہ عطا حسین سلمہ"

کہ تیاریخ ۳۰ ربیع الاول در دریا پور تولد شد  
شکر خلاق جہاں کر فضل و جود      طفے مبارک طالع نیکو انجام آمد  
یعنی ز افضال خدا طفے عطار ارشد عطا      فرزند دل بند دوم کو خوش دلار آمد  
چوں شد تولد آں پسر از جوش شادی طرب  
گفتم پے تیاریخ او "فرخندہ منجم آمدہ"  
۱۳۱۳ ہجری

۲۰ "قطعه یارخ وفات شیاہ غلام حسن بیہوی عنون کالہ میاں"

چو آں سر کردہ صاحب دلائل مقتدائے ہیں      کہ نام احسن ورائس و جان روزیانی شد  
ز قلب صافی او حرف مدحت لپہ بر خوانم      تعالی اللہ جنید وقت و شبلی زبانی شد  
کمیت طبع در میدان معنی کرد چوں حلالاں      بعہد خوشی تن گویا نظیری و فغانی شد



بگشاید این جهان بی نشان یعنی ازین دنیا فانی در سر جاوانی شد

ز بهر سال تاریخ و فاش با تفت غیبی  
همین گفتا گجالت دلی حلاق معانی شد

۱۲۵۸ هجری

۲۱ "قطعه تاریخ در وفات مولوی گوهر علی نور الله مرقد"

عالمی خسته و پریشان شد رفت گوهر علی چو از دنیا  
حرفی از دفتر کمالش بر زبان آورد کرا یا را  
وصف خلقش حدیث نبوی چه کند کس صفات او انشا  
مثل او در جهان ندیده فلک بود در حجب و صف بے همتا  
ما هر حیل علوم و فنون عالم دهر و فاضل غرا  
کوه تمکین و آسمان و قار سکته آرائی تقدیر مجد و علا  
فیض طبعش روان چو بر میطر بذل وجودش چو بخشش دریا  
لطف عامش نجاس و عام تمام بامیر و قتیب و شاه و گدا  
چه سراییم بخرج او حرفی بد چو نام خودش در یکتا  
شد جهان از وفات او تاریک آنچنان که غروب مهر سما  
نه ویم سینہ زمین شوق شد ماتمی شد لباس گردوں را  
با هزاران عشم و طلال الم دست با تفت بسر زد و گھتا

بهر تاریخ در سینه بھری  
"زینجاں رفت آل ابوالفرا"  
۱۲۵۸ هجری

باز نختی ز دل برید و گفت تا شود سال فصلیش پیدا

مصرعه بادل ملول و خیز  
"ریشک حاتم بر دواویلا"  
۱۲۶۹ فصلی

۲۲ "قطعه تاریخ وفات حضرت مولانا مقتدا مولوی محمد مهدی بن"

چه جانگداز خدایا مصیبتی و دلو که گشت خاطر هر کس از آن ملول و خیز  
همین نه در دل انسان خلیه شتر غم که گشت خون جگره سیان عرش نشین  
جناب قبله آفتاق مولوی مهدی که ملک علم و عمل داشته است زیر نگین  
بغزم سیر جبابا گلشن فردوس پرید طایر روحش با وج علیین  
بیپاکی و بطهارت بجای و عزت شد بیارگاه خداوند و الجلال قریں  
شده است خلق سیه جامه از پیر ماتم بزنک کاکل جاد و شان زهر جبین  
من و خدا که عجب شمع علم شد خاموش که سوخت آتش این غم دل زمان زمین  
همین نه در فن معقول بود شیخ منم که بوده است بمنقول منسیرین متین



بفکر سال وصالش چو فرسودہ ہوں  
نشستہ با جگر خستہ و دل غمگین

رسید از لب ہاتف بگو شمع این مصراع

”چہ مہر عسل آہی نہفت زیر زمیں“

۱۲۹۳ ہجری

۲۳ ”قطعہ تاریخ انتقال و اور حسین مومن ساکن شاہ پوریکہ“

داور نیک ذات پاک نہاد در روئے عدم چرخ نہفت

دل خوگشتہ محباں را نشتر غصہ و الم بر سفت

ہاتف غیب سال تاریخش با ہمہ محنت و محن چن جبت

خراشیدہ ریش را خراشیدہ

دخل الجنة النعید کو بخت

۱۳۰۹ = ۱۰ - ۳۱۹

۲۴ ”قطعہ تاریخ وفات شاہ ارشد علی بختیوی“

چو رفت ارشد علی از دار دنیا سر شک از دیدہ خون از دل بجوشید

ز ماں سرگرم فریاد و فغان شد ز آہ و نالہا و لہا خروشید

خوشایستخ زمان و صوفی وقت کہ غیر از ذکر حقش لب نہ جوشید

تسبیح و تہلیل و تہذیکر بہ تحصیل رضائے حق بجوشید

ازیں دار فنا چوں کرد حرکت صدائے مغفرت از حق بجوشید

شراب صافی مشکین ختمے ز دست ساقی کوثر بنوشید

سروش آمدے سال وصالش

”روائے رحمت سبحان بنوشید“

۱۳۰۸ ہجری

۲۵ قطعہ در تاریخ رحلت و خمر زاوہ خود محمود و بختیار فرما

چو محمود... از دار دنیا رسائی بملک عدم یافتہ

چکویم چہ ازین مصیبت چہا دل در دست اداں الم یافتہ

ز جو رو ستمہائے شگس دلاں وجودش لباس عدم یافتہ

پے کشتن او بہ بیماریش دوا در ہلاہل بہسم یافتہ

بایں خرد سالی و طفلی مقام زدنیا بہ باغ ارم یافتہ

دل ہاتف غیب زیریں باجرا بے درد و اندوہ و غم یافتہ

سر آہ بسیرید تہ تاریخ او

بگفتا۔ شہادت ز رسم یافتہ

۱۳۱۲

۲۶ ”این قطعہ تاریخ بابت تعمیر مقبرہ زکریا کہ طرحت آن نقرمودہ اند“

بنا چوں کردہ شد ایں روضہ پاک سرور خاطر اہل صفات

پے تاریخ امت مہم عمارت مرا از جانب ہاتف نہاد



تو بگذر از سستی و فرما  
زیارت گاه دینداران باشد

هجری ۱۳۱۶ = ۵ - ۱۳۲۱

۲۷ قطعه تاریخ وفات شاه محمد اکرم مرحوم و مغفور  
عزیزم شاه اکرم سید الحاج که دستش بود بحر و خیرات  
ازین دار فنا بشوکت و شان بلکه جاودانی رفت بهیات  
چو جسم سال تاریخ و فاش  
سروش آمد "خرامید بجات"

هجری ۱۳۱۶

۲۸ قطعه تاریخ وفات خانبهلا سرست صاحب صاحب گنج گیا  
چون حضرت سرست مریدش اصدق از دار فنا راهی فردوس بگردید  
عالم ز غم رحلت آن شیخ طریقت خون رنجیده و برپه پاشید  
خود رفت بفردوس برین دل خلقه در خاک زبس حیرت و در خون بطیانید  
هست چه تو او کرد که آن شاه بزودی سیر از سر دنیا شد و عقی بیسندید

پرسید ز باقی چو دم سال و فاش  
گفتا ز ره غم که "بخت بخیر امید"

۱۳۱۶ هجری

۲۹ قطعه دیگر در تاریخ رحلت حضرت ملا سرست قدس سره فرماید

چو جناب پاک ملا سربالبان ملا زبهاں نمود عزم سفر و یار و اور  
دل خلق گشت پر خون ز فراق غرض او بجاں فگند شور غم او چو شور محشر  
ز کمال خود که پوشش ثبوت و طریقت پے ساکال این ره شده دستگیر و میر  
همه تن ز سیر دنیا شده سیر خاطر او سر عرش کرد منزل بر مصطفی و حید

ز کمال در دو غمها پے سال رحلت او

ز فلک نذر آمد که "ایا حجت بیکر"

۱۳۱۶ هجری

۳۰ قطعه دیگر در تاریخ رحلت او شان قدس سره فرماید

همیشه زیر زین سرست مست عشق حق بوده ست به فیض دین آن جامع علم و عمل  
از برگ آن تقوی گزین در گریه شد شمس و قمر هم زهره و هم مشتری بگریست مرغ و رحل  
در طاعت حق نفس سرگرم بود و مستعد بوده ست اوقاتش بری ایم نقصان خلل  
در راه موالی به ریاض صادق بزهد و اتقیا کامل بوصف اولیا بیرون زلبیس و غل  
شیرین کلام خنده روز خنده سیرت نیک خلق خدا خوش شود از دود لطف و غنی بطل  
خوش صوفی خلوت نشین کش نور وحدت بر جبین بر چرخ بگشت ازین در خلد زو طبل و دهل  
سرست فیض سرمدی هم چشتی و هم قادری هم اصدقی هم صادق هم فخری فخر مل



نامش ندوق عارفان از قند و از شکر لیدند      ذکرش بجام کمالان شیرین تر از شان عمل

چون روح پاکش بر ملک رفت از زمین بافت

از بهر تارخیش چسب "اے منظر علم ازل"

۱۲ ۱۳ هجری

۳۱ قطعه تاریخ وفات مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی

که بتاریخ ۲۳ - شهر ربیع الاول ۱۲۱۳ هجری مطابق ۱۲ ماه سپتمبر ۱۸۹۹ هجری انتقال فرمود

فضل رحمن که بود مرشد دین      پاکباز و لطیف و پاک سرشت

بادی و در بهمان اهل یقین      چو ز دنیا گذشت شد به بهشت

در و مندان به بافت غیبی      گریه با کرد و تخم حسرت کشت

سر ..... برید

"رهبر راه معرفت" بنوشت

۱۳۰۳ - ۹۰ = ۱۳۱۳ هجری

۳۲ قطعه تاریخ رحلت حضرت اوشان قدس سره فرماید

قطب زمان آنکه نبودش نظیر      بادی دین مرشد زهاد بود

فضل که بود دست به رحمن مضاف      نام خوشش ذکر چو او را بود

بود بزرگ که ز اخلاق او      خاطر هر پیر و جوان شاد بود

داشت نگهبانی باطن بدست      از کرمش ملک دل آباد بود

پاک ترا دے که دلش از صفا      جز بخت از همه آزاد بود

از طرف هند و دیار عرب      شهرت او تا حد بغداد بود

رفت بفرودس ز نیای دین      بسکه ازین دایره ناشاد بود

آه بدیدیم ز اندوه او      بزم طرب کج غم آباد بود

از پی تاریخ وفاتش سرود

گفت "من روع اید آباد بود"

۱۳ ۱۴ هجری

سه قطعات در جواب قطعات مولوی عبدالصمد داسلمی

و منشی جواهر سنگه جوهر لکهنوی

مولوی احمد علی ننگالی تخلص احمد در جواب "قاطع برهان" حضرت غالب کتابی

موسوم "به موید البرهان" تالیف کردند حضرت غالب کتابی موسوم به

"بیغ نیز" در جواب نوشتند و قطعه هم زرد مولوی احمد علی فرستادند که مطلعش

ایں بود

مولوی احمد علی احمد تخلص نوحه در خصوص گفتگو پیرانشا کرده است

مولوی عبدالصمد داسلمی احمد علی احمد قطعه در جواب قطعه حضرت غالب

نوشتند در جوابش حضرت باقر قطعه نوشتند که قطعه اول این سه قطعات است

منشی جواهر سنگه جوهر لکهنوی در جواب نوشتند و مولوی عبدالصمد داسلمی قطعه دیگر شاعر کردند



قطعه دوم و سیوم حضرت باقر در جواب این دو قطعات

۳۳ قطعه اول

در جواب قطعه مولوی عبدالصمد قدس سره منقول از تنگامه دل آشوب  
 ۵ ۱۰  
 ۱۵  
 ۲۰  
 ۲۵  
 ۳۰  
 ۳۵  
 ۴۰  
 ۴۵  
 ۵۰  
 ۵۵  
 ۶۰  
 ۶۵  
 ۷۰  
 ۷۵  
 ۸۰  
 ۸۵  
 ۹۰  
 ۹۵  
 ۱۰۰

له از "الکنه" اشاره به مولوی احمد علی احمد است و از "افصح" به حضرت غالب -

له مراد از "مؤید البرهان" است که مولوی احمد علی احمد در جواب "قاطع برهان" حضرت غالب تألیف کردند -

خویش را با او ستاد خوش سوا کرده است  
 من فدای او چه خوش تفریح کرده است  
 رشتند خلق خود را بجا کرده است  
 ۱۵ پروه شرم و حیا ز روی خود کرده است  
 عیب نهایش حقیقت آشکار کرده است  
 دفتر باشد شرح آنکه اش کرده است  
 تا به بیند هر که خوش چشم بنیا کرده است  
 ۲۰ بر زبان دارند این مطلع که بر او کرده است  
 لیک نتوان گفت کاین پیوده املا کرده است  
 آنچه خود میکرد شعرش نیز گویا کرده است  
 گزنجیب و معروض که کار بجا کرده است  
 از فصاحت شعر ایشان معرا کرده است  
 گزنجیب و معروض آخر که بجا کرده است  
 ۲۵ نامیان هند را دشنام بجا کرده است

له از "کوچک بدل" اشاره به مولوی عبدالصمد قدس سره است که در جواب قطعه حضرت غالب قطعه نوشتند که مطلعش بود  
 سه فرقی باطل است صاحب نظر بشنود من  
 و این قطعه حضرت باقر در جواب همان قطعه مولوی عبدالصمد قدس سره است -  
 سه اشاره است به شعر از شعرهای قطعه مولوی عبدالصمد قدس سره  
 زشت گوئی را چون کار عقل دانند پس چرا

نامیان هند را دشنام بجا کرده است



کردن دشنام کے باشد روانہ فصیح  
 بخیر از کوچه دانش چه آید کرده است  
 غیر ازین از سستی ترکیب لغو و خسو و لغز  
 نیمه مغربائے او هر چه قضا کرده است  
 به چو روز روشن است نیک و شگفت است  
 بر خندان جہاں ہر کس تماشا کرده است  
 با ہمدندان استعدادیں شور و شغب  
 بود کے جائز مگر از راہ سودا کرده است  
 ۳۰ بخیر و شاکر دی احمد کہ کردہ است آشکار  
 تا چه طرفے نیست زیر کار یکہ پیدا کردہ است  
 ہاں بیاناواں بیابا و ستا و خوبیا  
 غالب استاد جہانش حق تعالیٰ کردہ است  
 سرخاک آستانش نہ پئے عذرت  
 حق پرستیہا اگر در دل ترا جا کردہ است  
 ستر مکتوم معانی بلہوس اینجا بجے  
 گردنت رفر معانی را تمنا کردہ است  
 باقر از شکرانہ ایں کے توان آید بر  
 کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است

### قطع دوم

در جواب قطعہ شعی جو بہر نگہ جو بہر خاص شاکر و مرزا ناطق کرانی منقول از  
 ہنگامہ دل آشوب دوم

جو ہر دانش پر وہے نکتہ سخن نغمہ گو  
 آنکہ در ملک معانی داور ہا کردہ است  
 بردگوئے بقت از ستا و خود صد مرجا  
 سحر کار ہا عجیب و نظم پیدا کردہ است  
 جدا انداز و خوش طرز خرام خاموش  
 زندہ جان ستا و خود ازین ادہا کردہ است

می برد دل در سخن ہے چه چہ انداز است  
 ہوشم از سر برو صبر از دل ز عشق فانی وضع  
 رشک اقبال است و شیوا ز بانیہا بلے  
 ہاں مگر کج محج ز بانیہا زوجہ کم سن است  
 خاتمہ شیریں نوادر پردہ تاکہ نغمہ ہا  
 ہاں کشیدن می توان شیر بران زباں  
 آن جو ہر میں کہ جو ہر کرد نام خویشین  
 حرف علت چوں گراں آمد و اندامیاں  
 دعوی شاکر دی مکرانیش و آنکہ چنین  
 پیچ و زنگرفت فیض استادش و اعجب  
 عمر خود بر باد و دوا آخر چرا و مشق شعر  
 ریخت ایں ہند و بینید آبروے پارسی  
 نیت از منہ خبر باشد اگر مسند الیہ  
 لفظ اگر باشد غلط باشد ہما غفواست  
 زعفران زارش بخوانم نے زمین شعر او  
 کرد بسم اللہ غلط ماواں چو گھٹا ایں چنین  
 ۱۵ من برش گروم چہ طرز نظم پیدا کردہ است  
 طرفہ سحر ہے میں کہ ہند و راہہ ما کردہ است  
 نطق اوانہ از ناطق را ہوید کردہ است  
 آفریں بادش کہ حق نہیں گویا کردہ است  
 آشکارا گوچہ کلک گوہر ایشا کردہ است  
 انقلع کفر واجب حق تعالیٰ کردہ است  
 طرفہ تحقیق بنام خویش پیدا کردہ است  
 از دروں ساقط چنین آسائے کردہ است  
 در زبان سوقیان ایش رو غوغا کردہ است  
 قول سعدی صادق آید انجہ ایما کردہ است  
 چوں ہیں ہما دانش ہما کردہ است  
 طرفہ کج و کج پریشان گفتگو ہا کردہ است  
 ہست ترکیب غلط گزیرا کردہ است  
 لغو و خسو و مہمل و موضوع یکجا کردہ است  
 خندہ می آید کے لکائیں تماشا کردہ است  
 جو ہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است

۱۵ اشارہ است بطلع قطعہ شعی جو بہر نگہ جو بہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است: شاعر نے ہاں کے ہاں پر پارہ است



۲۰ بایں امروزے پیر باشد گر نباشد لغو و خوش  
 اگر آبادی خدا نے نظم با خود غالب است  
 کاشکے دانستے با خود چه معنی اشتی است  
 "میکنم تسلیم" ہاں پیر بخارا غالب است  
 خود بود نادان مگر مغلوب طفل لکھنو  
 ۲۵ می سراید مصرعہ در شاں آں احمد علی  
 سستی ترکیب این مصرع ہی باشد عیاں  
 "می توانم گفت" نامہ ہر کہ از ایران بہند  
 خندہ می آید مرا برداشش و بخت او  
 صدر ہزار شاعران نغمہ گو باشد بے  
 ۳۰ من تقریباً فصاحت بایں مصرع کہ خواند  
 "علم و فضل" دوستان بر نطفہ شیر از نیست  
 معنی او منحصر بر نطفہ شیر از نیست  
 بخرد شوق حکم گشتن ہی وار و بے

الحذر زین ہو کایں بچارہ اینجا کردہ است  
 مصرعے زینیاں بگر شاعر نشان کردہ است  
 شاعر شیریں زبان با چہ املا کردہ است  
 این کلامش میں کہ شوخی اشقیا ضا کردہ است  
 غالب راکلکش از پیر بخارا کردہ است  
 "احمد و رانی" آں احمد کہ ہیجا کردہ است  
 ماسبق را ہیچ بے ہم نہ پیدا کردہ است  
 مصرع اش باشد کہ املا حکم اینجا کردہ است  
 کایں خرد و دشمن چہ این ہووہ عوی کردہ است  
 آنکہ سہ ہند نے روئے تماشا کردہ است  
 "نظم رنگیں" شوخ مصنفوں کے ہیجا کردہ است  
 مصرعہ با صد فصاحت کلکش املا کردہ است  
 لیکن از بطن خود این مخفی پیدا کردہ است  
 از گلیم اندازہ پیروں بلہوس پا کردہ است

۱۔ اشارہ است بہ شعر دوم قطعہ جو ہر  
 ۲۔ اشارہ است بہ شعر ثانی قطعہ جو ہر  
 ۳۔ اشارہ است بہ شعر چہم قطعہ جو ہر  
 ۴۔ اشارہ است بہ شعر دوم قطعہ جو ہر  
 ۵۔ اشارہ است بہ شعر چہم قطعہ جو ہر

خود حکم کے متیوان شدہ بال حکم باشد بے  
 آہ زین نادانیش فریاد زین نادانیش  
 "کاف" "ماو" کاف "نگالی" تہ یک حکم را  
 قرق میدانہ کسے کو را بود و وقیح  
 اعتراض تانیش ناشی ز سہو کاتب است  
 خاتمہ معجز نگار حسہ پرواز نصفیہ  
 خوب تقریر طیف و نیک تحقیق انیق  
 میتوان نگار سیتن آں جملہ را با غور و فکر  
 آن فدائیں پیشتر با قردل ما بردہ بود  
 آن فدائوش منظر آمد جو ہر آمد خوش مزاج  
 ۳۵ با ہمہ چیلے کہ وار و طرفہ دعویٰ کردہ است  
 ۳۵ کر نہ ہالت اعتراض پوچج بر ما کردہ است  
 صدر و اوسط را بر ہم خویش یکجا کردہ است  
 چوں نداندا و چہ را ہنگامہ بر پا کردہ است  
 لفظ مصرع او بجایے شعر املا کردہ است  
 کو با تسلیم معانی خسرو بہا کردہ است  
 ۴۰ در جواب اعتراض جو ہر نشان کردہ است  
 گردنت تفصیل و شہر حش را متنا کردہ است  
 جو ہر ما حالیا این فتنہ بر پا کردہ است  
 وہ چہ شوخیہا بصدنا روا ہا کردہ است

۱۔ در شعر بیت دوم قطعہ اول خود حضرت باقر بر اشباع "کاف" کہ در مصرعہ مولوی عبد الصمد فاخر مجیب و معرین  
 کہ کار ہجا کردہ است واقع شدہ بود اعتراض کردہ نشی جو ہر نگہ جو ہر ہاں اعتراض بر مصرعہ ثانی قطعہ اول حضرت باقر  
 آوردہ و گفتند سہ میکنم کج ج زیناں را کاف "نگالی" بے "کر مجیب و معرین کہ کار ہجا کردہ است" طغیہ نشان کردہ  
 غالب باز خود موزوں نمود کہ مرا تمیز غالب حق تعالیٰ کردہ است۔ حضرت باقر درین شعر جواب آں اعتراض دادہ  
 و در قطعہ سیوم ہم جواب اعتراض عبد الصمد فاخر و اختہ اند و تائید صحت دعویٰ خود از اشعار راستانہ کردہ اند  
 ۲۔ در ہر حصہ ہنگامہ دل آشوب حصہ اول در شعر بیت و سیوم قطعہ اول حضرت باقر بجایے لفظ  
 "شعر" لفظ "مصرع" از سہو کاتب طبع شدہ بود۔  
 ۳۔ مراد حضرت میرسد و فرزند احمد صفیر بلگرامی آروی اند کہ شاعر بے بدل بودند و تحقیقات لغات ہی  
 وار و دیا پائے بلند داشتند۔



آل اگر نور نظر بود این سرور سینت شد زنده باشد خوش دل غمیده ماکرده است

باشد شش هر خط از ماصد نیاز و اشتیاق

کو چو جان اندر حیرم دل مرا جا کرده است

۴۵

۳۵ قطع سوم

در جواب قطعه ثانی مولوی عبدالصمد قدس منقول از رنگامه دل آشوب دوم

مولوی عبدالصمد یعنی فدای نکته سنج

ده چه خوش قطعه که قطعات جواهر نشا

مرحبا صدم حیا خیزد ز قبر انوری

بسکه از هر حرف حرفش میگوید آب حیات

کشتورنگ کاله زونا زو بخود نام خدا

بلبل شیر از باشدت عربنگا لوی

جوهر علم و ادب را بهر شهرت داده عرض

آفرین بر وقت طبع رسایش آفرین

واو از هر اعتراض داو خوش فنی چه خوش

می سراید نغمه دلکش با بنگ عجب

۵

۱۰

صله مراد از قطعه اول باقر است - که بخیر بکبر اول و ثانی بر تخطائی رسیده و پسین به لفظ باله کشیده - نام چکنی خروید و زیاده ازین نامند بابر و عدیل و غیره داشته و در دو خمرانی اند است (برایان قاطعاً) -

میکند تردید قول ما با برادر خجیف

اوز تا فنی جواب حضرت غالب نوشت

که در وقت طبع برهان بر عیش گوینا

وین بغیر جنگ اینک میان جان بخت

لنگ لنگال جلوه گر شد بر سر میدان زرم

شرح پروانم جواب اعتراضش حالیا

این نوای خارج آهنگش گوش دل شنو

هاں سخندانان خوش ضرب و ترقی بگریه

نسبت رویه بشیر از نسبت اول قوی

لفظ حیثیت چرا با باشد مرادف علم را

ببخرد مفهوم حیثیت بود اسلوب وضع

میتوان دانست باشد از این لفظ جواب

اتباع رسم استا و خود آغا کرده است

یعنی از بدیان تر وید آنچه انشا کرده است

کعبه را شکسته تعمیر کلیا کرده است

سر زهر خنجر و تیغ و سناها کرده است

غیرت طبع که دارد این تقاضا کرده است

کز ره فکر رسا در خاطرش جا کرده است

که بتقریر عجیب ایراد بیجا کرده است

اندین شعر یک کلام باقر املا کرده است

در ضعیفی نیست ظاهر شکسته اینجا کرده است

معرض بین طرف استلزام پیدا کرده است

زاید از اسلوب خود بخنی که آغا کرده است

که اضافت الزومانه تقاضا کرده است

۱۵

۲۰

صله اشاره است به اعتراض مولوی عبدالصمد قدس قطعه اول حضرت باقر به صعو به اشعار زکرم زدم شدن نه غلط و نه زیاده با شیر خجیف گفته برآورده است - در شعر نوزدهم این قطعه جواب آن اعتراض داده اند -

صله بر لفظ حیثیت که در شعر نهم قطعه اول حضرت باقر واقع شده است مولوی عبدالصمد قدس معترض شده و گفته که لفظ حیثیت بجای علم میخواهد بماند و زایل یاری از این معنی که املا کرده است گفتند

صله بر لفظ جواب که در مصرعه اول شعر هشتم قطعه اول حضرت باقر آمده است مولوی عبدالصمد قدس معترضانه سه خوش مضامین آورده در شعر دوم لفظ جواب به دوستان بنیادین هندی تماشاکرده است

(لفظ جواب در شعر هشتم واقع شده است نه در شعر دوم) -



گاه مذکور است و گه مخدوف جز و تانیس  
مولوی جامی که با دار حمت جتشت تبار  
۲۵ حیثیت دانی مطلبش یعنی جواب صلوات  
پیمیان مفهوم شعر است از لفظ جواب  
مصرع ثانی بود تفسیر آن تقدیر و پس  
خند خدا آنکه می آید بسوی ریشخند  
چون بتقریر جوابش خامه بکشاید زبان  
۳۰ هاں تردد باشدش در تان زاید غالباً  
در جواب قطعه جوهر جواب حسین را  
و آنکه کاف را نظیر کاف باشد شایع خو

نیک اندر هر که رسم قوم احصا کرده است  
اندرین مصرع حذف جز و تانیس کرده است  
اقتضای شان محل تقدیر آنرا کرده است  
حذف لفظ قطعه را اینجا قافیا کرده است  
و آنکه نافی می عجب ایراد بجا کرده است  
تا چه شک در دل الای و جا کرده است  
معرض نشانی شک خود جو اختیار کرده است  
آنکه کلاب کاتبش از سوا املا کرده است  
خامه معنی نگار آتش کار کرده است  
از ره چیل و کمال ساد گویا کرده است

ملک جامی علیه الرحمه بهر سلام کن رتبه در جواب آن لب بد که در سلام ما پس یکجواب از تو  
له بجای لفظ ریشخند که در شعر جامی دوم قطعه اول حضرت باقر واقع شده است لفظ ریشخند از غلطی کاتب و پرچ  
بنگامه دل آشوب حاصل طبع شده بود مولوی علیه الصلوة و رحمه الله در قطعه دوم خود شعر میکنند دی گویند  
ریشخند خلق خوش است در شعر دیگر  
شعر بیت و سیوم قطعه اول حضرت باقر لفظ مصرع بجای لفظ شعر از غلطی کاتب و پرچ بنگامه دل آشوب طبع شده  
منشی جامی که جوهر معرض شده حضرت باقر در شعر دوم قطعه دوم خود جواب عرض داد مولوی علیه الصلوة و رحمه الله در قطعه دوم خود عرض  
آورده و گفتند که معنی مصرع را قلند و خود شعر خود بر بحیثیت بد خواند این برگردن نشانی نگار کرده است  
شعر مولوی علیه الصلوة و رحمه الله اول گفتند که نیک میدانند و انیایان تحقیق آشنایند که مجیب و معرض کار بجا کرده است  
و در قطعه اول خود حضرت باقر فرمودند که نیک میدانند اهل را از کمال شایع کاتب از فصاحت شعر ایشان برگزیده است  
مولوی علیه الصلوة و رحمه الله دوم خود بر قطعه اول شعر باقره باقر از شکر ایشان که توان آمدن بد که در تلمیذ غالب قوتی کرده است  
معرض شده گفتند که جاسی دیگر باز میگوید که این شایع کاف از فصاحت شعر ایشان برگزیده است  
خند می آید مرا بر خورده گیر بیایس او بد خود بدو آنکه بطبع غریب کرده است

کاف صد رو کاف اوسط مختلف باشد بحکم  
دید عجزت کث و بنگر این اشعار را  
گر کنم قطع نظریں کاف لفظ کار تو  
یاں بفرمائی خدا را که زبانی کار حسیث  
و عوی نخوتیش و آنکه به پیش تبیل را  
یاں بگو تبیل کے اندر لغت باشد صحیح  
و آنکه بر شکرانه دارد از سر جمل اعتراض  
گر بلفظ مشک داخل گشت حرف نسبتی  
میں کلام حضرت حافظ که چون فرموده است

میں دو اوین گردایت چشم بینا کرده است  
کز پی جمع دل تو کلکم املا کرده است  
۳۵ آنکه بعد کاف در شعر تو ما و کرده است  
گر تافرانه در شعر تو پیدا کرده است  
و نخستین قطعه خود آنکه املا کرده است  
جائے ابطالش هم کلکش چه بجا کرده است  
فکر و قول سخن سخنان مکرنا کرده است  
تج در معنی گوناواں چه پیدا کرده است  
۴۰ اندرین شعر که اندر حاشیه جا کرده است

که خیال من از خاک مصلحت بخشند  
که ز خاکش نتوان با تهنگی پر کرد  
که بحر شس لب از خطا مصنون  
که بهامیر سد زمان وصال  
که برویم در این واقع را ساخته باز  
حور یان رقص کنان سحر شکرانه زود

له اشاره است بر لفظ کا که در همان مصرع مولوی علیه الصلوة و رحمه الله واقع شده است که مجیب و معرض که کار بجا کرده است  
له در قطعه اول خود مولوی علیه الصلوة و رحمه الله پاسخ اقوال بجاایش و ششم بیدنگ بد کرده ام تبیل  
بر یک انچه ایما کرده است  
له در قطعه اول حضرت باقر فرمودند که باقر از شکرانه این کے توان آمدن بد که در تلمیذ غالب قوتی کرده است  
مولوی علیه الصلوة و رحمه الله هم نشست لفظ شکرانه تماشا کرد و نیست بد شکر و شکرانه مراد و آشکارا  
کرده است



ہست ای نادان بدان لفظ سخندان اجمن  
چوں سوئے لفظ جہاں و خواہ عالم شد مضامین  
و انمودن راجہ خوش گشتا جواب باصواب  
۴۵ فاعل فعل رسد گم کرد در قول سخن  
فاعل فعل رسد باشد ضمیر حرفین  
و آنکہ با خواندہ است بعد بوجوب و جملے  
اعتراف میکنہ نادان بضم و کسر

کافضائے واحد و جمع و ثنی کرده است  
معنی در حکم استغراق پیدا کرده است  
یعنی غیر از ترجمہ دیگر چہ انشا کرده است  
جستجو ہر چند ہر جانب چو اعلیٰ کردہ است  
آنکہ در ماقبل کلمہ شاعر ادا کردہ است  
بیخود اورا مگر ہیجان سودا کردہ است  
آخر از دست خوش قائل ادا کردہ است

۱۔ لفظ سخندان جہاں کہ در مصرعہ دوم شعر بہشت و ششم قطعہ اول حضرت باقر آمدہ مولوی عبدالصمد فدا قطعہ دوم گفتند  
۲۔ ماورای خطایں لفظ سخندان جہاں بہ طرفہ حسن و خوبی شعر انکار کردہ است۔ لفظ واحد را بجائے جمع آوردن جواب  
۳۔ این چنین جا بجا لفظ را تفسیر کرده است۔ مراد او نشان اینست کہ بجائے سخندان جہاں سخندانان جہاں بیاید  
۴۔ اشارہ است بشعر مولوی عبدالصمد فدا لفظ واکردن بود با یاد کردن متحد بہ و لغت میں گرتاوردن دل  
شکے جا کردہ است۔

۵۔ مولوی خواجہ سید محمد الدین حسین سخن در قطعہ خود کہ در جواب قطعہ اول مولوی عبدالصمد فدا اشارت کردہ بودند گفتند  
عرفی و قش گویم کہ مطلب وارسد بہ خامہ جاودہ طرازش انچہ انشا کردہ است۔ در قطعہ دوم مولوی عبدالصمد فدا گفتند  
بنگریدے شاعران مگر کہ شاگرد رشید و شعر خوش و درجہ اتا و خوانشا کردہ است بہ فاعل فعل رسد یا طار یا پس کہ ام  
فعل واحد یا جود فاعل ادا کردہ است۔

۶۔ در جواب قطعہ اول مولوی عبدالصمد فدا مولوی خواجہ محمد الدین حسین سخن در قطعہ اول خود گفتند بہ بوجوب مانده ام کاین  
موجب علم و ادب بہ باچین فہم و فراست این چہ یا کردہ است۔ لیکن از سہو کاتب و نسخہ مطبوعہ بہ کلام و لا شوب حصہ اول  
بجائے لفظ مانا لفظ مانا طبع شد۔ مولوی عبدالصمد فدا در قطعہ دوم خود گفتند بہ بوجوب مانده ام بالفظ مانا یا عجیب  
جمع دو واحد اندرین یک فقرہ کجا کردہ است۔

۷۔ در قطعہ دوم مولوی عبدالصمد فدا گفتند بہ ہمچنین با مانے مضمون آن در فقرہ ہر میں بہ رفع جائے گسری بخوی چہ بجا  
کردہ است۔ در طباعت کاتب سہو کردہ بجائے کسرہ صمد نوشتہ بود۔

با حشیشے می در آوید غریق جان بلب  
می سراید طرفہ شرے و نصیبے کان چہا  
”بشتو و فرما خطاب فعل غایب کردہ است  
لفظ غایب یا خبر باشد ز لفظ فعل تو  
یا صفت باشد برایش پس چہ باشد معنی  
حالی باشد جواب اعتراض خوشن  
فاعل اندر مصرع ثانی بود آغایے تو  
در خطاب بشنو و فرما مخاطب شد فدا  
ہست ایرادت بفتیش ہاں عجب فعل شنیع  
می سراید مصرعے با صدفصاحت معترض  
ہندیم از طعن سرمود و بجا فرمودہ است  
کردہ زین قطعہ لفظ تانتا بنگرید  
دیدن و رفتن یا استعمال فرس و بازی است  
لیک در مصرع ثانی باشد یکے منطبق  
شاعر شیریں زبان مابقر ماہد پس  
من بلا گرداں موزونی طبع نازکش  
این نمی و اندکہ موزون و اخل خبری است

آرے آرے فوطہ ہنس خوار و سوار کردہ است  
وقت طبع روانش آشکارا کردہ است ۵۰  
جمع این ہر دو بیک شعر چہ آیا کردہ است  
پس چہ فعل است کہ غائب یا انکار کردہ است  
گفتگوئے طرفہ بار فرما کردہ است  
کز جہالت خطو اندہ خطرت جا کردہ است  
ہم ضمیر یا بخش راجع باخا کردہ است ۵۵  
خامہ مار و تسکین تو یا نا کردہ است  
حق بدست است با تو خواجہ مار کردہ است  
”دوستان بنید کاین ہندی تاشا کردہ است“  
ہاں مگر خود را حیرتیم ہاں ادا کردہ است  
کا نذرین مصرعے او معنی چہ پیدا کردہ است ۶۰  
تا زین ہر دو چہ معنی در پیش جا کردہ است  
از برائے قافیہ شاید کہ ادا کردہ است  
”این پس باشد کہ موزون شعر انشا کردہ است“  
شعر را موزون صفت کرد و چہ آیا کردہ است  
از حقیقت و صفائے کرو چہ بجا کردہ است ۶۵



سر منیش کستم در دیده محب الصمد  
ایں دل شیدائی با قمر تنگ کرده است  
لیک روشن کے توان شد دیدہ اعلائے  
چوں خدائش کو مادر زاد پیدا کرده است  
نرم کردن می توان آہن بہ آہن فی المشل  
خامہ ماہم باندازے ادا کرده است

سخت گوئی را نباشد پیش دستی زین طرف  
او چو بدگفت است آخر خود ہم اصفا کرده است

منقول از ہنگامہ دل آشوب و صوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”جواب تحریر اردو میرزا علی صاحب شمس تخلص از نیاج افکا  
افصح الفصحی المبع البلغا جناب مولی سید محمد باقر علی صاحب  
باقر تخلص تلمیذ حضرت ملک الشعراء ایران ہند جناب  
نواب سید احمد خان بہادر نظام خبک غالب تخلص مظلالم جلالت

برکتہ سبحان معنی رس و دقیقه شناسان پاک نفس مخفی و متجب مباوکیہ  
جزو زمان کہ از علم فضل عمو مارسم و از فن معنی و بلاغت خصوصاً شاد نے نامہ  
الاماتہ اللہ چنانکہ اعلم علمائے بلاغت و معانی سعد الدین نصرتانی طاب  
ثراہ و جعل الخبۃ مشواہ در عنوان مختصر معانی ارشاد فرماید ان هذا الفن قد نصب  
اليوم ماؤہ فصا رجدا لا بلا اثرو ذہب رواؤہ فعاد خلافاً بلا ثمر  
حتى طارت بقیة آثار السلف ادراج الیراج و سالت باعناق مطایا  
تلك الاحادیث البطاح پس این زمان کہ علی مرالدهود و الاعصار از



زمان خلعت وجود در کشیده و کشاد سلقه الفضل و الکمال الیق و ازید خواهد بود  
اکثر کم بایگان قلیل البضاعت را شعار و دثار چنان گردیده که بر اکابر و اعیان که علم  
و کمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیاں و فضل و بلاغت آنان مشهور نزدیک و دور  
جهان و جهانیان باشد لب اعتراض کشانید و کمال حدت فهم و حراقت ذہن خود را  
رو بروئے عوام کالانعام و انمائید و مورد تحمین و آفرین شوند و صدائے احنت و حمایا  
از زبان سوییایا شنوند و حال آنکه دامن عظمت و جلال و پیرایہ علم و کمال آن حضرت  
از آلودگی قبح و نقصان منزہ و مبرا است و گلشن دانش و حدیقه فضیلت آن عالی  
منزلتان عالی از خار و خشک و اعتراض بوده علی وجه الکمال سر سبز و مطرا است و  
نشائے آن بحر ہوائے شہرت و بر آوردن نام در میانہ جہلا و عوام دیگر نمی باشد  
مگر بحضور علما و خواص معاملہ بالعکس میشود کہ غیر از نصیبت و خسران کاهت و خذلان  
بجھول نمی انجامد

ملا مت میں کہ ہر شکے کہ جہت ارتشہ فرہاد  
ہوا میگردد و ہم بر سر فرہادی آید  
فاعتبر و ایا اولی الا بصار

تفصیل این اجمال و توضیح این مقال آنکہ در او دہ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵  
ماہ جون ۱۸۶۴ عیسوی قصہ عبرت خیر و ماجرائے وحشت انگیز مطالعہ درآمد یعنی  
بے حیثیتہ فقید الاستعداد بے ہیچدانے کج مج زبانی تراژدئی ہرزہ درائے  
خود بخائے بیہودہ ہر اے بے راہہ خرام و یحور صفت شمس نام مصداق

بالعکس نہند نام زنگی کافور - زبان طعن و لب اعتراض بر اکل شعرا  
و ابلغ بلغا کشودہ است و عماید دہلی و بلگرام را کہ چشم فلک و گوش ملک و ارالعلم  
مثل آن در آفاق ندیدہ و شنیدہ زیر خنجر جرح و قبح کشید و از ہذیانات مجنونانہ خود  
صفحہ قرطاس را برنگ روئے خود سیاه و تباہ نمودہ است

ہر کر خواہد چہ اپرودہ درد  
میلش اندر طعنہ پاکال برد  
خصوصاً در شان حضرت اسد اللہ خان غالب کہ غلغایہ فصاحت و طنطنہ بلاغت شان  
از قاف تا قاف رسیدہ بل از نگہ عرش بریں بالا کشیدہ لایعنیہا چا ویدہ و خروج  
و قفاوت دادہ است

بر بلند ان سخن سوئے خود است  
تف سوئے فلک سوئے خود است  
ہر چہ بدیہی است کہ خواب پریشاں را تبصیرے و مہمات مختل الحواس را تاویلے  
مگر چوں این ذرہ ہمقدار کہ باقر علی نام و باقر تخلص دارد از خوشہ چیناں خرمین آن  
آفتاب عالم تاب سپہر سخنوری یعنی حضرت غالب مظاہر العالی است مصلحت اہل  
ندیدہ کہ از جوابات شافیہ اعتراض این سمرست باوہ استکبار خاموش باشد و رگ گردن  
این ہذیان سر را کہ بدعوی معنی پروری بلند نمودہ است بہ نشر تقریرات ابدار تخریشد  
ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن و اعتراضات و اہمیہ این بے مغرور قائلان  
قطع نظر نمودہ بجواب ایرادات کہ از راہ خوش فہمی حضرت غالب نمودہ کمال اختصار  
پرداختہ آمد تا شاہد چہل او از منصفہ خفا علی رؤس الاشہاد جلوہ نماید - وباللہ التوفیق



وبہ ازمۃ التحقيق -

قوله مطلع سر دیوان غالب

نقش فرادی ہے کس کی شوخی تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا  
یہ شعر خلاصہ سے خارج ہے حسن معانی کا خارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محض  
فارسی میں جاری ہے (الی آخر ما قال) ہر کاغذی تعلیم کے ساتھ گلی و سنگی تصویروں  
کے واسطے واجب ہے - انتہی -

اقول - وریں شعروہ اعتراض کردہ اول انیکہ پیرہن کاغذی محاورہ فارسیست  
در اردو ناجائز و دیگر انیکہ پیرہن کاغذی برائے تصویر کاغذیست نہ برائے سنگی و گلی حالانکہ  
لفظ ہر برائے تعلیم است - اعتراض اول از کمال سخاوت و رکاکت مضحک طفلان  
تواند بود چه ظاہر است کہ اہل اردو را در شاعری اتباع شعری فارسیست و اقتباس از  
از فارسی میکنند و ازین جہت است کہ چنانکہ معشوق شعراے فارسی امارد و تو خطانہ  
معشوق اردو گویاں نیز سبزان تو خط اندہند با اتباع فارسی تعریف خط و حال میکنند  
پس چوں اردو گویاں را در انداز سخن تقلید فارسیانست البتہ محاورہ فارسی در  
اردو جائز بود و لا بالعکس و نظیرہ کثیر - جواب اعتراض ثانی انیکہ فہم کلام بلغا  
ملاحظہ قراین و سیاق و سباق کلام ہم لازم است - ملاحظہ باد کہ در مصرعہ اول  
لفظ نقش و تحریر زیب رقم یافتہ پس تقریبہ سیاق کلام در مصرعہ ثانی مراد خواہد بود کہ  
تصویر کاغذی و لفظ ہر در مصرعہ ثانی برائے کل تصویر کاغذی وال بر عام مخصوص است -

شیخ علی حسنین فرماید

نصیحت کردی گرمی شنیدی - دلبر خود را چرا وقف خرابی کردی کلمہ کشور خود را  
ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ دلبر کہ در مصرعہ اول واقعست کردہ آید وقت خرابی  
کشور از کجا ثابت خواہد شد - فافہم و تدبر -

قوله - غالب - کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسامے آگے -

اس مصرعہ کا خلاصہ سخنوران ظریف کے نزدیک یہ خوب ہے کہ قایل اس کاکیت  
غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے -

اقول - معترض کمال ظرافت و ذکاوت را بکار برد و چنین مضمون لطیف  
اعتراض سخیف بر آوردہ است فمرجہا اثر مرجہا اگر لفظ آگے و پیچھے متقدم  
ہیں معنی است - فیالیت شعری ما معنی ہذہ الکرمیہ ان کان قمیمہ قد  
من قبل فصدق و هو من الکذبن و ان کان قمیمہ قد من  
دبر فکذب و هو من الصدقین ہ بینوا و تو جروا -

قوله - عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون مابون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دہلی کو دل  
مرغوب ہے -

اقول - مضمون اس مصرعہ مگر معترض را ہم خوش آمد - اگر ہمیں مضمون ازین لفظ  
مفہوم خدام و ذی الاحترام بحسب الف و عادت گردیدہ پس لفظ مگر فتن را کہ مراد



لفظ معترض علیہ جناب در فارسی است در شعر قلیل کہ استاد استاد جناب اندر چہ عمل  
خواہد بود و نقص ازین کشش قلیل و پیر وانش را چہ رو و خواہد داد۔ و ہو ہذا۔

قتل ۛ باداغ جنوں گرہ ویرانہ گیریم آرام ز سوز دل دیوانہ گیریم  
شاید انجہ از ترجمہ لفظ گرفتار مفہوم معترض است ہاں معنی مطلوب استاد استاد  
ہم بودہ کہ ایں قدر از گرفتار ابا و انکار میکند و زار نالیہا می نماید۔

قوله ۛ غالب ۛ ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے۔

اعراض اعلان نون میکند۔

اقول ۛ جواب ایں ظاہر است کہ لفظ ۛ یہ ۛ کہ تخبیس لفظ ۛ نہ ۛ است کاتبش مگر  
نہیدہ قلم انداز کرد ورنہ ہجو قلم از مبتدی ممکن نیست چہ جا کہ رئیس المنتہین۔

قوله ۛ غالب ۛ ۛ ۛ بدستور صورت ارقام

تمام ہندوستان سے کہتا ہوں کہ ارقام رقم کے معنی میں غلط و ناروا۔ الی آخر

اقول ۛ اول معنی ایں فقرہ ارشاد شود کہ ۛ تمام ہندوستان سے کہتا ہوں ۛ

چہ معنی وارد بعد از اں گوشش باید کرد کہ لفظ ارقام از باب افعال فی الواقع آید

مگر ایں لفظ بر السنہ خاص و عام جاریست مجتہد فانی لکھنوی در تصانیف خود

یعنی در بارقہ ضعیفہ و مولوی سبحان علی خان کنبوہ کہ معتقد عنہ معترض است

ۛ غالب ۛ شکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان پہ نافت زمین ہے یہ نہ کہ ناف غزال ہے۔  
در نسخہ دیوان غالب کہ در اں زمان طبع شدہ بود از غلطی کاتب لفظ ۛ یہ ۛ در کتابت نہ آید۔

در مکاتیب خود بنام نور الدین لفظ ارقام را صد جا پیش آورده و در قدمائے مستعمل  
حکیم محمد ارزانی رحمۃ اللہ علیہ و قرا بادیں قادری در بحث جمیات لفظ ارقام طرح  
نکارش داده فلیس الغالب فیہ منفردا و اگر بفتح اول جمع رقم خواندہ شود  
ہم قبحہ ندارد۔

قوله غالب ۛ نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی محفوظ۔

لفظ ۛ مادہ ۛ حادثہ و حادثہ کے وزن پر لکھا یعنی ۛ میم ۛ کے بعد ۛ الف ۛ متحرک ہے اور  
اوس کو ساکن باندا۔ الی آخر ما اتی بالتحقیقات الانیقہ۔

اقول ۛ اعتقاد رقم آثم انیکہ معترض بدیں اعراض بسیار بر خود چیدہ واز  
قرطشادمانی در پیرہن نگجیدہ باشد نبض شناسان صحت الفاظ خدا را علاج خلل

دماغ ایں مجبوط الحواس بقربانید و بسر وقت ایں بجا رہ رسید کہ چہاں زبان بر زبان می

عجب صد عجیب کہ معترض در اقتراح کلام خود لوے دعوی تمام علوم از صرف و نحو منطق

و حکمت و ہندسہ و نجوم و ریاضی و ادب و لغت و غیرہ برافراشتہ و تمامی علمائے اعلام

را کہ در علمے کوس لمن الملکی نواختہ گذر ہاں علم استاد خود از راہ فخر و مباہات قرار داد

با ایں ہمہ بلند آہنگی از کوسے تحقیق لغات مشورہ نابلد محض افتادہ ۛ مادہ ۛ را بر وزن

ۛ میسر ۛ و موکل ۛ صیغہ مفعول گفتہ ۛ واضح باد کہ لفظ ۛ مادہ ۛ بمعنی اصل ہر چیز و سامان ترکیب

و زیادت متصلہ بالفت ساکن است نہ مفتوح زیرا کہ جمع آن ۛ مواد ۛ مشد و بر وزن مفاعل

می آید پس باید دانست کہ ۛ مواد ۛ جمع ۛ مادہ ۛ بغیر یون الف ساکن بعد میم صورت نمی بند



زیرا که قاعده صرف اینست که هرگاه الف قبل الف جمع مفاعل و مفاعیل افتد و او شود  
چنانکه ضارب جمع ضارب و قواریه جمع قاروره پس ظاهر است که اگر ماده بفتح الف  
که آن در حقیقت همزه است بود جمع آن 'مُاد' بهمه قبل الف آید نه 'مواد' و موم  
نشود که درین صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آید زیرا که قاعده اینست که هرگاه ساکن  
اول یائے تصغیر بایده و ساکن ثانی مدغم در یک کلمه باشد اجتماع ساکنین جایز باشد  
در وایه و خاصه و خوبصه واقع است فافهم و تدبر و لا تکن من الجاهلین و اعجا  
من هذا القائل که بهین مبلغ استعداد بر آسمان بلاغت حضرت اسد الله خاں غالب  
زبان اعتراض میکشاید

براه صاحب سخن رحم است صاب که خلش منحصر در دخل بجای است

تم الجواب - و ههنا الشرح فی تبیین بعض هفواته تفریحا للقلوب  
واظهار البعض العیوب بحیث ینشط خاطر الناظرین و یهیم اشواق  
السامعین - فاقول - در جواب سیاح داستان سگ غارتی نقل فرموده و نجات  
نبی در سایه عاطفت آن قصبه باراری و علوم تربت آن زن بحسن عمل طعام دادن سگ غارتی  
تذکور نوک ریز خامه فصاحت بار نموده است ماسکویم که متعرض هم صدق همان سگ  
است که خود را این طرف و آن طرف از برای علف انداخت و بهر شهر و دیار و کوچه و  
بازار برائے وجه معاش رفت و کس پاره آن بل مشتے استخوان پیشش نگذاشت آخر  
ملجائے و ماوائے خود خانه زهره و مشتری زنان بازار را ساخت و مصارف اوقات و وظیفه

روزی خود در مختارانه این دو لولیان شوخ شیرین کار نمود و علم استادی و اتالیقی این بوجیهال طبعی کوی  
معرکه حیائی برافراشت نعوذ بالله من هذا الوقاحت - آید به حیایاش هر چه خواست  
و در محاوره ذوق ریختن انچه از سیاح و منصف سند میخواهد و بقیاس اکتفا نمیکند مخفی نماید که  
مرا قتل جایجاد و کلام خود محاوره نورانیده و در جواب اعتراض تثبیت بقیاس خود چنانچه در  
شب ریخته خونها نگه یار و حسرتهم بیرون خسرانیده ازاں کوچه خبر هم  
چون کس اعتراض کرد که خرامیدن خبر خلاف محاوره اهل زبانست جواب داد که لطف  
کجا گام دارد که حافظ گفته به هم مگر لطف شما پیش نهنگامه چند پیش طوریکه آن جائز خواهد بود  
این هم جائز خواهد بود - و بر اهل خبرت ظاهر است که قیاس در محاوره پیش نمیرود و فاجواب القتل  
فجواب السیاح و المنصف - و در جواب قبح مصرع ثانی یعنی آنکه لفظ هم بجائے خود نیست  
ارشاد فرمود که گاهی کار از تقدیر هم می بر آید چنانکه درین شعر

بجرم عشق تو ام میکشد و غوغائیت تو نیز بر سر بام که خوش تماشائیت

حال آنکه درین شعر حاجت تقدیر نیست زیرا که لفظ غوغا دال بر هجوم و از دو حام خلایق موجود است  
فینما بون بعید منقول است که کس این شعر مرا قتل پیش شخصه اهل ایران خوانده  
تبع گرفت و بمن گفت که نازم نیست سرفرو کردم و گفتم که نیازم نیست

گفت که بجه هندی می آید بآنکه نام مرا قتل گوشتش خورده باشد علت آنکه میگوید تیغ  
بگرفت حال آنکه می باید گفت تیغ سر کرده انچه چنانکه در رنگ طهری تفرشی موجود است  
حالا چند خطای دیگر که در آئین کلام از مرا قتل سرزده برائے عبرت متعرض زیر قلم می آید



قتیل سے صدیری قربان نازش و تان کیتیں : رفت آرام زدلم آرام جان کیتیں  
برماہران فن ظاہر است کہ در جائے رفت 'برود' می بایست۔

ولہ سے سوخت چوں برق نگاہش آشیانہ تمام : زیر لب پرید ازمن آشیان کیتیں  
بدیہی است کہ بعد سوختہ شدن وجود آشیان باقی ماندہ پس لفظ آشیان کیتیں بجائے  
خود بخواند بود بلکہ آشیان کہ بود می توان گفت۔

ولہ سے متہم کردش بعشق خویش ہر کس را کہ گشت : نہ مگر دوزخم او تیر و کمان کیتیں  
ربط اور مصرعیں ہرگز پیدائیت و المعنی فی بطن الشاعر۔

ولہ سے ناگہش مرے غلط کردہ است رہ خاک : چند خواب آتے تیس نگہار کیتیں  
اندکے استخوان بندی مصرعہ اولی و فصاحت ترکیب ناگہش مرے : ملاحظہ باید کرد غالب  
صاحبان ذوق سلیم ہرگز پسند نفرمائید اگر بدیں ترکیب میگفت از ثقات ترکیب اول گوئے  
نجات میشد رہ غلط کردہ است برخاک تو مرے ناگہش۔

ولہ سے بجای میردت غمہ صید افکن تو : اے سرماہمہ قرباں کمر بستن تو  
برون غمہ صاحب خود را خالی از طرائق نیست : این شعر تمام لفظی است کہ از معنی بوجہ ندارد بقول حضرت  
نظمہ العالی سے بگذر از معنی ہیں الفاظ برہم بستیں : یادہ نبوشیشہ و ساغر مہیا کردہ است  
ولہ سے گفتم یہ بزرگے کہ یہ ہیں شانہ خود را : بہرچہ تدریس ہمہ در خانہ گیرم  
چوں کہینہ آن زلف سیر بادل میں : گفتا کہ دگر در کف خود شانہ گیرم  
شانہ میں را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگر چہ باشد۔

— ختم شد —

## مذہل

دیوان باقر کے قطعات میں جن جن صاحبوں کے نام آئے ہیں ان کے ہنر  
مختصر حالات ناظرین کی شناسائی کے لئے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

قطعہ ۱۔ حضرت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی قدس سرہ حضرت باقر کے  
برادری میں تھے۔ رائے پور فوتحہ کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ حضرت باقر کے  
دوسرے محل سے چھوٹی لڑکی کی شادی حضرت شاہ مظفر صاحب کے چھوٹے فرزند شاہ  
محمد یعقوب صاحب سے ہوئی تھی۔

قطعہ ۲۔ خواجہ محمد فخر الدین حسین صاحب متخلص بہ سخن دہلوی۔ مقدمہ دیوان باقر  
میں ان کا حال قلمبند ہو چکا ہے۔

قطعہ ۳۔ مولوی فرید الدین صاحب۔ مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے  
بھائی اور شمس العلماء نواب سید ادا دام بہادر مرحوم کے چچا تھے یکنوٹی مکانات کی تعمیر کے  
فن میں ایک کتاب مسمی بہ دستور البنا تصنیف کی تھی۔

قطعہ ۴۔ ۵۔ ۶۔ منشی نجم الدین صاحب۔ یہ بھی مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے  
چھوٹے بھائی اور شمس العلماء نواب سید ادا دام بہادر کے چچا تھے۔ دو کتابیں تصنیف کیں۔



ایک کا نام نجم ثاقب رکھا۔ اوس میں اہل سنت کے عقائد کی تائید اور لاندہوں کے خیالات اور اقوال کی تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مدارج اور رتبہ کو اہل سنت کے عقائد کے مطابق بیان کیا ہے۔

قطعہ ۷۔ حاجی شاہ محمد اقبال علی صاحب بکر بہاری۔ ”مقدمہ دیوان باقر“ میں ان کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حال و حال کی حقیقت میں ادھوں نے ایک کتاب مسمیٰ بہ ”عمدة المقال فی الحال والقال“ تالیف کی اور ۱۲۹۶ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع کرائی تھی۔ قطعہ ۸ و ۹۔ مولوی عبد الرحمن صاحب ناصری گنجی۔ آ رہ کے ضلع میں شہرام سے گیارہ میل جانب شرق و شمال دریائے سون کے کنارے ناصری گنج شرقی کی ایک بستی ہے۔ مولوی عبد الرحمن صاحب نہایت جید عالم تھے اور بہت دنوں تک شہرام کے مدرسہ میں مدرس دوم رہے۔ ایک شخص نے وحدت وجود کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھ کر اس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی عبد الرحمن صاحب نے اس کے جواب میں رسالہ لکھا جس کی تقریظ اور تاریخ میں یہ دو قطعے ہیں۔

قطعہ ۱۰۔ حضرت شاہ امین احمد صاحب قدس سرہ خاتقاہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد بھٹی بھٹری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ تھے اور نہایت بزرگ اور کامل اور عالم باعمل تھے۔ حضرت حسن نوشتہ توحید علیہ الرحمۃ حضرت مخدوم الملک کے خلیفہ خاص حضرت مظفر تھمس بلخی کے بھائی کے پوتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت حسین تھمس سے حضرت مظفر کے سلسلہ بیعت اور خلافت میں داخل تھے۔

قطعہ ۱۱۔ یہ قطعہ کن صاحب کی فرمائش پر لکھا گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ قطعہ ۱۲۔ مولوی محمد شاہ مرحوم حضرت باقر کے بھائی مولوی سید شاہ محمد اکرم رضا کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ میاں عبد العزیز۔ مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم حضرت باقر کی پہلی اہل خانہ کے بھائی تھے۔ پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔ قطعہ ۱۷۔ محمد تقی۔ مولوی سید شاہ محمد تقی صاحب حضرت باقر کے بھتیجے اور حضرت شاہ حسین علی صاحب قدس سرہ کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۸۔ میاں واحد کریم۔ مولوی واحد کریم قصبہ دیانواں ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ زمیندار تھے حضرت باقر کے شاگرد تھے۔ اون کے فرزند اجن کی ولادت کا یہ قطعہ ہے (کا نام مولوی محمود عالم تھا۔ چند سال ہوئے کہ یہ بھی رحلت کر گئے۔

قطعہ ۱۹۔ عطا حسین۔ راقم کا نام ہے۔ راقم کے دوسرے فرزند سید فضل الرحمن مرحوم کی ولادت کا یہ قطعہ حضرت باقر نے لکھا تھا۔ اوس کی ولادت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو ہوئی اسی سال اور اسی مہینے کی ۲۲ کو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ کی رحلت ہوئی تھی اور اون کی رحلت کا مادہ تاریخ میں نے ”سید فضل الرحمن“ کہا تھا اس لڑکے کا وہی نام تبرک رکھا گیا۔ ۸ شعبان ۱۳۱۳ھ یوم چہار شنبہ کو آٹھ نو گھنٹوں کی علالت میں اوس نے پٹنہ میں انتقال کیا۔

قطعہ ۲۰۔ حضرت شاہ غلام حسن مہتوی عرف کالے میاں حضرت تاج



برادری میں تھے۔ بڑے ادیب اور انشا پرداز اور پرگوشتا اور اہل دل بزرگ تھے  
ایک دیوان اور ایک شہنویسی "بہ کارستان عشق" اون کی یادگار ہے۔ خاندانی سلسلہ  
چشتیہ سراجیہ اشرفیہ میں اون کو بیعت اور خلافت تھی۔ اوس کے علاوہ اون کو سلسلہ  
ابوالعلائیہ میں بھی حضرت شاہ روشن علی قدس سرہ سے خلافت تھی۔ یہ بزرگ حضرت  
صوفی محمد داؤد کے خلیفہ تھے اور اون کو حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت تھی۔  
حضرت شاہ غلام حسن کی رحلت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی اور رحلت سے چند سال بعد اون کے  
فرزند مولوی حکیم سید مظہر احمدی صاحب مرحوم کی فرمائش پر حضرت باقر نے یہ قطعہ لکھا۔  
قطعہ ۳۱۔ مولوی گوہر علی صاحب۔ قصبہ دیوان ضلع مٹہ کے رہنے والے تھے  
بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت سخی اور فیاض بزرگ تھے۔

قطعہ ۳۲۔ مولوی سید محمد مہدی حسن صاحب۔ حضرت باقر کے استاد تھے  
"مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا گیا ہے۔

قطعہ ۳۳۔ داؤد حسین۔ مولوی سید داؤد حسین صاحب موضع شاہو بیگہ ضلع گجرات  
کے رہنے والے تھے اور حضرت باقر کے رشتہ داروں میں تھے۔

قطعہ ۳۴۔ شاہ ارشد علی صاحب بٹیوی مولانا سید محمد مہدی حسن قدس سرہ  
کے سالے تھے۔

قطعہ ۳۵۔ محمود مختیار۔ حضرت باقر کے نواسے اور اون کی بڑی صاحبزادی کے فرزند تھے  
چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گمان یہ ہے کہ دوا میں کسی طرح زہر لگ گیا جس سے اون کی ہلاکت ہوئی۔

قطعہ ۳۶۔

قطعہ ۳۷۔ شاہ محمد اکرم صاحب۔ حضرت باقر کی بڑی بہنیر کے فرزند تھے مقدمہ دیوان باقر  
میں اون کا ذکر آچکا ہے۔

قطعہ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ جناب ملا سرت قدس سرہ ان کا نام محمد عمر تھا۔ ولایتی تھے  
اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدی ممالک کے رہنے والے تھے۔ پیر کی تلاش میں یورپ گئے  
اور حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ سے مرید ہوئے۔ پیر نے ملا سرت کا خطاب دیا اور  
خلافت دی۔ اون کی رحلت کے بعد گیا کی ایک مسجد میں آکر مقیم ہوئے اور بقیہ عمر وہیں گزار دی  
اون کا فرار اوس مسجد کے احاطہ میں ہے۔

قطعہ ۳۱۔ ۳۲۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ نہایت کامل  
مکمل اور مشہور بزرگ تھے حضرت شاہ آفاق دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قصبہ گنج  
مراہ آباد میں اون کا قیام تھا وہیں اون کی رحلت ہوئی اور وہیں اون کا فرار ہے۔

قطعہ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ان قطعات میں جن جن کا نام ہے اون کا ذکر "مقدمہ دیوان باقر"  
میں ملاحظہ سے ہو چکا ہے۔



## غلط نامہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	مراسم	مواسم	۱۱	۱۲	موشان	موشان
۴	۵	فیض	فیض	۱۳	۷	بروئے	بروئے
۴	۱۶	توبت	توبت	۱۴	۱۶	زہراب	زہراب
۵	۲	ہنربر	ہنربر	۱۵	۱۶	شدے وے	شدے وے
۵	۳	برجم	برجم	۱۶	۱	فراسائی	فرسائے
۵	۱۷	راہ	راہ	۱۷	۱۰	بیدار	بیدار
۶	۳	مقبش	مقبس	۱۸	۱۵	خندن	خیدن
۷	۱	سدرہ	سدرہ	۲۰	۱۲	فراق	فراق
۷	۳	گزشتہ	گذشتہ	۲۰	۱۲	برودوش	برودوش
۸	۱۲	بفرق علماں	بفرق علماں	۲۱	۷	ہم نفسے	ہم نفسے
۹	۵	ہنان	دہنان	۲۱	۱۱	یکلام	یکلام
۹	۱۲	فارغ و زخوف	فارغ و زخوف	۲۲	۶	شع	شع
۱۰	۹	یہ گونہ	بد گونہ	۲۲	۱۲	داغ ما	داغ من
۱۰	۱۲	بیچ	بیچ	۲۶	۱	اقوال	اقوال
۱۰	۱۵	خیرم	خیرم	۲۶	۹	چشم	چشم



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۱۳	نبردل بک	۲۶	۲۰	۱۴	لب تشنه	لب تشنه
۲۷	۱۳	گرکش	گروشه	۲۱	۴	مارشیا	مارسج
۲۸	۱۳	مے تاب	مے تاب	۲۲	۸	فدائی	فدائے
۲۹	۱۳	فردوس	فردوس	۲۵	۱۱	شہی	شہنشی
۳۰	۸	تذخوے	تذخوئی	۲۶	۲	جمال ترا	جمال روت ترا
۳۰	۱۵	شعد	شعد	۲۶	۱۱	اصدق	اسدقی
۳۰	۱۶	انداو	انداو	۵۰	۶	عبث	عبث عبث
۳۱	۵	جلوہ پرواز	جلوہ پرواز	۵۱	۱	غبنش	غبنش
۳۳	۸	کشادہ	کشادہ	۵۲	۹	آئینہ	آئینہ
۳۳	۱۲	تفاتے	تفاوتے	۵۲	۱۱	خویش	خویش
۳۳	۱۳	بگفتہ گوکہ	بگفتہ گوکہ	۵۵	۸	جمعیم	جمعیم
۳۵	۱۲	دشمن کشی	دشمن کشی گہد	۵۶	۱۶	وام	وام
۳۶	۱۶	برگشتہ	برگشتہ	۶۱	۲	چشتی	چشتی
۳۷	۱۱	چوپے قدم	چوپیروم	۶۳	۱۱	رعد	راد
۳۷	۱۳	ہم زبان	ہمزبان	۶۳	۱۲	رغنائے	رغنائے
۳۹	۲	چشیدہ	چشنده	۶۴	۲۳	برعاشیہ	۲۲
۳۹	۸	درباب	درباب	۶۴	۲۴	برعاشیہ	۳۳
۴۰	۵	انگنہ	انگنہ	۶۴	۱۱	نجاست	نجاست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۴	مشکین	مشکین	۸۲	۴	فدائی	فدائے
۶۶	۱۳	جانبزم	جانبزم	۸۳	۹	یارمن بارخ	یارمن بارخ
۶۷	۱	آب جاری	آب جاری	۸۶	۹	کردم	کردم
۷۰	۲	بانگاہت	بانگاہت	۹۱	۱۰	مشکین	مشکین
۷۰	۱۲	عش	عش	۹۳	۱۲	گلزار	گلزار
۷۱	۳	بزم	بزم	۹۶	۶	سحر	سحر
۷۱	۷	شیم	شیم	۹۶	۷	چکیدہ	چکیدہ
۷۲	۴	نامضا	نامضا	۹۶	۹	قرارت	قرارت
۷۲	۵	بجوئے	بجوئے	۹۶	۱۰	صافی	صافی
۷۵	۲	غیب غیب	غیب غیب	۹۶	۱۳	ہیچکارہ	ہیچکارہ
۷۷	۵	رمبیتیت	رمبیتیت	۹۸	۸	سوس	سوس
۷۷	۹	درد غم	درد غم	۹۸	۱۵	یکشاید	یکشاید
۷۷	۱۳	ہنوز از درمن	ہنوز از درمن	۱۰۱	۱۰	گل غبابی	گل رغانے
۷۹	۲	بطالچ	بطالچ	۱۰۱	۱۲	ابرویش	ابرویش
۷۹	۲	تنگ	تنگ	۱۰۲	۱	دم	دم
۷۹	۳	قطرے	قطری	۱۰۳	۸	شیدائے	شیدائے
۸۰	۱۷	مارا از لطف	مارا از لطف	۱۰۴	۹	گلخن	گلخن
۸۱	۲	افغان	افغان	۱۰۴	۱۰	نسرین	نسرین



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۱	بنشینند	بنشینند	۱۲۶			غزل نمبر ۹۲ کے اشعار غزل نمبر ۵۸ صفحہ ۱۲۳
۱۰۷	۱۱	جوئے	جوئی				میں شریک ہیں یہ اشعار غلطی سے کر
۱۰۷	۱۲	بیٹے	بیٹے				لکھے گئے۔
۱۱۳	۱۰	خود	خود	۱۲۹	۱۲	کینان	سکینان
۱۱۴	۸	آید	آید	۱۵۳	۷	مست	مست
۱۱۹	۷	کین	کین	۱۵۵	۹	قلم	قلم
۱۱۹	۱۰	پایش	پایت	۱۵۵	۱۵	بیمہری	بیمہری
۱۱۹	۱۴	پسینہ	پسینہ	۱۵۶			غزل نمبر ۱۱۰ غلطی سے مکر طبع ہو گئی صفحہ ۱۱۳
۱۲۲	۲	کثرت	کثرت				(غزل نمبر ۲۱) پر طبع ہو چکی ہے۔
۱۲۲	۹	غیظ	غیظ	۱۵۷			غزل نمبر ۱۱۱ غلطی سے مکر طبع ہو گئی
۱۲۲	۱۰	چرخم کہ	چرخم بود کہ				صفحہ ۱۰۵ (غزل ۲۹) پر طبع ہو چکی ہے۔
۱۲۴	۱۲	مگر	مگر	۱۵۸	۳	زخیل	زخیل
۱۲۷	۱۰	رسد	رسد	۱۵۹	۱۷	آن	باقریچہ شان
۱۲۹	۲	بالم	بالم	۱۶۰	۲	دوری	طاقت دوری
۱۳۲	۲	بصرہ	بصرہ	۱۶۰	۹	کہ اولاتی	کنون لاتی
۱۳۲	۱۴	یک	یک	۱۶۰	۱۰	میگذرد	گذرد
۱۳۹	۲	بروئے	بروئے	۱۶۱	۲	ترا	تو
۱۴۵	۱۶	یاقیت	یاقیت	۱۶۱	۳	سروپائے	سروپائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۷	جامدہ	جامدہ	۱۸۸	۱۱	بوسہ	بوسہ
۱۴۳	۲	عمت	عمت	۱۹۰	۱۲	فرمانے	فرمائی
۱۴۷	۱۲	گلشن	گلشن	۱۹۰	۱۳	وخورا	و خود را
۱۴۸	۲	بسوزد	بسوزد	۱۹۱	۲	والبتہ	در بستہ
۱۷۱	۱۱	شمع سان انہر شمع سان ہر	شمع سان انہر شمع سان ہر	۱۹۱	۲	ازردولی	ازردول
۱۷۲	۹	زہراب	زہراب	۱۹۳	۵	تہ بخشد	تہ بخشد
۱۷۲	۱۱	قدوش	قدوش	۱۹۷	۶	وصول	وصول
۱۷۲	۵	کے پخشیدہ	نخسیدہ	۱۹۷	۹	عقد	عقدہ
۱۷۲	۶	بگفتی	بگفتم	۱۹۷	۱۷	توفیر	توفیر
۱۷۶	۲	فروع	فروع	۱۹۸	۱۲	بگوئے	بگوئی
۱۷۶	۹	پردہ داری	پردہ دری	۲۰۰	۳	افتم	رقم
۱۷۷	۲	کہنہ	کہنہ	۲۰۱	۵	وبیم	وبیم
۱۷۸	۲	بیاد	بیاد	۲۰۱	۹	زندہ	زند
۱۸۱	۶	میایدت	بایدت	۲۰۲	۱۶	غفہ	غفہ
۱۸۲	۱۰	ابتلائے	اعتلائے	۲۰۲	۲	چنین	چین
۱۸۳	۱۰	نہ بود	نشہ	۲۰۵	۱۲	شکر	شکر
۱۸۷	۹	جلوہ کن	جلوہ دہ	۲۰۶	۱۳	ہمچو	ہمچو
۱۸۸	۲	حبیب	حبیب	۲۰۹	۹	منت	منت وور



صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۲	۴	خیرت	حیرت
۲۱۲	۱۳	جو	چو
۲۱۲	۱۴	جبه	جبه
۲۱۵	۱۵	جبه	جبه
۲۱۸	۲۵	خشیہ	۵۰
۲۱۹	۶	مبدوفیض	مبدوفیض
۲۲۵	۱	زدوچشم	زدوچشم
۲۲۵	۶	بیرون درآ	بیرون درآ
۲۲۵	۱۱	حبیب	حبیب
۲۲۶	۱۲	پیش	پیش
۲۲۹	۶	ای فدائے	ای من فدائے
۲۳۰	۱۲	بدیوار	بدیوار
۲۳۲	۱۶	کاروان	کاروان
۲۳۳	۱۲	قبائے تو	قبائی تو
۲۳۳	۱۲	ادلے تو	ادائی تو
۲۳۴	۱	جدائے تو	جدائی تو
۲۳۴	۲	خونمائی تو	خونمائی تو
۲۳۴	۳	نارسائے تو	نارسائی تو
۲۳۴	۴	کج ادائے تو	کج ادائی تو
۲۳۴	۶	نولے تو	نوائی تو
۲۳۵	۱۲	شہیدہ شدم	شہیدہ شدم
۲۳۶	۱	سازم	سازو
۲۳۶	۶	جادوئے	جادوئی
۲۴۱	۳	بیتے	بتے
۲۴۱	۱۴	کردم	کردہ ام
۲۴۲	۲	بندگی کن آیدیم	بندگی کن گزاردیم
۲۴۲	۲	چرا	مرا
۲۴۲	۵	برنخ	بررخ
۲۴۲	۴	کشیدہ	کشیدہ
۲۴۲	۱۲	دردل	دردول
۲۴۵	۱	زجلوہ	ازجلوہ
۲۴۵	۳	نہان	نہان
۲۴۵	۱۲	چکیدہ کلک تو	چکیدہ نے کلک تو
۲۴۶	۲	آسودہ	آلودہ
۲۴۸	۱	نازت بجاست	نازت ہمہ بجاست
۲۴۸	۵	گیرم	گیرم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۸	۶	جان بکنارم	جان بیکنارم
۲۴۸	۱۵	رسیدہ	پرسیدہ
۲۵۱	۲	دین پے	دین درپے
۲۵۲	۱۲	بین مست	بین اے مست
۲۵۴	۱۵	آبرو	ابرو
۲۵۶	۱	گھر	گر
۲۵۶	۴	حقہ	حقہ
۲۶۱	۳	نباشم	نباشد
۲۶۱	۴	آگین شدہ	آگین تو
۲۶۱	۸	دوق	ذوق
۲۶۱	۹	شدن	شدی
۲۶۵	۱۰	موے	مو
۲۶۶	۱۰	گرم	گرمی
۲۶۶	۱۲	نزہت	شریت
۲۶۸	۹	آخر بتو	آخر بتو
۲۶۸	۱۲	کو	تو
۲۶۱	۱۲	ہمین فشانم	ہمیشہ فشانم
۲۶۳	۱	یا	با
۲۶۴	۴	کرم و عطا	کرم و لطف و عطا
۲۸۰	۸	وہ چہ نسخہ	وہ چہ این نسخہ
۲۸۱	۸	گونال گوں	گونان گوں
۲۸۵	۱۰	علی انور	علی نور
۲۸۶	۹	سبتق خان	سبتق خوان
۲۸۹	۸	۱۳ قطعہ	۱۲ قطعہ
۲۹۰	۵	آمدہ	آمد
۲۹۱	۲	محمّد تقی	محمّد تقی
۲۹۳	۴	شکر	مدشکر
۲۹۳	۸	طفے	طفلم
۲۹۶	۹	۳۱۹	۱۳۱۹
۲۹۹	۱۲	اتقیاء	اتقا
۳۰۰	۵	کہ تبارخ ۲۳	کہ تبارخ ۲۲
۳۰۲	۶	برپا	آرا
۳۰۲	۱۱	جواب	کتاب
۳۰۳	۸	پچنین	این چنین
۳۰۵	۴	تحقیقہ	تخفیفہ
۳۰۵	۱۱	سرائہ	سرائیہ



غلط نامه دیوان باقر

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۰۵	۱۶	باخیار	باخیار
۳۰۶	۵	از	ار
۳۰۷	۴	قوق	قوق
۳۰۸	۷	جواهر	جواهر
۳۰۹	سطر هفتم	پارسی	پارس
۳۱۰	۷	جو	چو
۳۱۰	۹	نگار	نگارم

۳۳۸

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۱۱	لغت ششم	لفظ دکا	لفظ دکار
۳۱۹	۹	منتزعم	منتزعم
۳۲۱	۹	منبض	منبض
۳۲۱	۱۶	وریادت	وزیادت
۳۲۲	۱۰	شم	تنیم
۳۲۳	۱۳	زایل	ازایل



مطبوعہ  
شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن